تذکرة الرئیس

یعنی

استاذ الاساتذہ سابق مہتمم دار العلوم فلاح دارین، ترکیسر
حضرت مولانا عبداللہ صاحب کاپودروی دامت برکاتہم العالیہ
کی حیات وخدمات کا تذکرہ

مرتّبین

حضرت مولانا عبدالرؤف صاحب لاجپوری مدظلہ، باٹلی، یوکے

حضرت مولانا ادریس صاحب فلاحی، کوسمبوی مدظلہ، لیسٹر، یوکے

حضرت مولانا عبدالسلام مارویا، لاجپوری مدظلہ، لندن، یوکے

ناشر

Maseehul Ummat Publications
30 Spring Gardens
Batley
West Yorkshire
WF17 5QX
ENGLAND

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ضروری معلومات

کتاب کا نام	:	تذکرۃ الرئیس
مرتبین	:	حضرت مولانا عبدالرؤف صاحب لاجپوری، مدظلہ حضرت مولانا ادریس صاحب فلاحی، کوسمبوی، مدظلہ حضرت مولانا عبدالسلام مارویا، لاجپوری، مدظلہ
ناشر	:	مسیح الامت پبلیکیشن، باٹلی، برطانیہ
ایڈیشن	:	پہلا ایڈیشن
سن طباعت	:	سنہ ۱۴۳۸ھ سنہ ۲۰۱۷ء
صفحات	:	۳۳۰
تعداد	:	۱۰۰۰

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

ملنے کے پتے

مجلس معارف، کاپودرا، وایا انکلیشور، ضلع بھروچ، گجرات، ۳۹۳۰۰۱

Hafiz Ibrahim Patel,
27 Tudor Road, East Ham, London, E6 1DP, UK.
Contact Number: 0044(0)7878266307

فہرس

وجہ تالیف	۲۲
اظہار مسرت	۲۴
کلمات تشکر	۲۵
سفینہ چاہیے اِس بحرِ بےکراں کے لیے	۲۷

فتحِ باب

ولادت وخاندان کے بارے میں	۳۲
میری طالب علمی اور اساتذۂ کرام	۳۶
فراغت کے بعد	۴۳
دارالعلوم فلاحِ دارین	۴۴
اہم اجلاس جس میں شرکت نصیب ہوئی	۴۶

شیخ الحدیث حضرت مولانا ادریس صاحب فلاحی، کوسمبوی مدظلہٗ

شیخ الحدیث دار العلوم لیسٹر، برطانیہ

ہمارے مہتمم، ہمارے مربّی	۴۸
بندہ دارالعلوم فلاحِ دارین میں	۵۰
حضرت مہتمم صاحب سے تعلق کی ابتداء	۵۱

فارسی زبان سے تعلق	۵۳
مدبرانہ انداز	۵۴
دین کی خاطر جدوجہد کا جذبہ	۵۵
جناب مولانا غلام محمد وستانوی صاحب زید مجدہ	۵۷
عربی کتابوں کا طریقہ تعلیم	۵۸
انگریزی زبان کی ضرورت کا احساس	۵۹
عربی زبان کی اہمیت اور اس کی ترغیب اور عربی ادب پر توجّہ	۶۰
جامعہ مدینہ منوّرہ سے تعلیمی معاہدہ	۶۱
مدبّرانہ اور حکیمانہ شان	۶۲
سادگی اور بے تکلفی	۶۳
عاداتِ حمیدہ	۶۴
خلافت اور اجازت	۶۴
لیسٹر میں علماء کا اجلاس	۶۵
قوم وملّت کا درد	۶۶
مہمان نوازی	۶۷
طلبہ کی خیرخواہی اور اساتذہ سے حسنِ سلوک	۶۹
فلاحِ دارین میں قرائت وتجوید کی ترقی اور عروج	۷۰

تخصص فی القرائۃ، سبعہ اور عشرہ	۷۳
سب سے پہلے سبعہ کے دو قاری	۷۴
صاحبِ قرآن کا نمونہ	۷۵
افراد سازی اور خصوصی تربیت	۷۷
قابل اساتذہ کو جمع کرنا	۷۸
اکابر علماء کی آمد اور ان کی زیارت	۸۰
تخصص فی التفسیر کا درجہ	۸۱
فراغت کے بعد حضرت والا کی شفقتیں	۸۳
ڈانٹ ڈپٹ	۸۴
واللہ انہ لبحر	۸۴
ایک عالمِ دین کی شہادت	۸۵
اکابر کا حضرت کے ساتھ احترام واکرام کا معاملہ	۸۷

حضرت مولانا اقبال بن محمد ٹنکاروی صاحب مدظلہٗ

مہتمم و شیخ الحدیث دار العلوم ماٹلی والا، بھروچ، گجرات

دل دردمند اور زبانِ ہوشمند کا حسین امتزاج	۹۲
رئیسی دور کے آفتاب و ماہتاب ایک نظر میں	۹۴

دار العلوم فلاحِ دارین	۱۰۲
راوت فیملی کے ساتھ تعلقات	۱۰۳
فلاحِ دارین کا نصاب	۱۰۵
عمومی تعلیمی دلچسپیاں	۱۰۶
مختلف علوم وفنون میں ہمہ جہتی وافراد سازی	۱۰۹
عربی زبان کے ساتھ والہانہ تعلق	۱۱۲
حضرت دامت برکاتہم کے علمی خطوط	۱۱۷
بندہ کی تصنیفات پر آپ کی حوصلہ افزائی	۱۲۶
جمع کتب کا اہتمام	۱۲۷
اوصافِ حمیدہ	۱۲۸
تصنیفاتِ مفکر ملت	۱۲۹

حضرت مولانا عبد الرؤف صاحب لاجپوری، مدظلہٗ

مجاز بیعت مسیح الامت حضرت اقدس مولانا مسیح اللہ خاں صاحب نور اللہ مرقدہٗ

استاذِ محترم کی چند صفات کا اجمالی ذکر	۱۳۲
حضرت مولانا کا ایک خاص وصف	۱۳۳
نصیحت آمیز باتیں	۱۳۳
آپ کا علمی ذوق	۱۳۳

انصاف پسندی	۱۳۵
ایک طرف علم دوستی تو دوسری طرف جلسہ وجلوس	۱۳۵
کاش! ہماری قوم بیدار ہو	۱۳۵
طبیعتِ سلیمہ	۱۳۶
اکابر سے محبت وتعلق کا اہتمام	۱۳۶
کام کرنے والوں کی قدر	۱۳۶
حوصلہ افزائی	۱۳۷
میں نے حضرت الاستاذ سے قصص النبیین پڑھی تھی	۱۳۷

حضرت مولانا محمد ایوب صاحب سورتی مدظلہٗ

مجاز بیعت حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب ہردوئی نور اللہ مرقدہٗ

پہلی زیارت	۱۴۰
اکرام	۱۴۰
تقرر	۱۴۱
سنہری دور	۱۴۲
چند عالی اوصاف	۱۴۲
اصلاح کا انوکھا انداز	۱۴۳

✿ بے نفسی	۱۴۴
✿ پابندیٔ وقت	۱۴۵
✿ اکابر سے استفادہ	۱۴۶
✿ ایک نرالی سوچ	۱۴۶
✿ کڑھن	۱۴۶
✿ میرے علمی محسن	۱۴۸
✿ روحانی کشش	۱۴۹
✿ استعفا	۱۴۹
✿ دل کی شہادت	۱۵۰

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد سلیم دھورات صاحب مدظلہٗ

بانی و شیخ الحدیث اسلامک دعوہ اکیڈمی، لیسٹر، برطانیہ

✿ پہلی ملاقات	۱۵۳
✿ جامع الکمالات	۱۵۴
✿ ادب اور احترام	۱۵۵
✿ نظافت ونفاست	۱۵۵
✿ علمی پختگی	۱۵۶
✿ عملی زندگی	۱۵۷

مہمان نوازی	۱۵۷
آداب المعاشرت	۱۵۸
وقت کی حفاظت	۱۵۹
اربابِ علم وفضل سے تعلق ومحبت	۱۶۰
دین سے تعلق رکھنے والی چیزوں کا احترام	۱۶۱
اسلاف سے والہانہ محبت اور عقیدت	۱۶۱
اسلاف سے کٹ گئے تو دین سے کٹ جائیں گے	۱۶۲
اصاغر پروری	۱۶۳
رجال سازی	۱۶۳
تعصّب وتحزّب سے دوری	۱۶۴
مُتَوَاصِلُ الْاَحْزَانِ	۱۶۴
فراست ودانائی	۱۶۵
اَیَنْقُصُ الدِّیْنُ وَاَنَا حَیٌّ	۱۶۵
ذوقِ مطالعہ	۱۶۶
تِلْکَ آثَارُنَا	۱۶۶
اعترافِ تقصیر	۱۶۷

حضرت مولانا محمد دودھات صاحب کونڈھوی، فلاحی مدظلہٗ استاذِ حدیث دار العلوم زکریا، جنوبی افریقہ	۱۶۸
حضرت مولانا عبّاس بن آدم سریگت ڈڈھالوی صاحب مدظلہ استاذِ حدیث دار العلوم زکریا، جنوبی افریقہ	۱۷۴

مولانا محمد حنیف صاحب رویدروی مدظلہ
امام مسجد ھدایہ ، مانچسٹر، برطانیہ

عصرِ حاضر کی ایک عبقری شخصیت	۱۸۰
سفرِ برطانیہ کے موقعہ پر حضرت دامت برکاتہم کی دو اہم نصیحتیں	۱۸۱
حضرت دامت برکاتہم کی سیاسی بصیرت	۱۸۲
یومِ آزادی اور یومِ جمہوریہ کے موقعوں سے جڑی ہوئی کچھ یادیں	۱۸۳
اسلام پسندوں کی حضرت دامت برکاتہم کی نگاہ میں قدر	۱۸۳
اسلام بیزاری اسلام کے نام پر بنائے گئے......	۱۸۴
یہ ایک سیاسی تدبیر تھی	۱۸۴
امریکی سفارت خانے کے عملے کی فلاحِ دارین میں آمد	۱۸۴
تعلیمی و تربیتی گہرے نقوش	۱۸۴

میں یہ جملے حضرت دامت برکاتہم کے لئے مستعار لیتا ہوں	۱۸۵
آہ! مقام بلند پر ہونے کے باوجود اعتراف و رجوع کی مثال.......	۱۸۵
امت کے زوال کا سبب	۱۸۶
اکابر کی اس دور کی مثال ہے حضرت دامت برکاتہم کا وجود	۱۸۶
طبائع وذوق کے لحاظ سے مشورہ	۱۸۷
دینی اور دنیوی تقسیم کو مٹانے کی کوشش اور.........	۱۸۷
حضرت دامت برکاتہم کے چند اوصافِ حمیدہ کا ذکر	۱۸۷

حضرت مولانا عبد السلام صاحب لاجپوری مدظلہ

امام و خطیب مسجد قبا، اسٹامفورڈ ھل، لندن

سعادت	۱۸۹
تیاری	۱۸۹
سرزمین کا پودرا	۱۹۰
خوش نصیبی	۱۹۰
۲۷ برس تک فلاح دارین کے منصب اہتمام پر فائز رہے	۱۹۱
اہتمام کانٹوں بھرا تاج ہے	۱۹۲
مہتمم اور صدر مدرس میں بردباری کا ہونا ضروری ہے	۱۹۲
صدقۂ جاریہ	۱۹۳

فن پڑھانے والے اساتذہ کو ترجیح دی	۱۹۳
اکابر کو فلاح دارین میں تشریف آوری کی خصوصی دعوت	۱۹۴
دور اندیشی	۱۹۴
چمن	۲۰۱
بیت الخلاء کی صفائی کا اہتمام	۲۰۱
حضرت والا کے فلاح دارین کے اہتمام سے متعلق چند اکابر کے تاثرات	۲۰۳
یہ صفت احسان نہیں ہے	۲۰۴
تصنیف وتالیف	۲۰۵
’’صدائے دل،، سے متعلق چند باتیں	۲۰۶
’’صدائے دل،، کی چند خوبیاں	۲۰۹
ثمرہ	۲۱۶
سنجیدہ مصروفیت	۲۱۶
توازن واعتدال	۲۱۶
دینی غیرت وحمیت	۲۱۶
آپ کے چند اوصاف حمیدہ کا اجمالی ذکر	۲۱۷
آپ کو کتابوں کی بہت سی عبارتیں اور اہم قطعات زبانی یاد ہوتے ہیں	۲۱۷

علمی لگن	۲۱۸
ذوقِ مطالعہ	۲۱۹
پاکیزہ ذوق	۲۲۰
علمی استفادہ	۲۲۲
ہر بات کی تحقیق کا مزاج	۲۲۴
چھوٹوں کی حوصلہ افزائی	۲۲۷
علم کی نشر واشاعت کا جذبہ	۲۳۲
سادگی	۲۳۳
تجزیہ	۲۳۴
سرپرستی	۲۳۴
افراد سازی	۲۳۵
سیاست	۲۳۵
حمیت دینی	۲۳۵
قوت حافظہ	۲۳۶
خوبی	۲۳۶
رواداری	۲۳۷
عصری حسیت	۲۳۸

حکمت	۲۳۸
ذاتی کتب خانہ	۲۳۹
کتب بینی وقطب بینی	۲۴۰
صحبت صالحین پر خود بھی عامل اور اپنی برادری کو ہمیشہ اس کی نصیحت	۲۴۰
ہر کہ خدمت کرد او مخدوم شد	۲۴۴
بزرگوں سے نصیحت کی درخواست	۲۴۶
اکابر سے مشورہ	۲۴۷
اہتمام سے متعلق حضرات اکابر کی حضرت دامت برکاتہم کو نصیحتیں	۲۵۰
السوال نصف العلم	۲۵۲
حضرت دامت برکاتہم کا حضرت مولانا علی میاں صاحب ندویؒ اور آپ کی کتابوں سے لگاؤ	۲۵۴
حضرت کے والد مرحوم بھی بزرگوں کے قدردان تھے	۲۵۴
تعمیر مسجد	۲۵۵
چند ملفوظات	۲۵۶
اہنسا کے اصول پر کون عمل پیرا ہے	۲۵۶
مسلمان قوم کی بے حسی	۲۵۶

❁ اظہار خوشی کا ایک طریق	۲۵۹
❁ صفائی	۲۶۰
❁ مٹنے والوں کی رہی ہمیشہ اونچی منزل	۲۶۲
❁ یہ بھی اسراف ہے	۲۶۲
❁ مسلمان رحمت پسند نہ کہ دہشت پسند	۲۶۳
❁ درد دل	۲۶۴
❁ قومی تباہی کے دو سبب	۲۶۴
❁ ہر چیز کا الزام مولوی پر کیوں؟	۲۶۵
❁ تفہیم کا ملکہ حاصل کرنے کے لئے معارف الحدیث کے مطالعہ کا مشورہ	۲۶۵
❁ ہمارے اکابر ایسے تھے	۲۶۶
❁ حضرت دامت برکاتہم العالیہ کی طرف سے چند مفید کتابوں کی نشاندہی	۲۶۷
❁ عزم وحوصلہ	۲۷۰
❁ دعائیہ کلمات	۲۷۰

حضرت مولانا مفتی زکریا آکودی صاحب مدظلہ

صدر مدرس مدرسہ اسلامیہ ، ماؤنٹ پلیزنٹ، باٹلی، برطانیہ

❁ سحر خیزی	۲۷۳

پابندی وقت	۲۷۳
تعلیم کے تعدد طرق	۲۷۴
اعلیٰ زبان سیکھنا	۲۷۵
کتابوں سے محبت	۲۷۵
مزاج سناشی	۲۷۶
انکساری	۲۷۶
چھوٹوں کی ہمت افزائی	۲۷۷
حب جاہ سے کوسوں دور	۲۷۷
صبر وتحمل	۲۷۸
دوسروں کے جذبات کا خیال	۲۷۸
حضرت کی بات ہر وقت جامع اور مفید	۲۷۸
بزرگوں سے خط وکتابت	۲۷۹
سیرت نبوی ﷺ کی اہمیت	۲۷۹
حضرت مولانا علی میاںؒ	۲۸۰
استغناء	۲۸۱
مکتب کے مدرسین	۲۸۱
مکتب کے مقاصد حضرت کے زبانی	۲۸۲

درج ذیل حضرت سے سنے ہوئے چند واقعات ہیں	٢٨٣
حضرت مولانا مفتی موسی بدات صاحب مدظله **مجاز بیعت حضرت مولانا مفتی محمود صاحب گنگوهی نورالله مرقده**	٢٨٦

حافظ ابراهیم بن مولانا عبد الله کاپودروی مدظله

استاذ حفظ، دارالعلوم لندن

محرک	٢٩٠
سید القوم خادمهم	٢٩١
نگرانی	٢٩١
طلباء کی راحت کا خیال	٢٩٢
مہتمم ہو تو ایسا	٢٩٢
حاضری اور اصلاح	٢٩٢
معمولات کی ادائیگی	٢٩٣
تیقظ و بیداری وقت کی اہم ضرورت ہے	٢٩٣
پابندیٔ وقت اور اس کا طلباء پر اثر	٢٩٣
طلباء ایسی دعا بھی کرتے تھے	٢٩٣

❁ تربیت طلباء	۲۹۴
❁ صفائی اور عملی دعوت	۲۹۴
❁ صفائی کا خوب خیال فرماتے	۲۹۵
❁ مجھے فلاح دارین کی یاد آ گئی	۲۹۵
❁ اخبار بینی اور قیلولہ	۲۹۵
❁ نماز کی ادائیگی	۲۹۵
❁ بچوں کے حلقے لگواتے اور انہیں دعائیں یاد کرواتے	۲۹۶
❁ والد صاحب کے مغرب بعد کے معمولات	۲۹۶
❁ مطالعہ اور بچوں کی خصوصی نگرانی	۲۹۶
❁ حضرت والد صاحب کے جمعرات اور جمعہ کی مصروفیت کا ایک خاکہ	۲۹۶
❁ اخلاق سے جِیا کرتے ہیں اخلاق سے مارا کرتے ہیں	۲۹۷
❁ استقبال	۲۹۷
❁ نسبت کی قدر	۲۹۹
❁ ایک نشہ ایسا بھی	۳۰۰
❁ نئ کتب کی خریداری کا شوق اور ایک انوکھا معمول	۳۰۰
❁ ذوق مطالعہ	۳۰۱

۞ مطالعہ کیا ہے؟	۳۰۳
۞ کامل رہبر قاتل رہزن دل سا دوست نہ دل سا دشمن	۳۰۴
۞ محنتی طلباء سے بہت محبت فرماتے	۳۰۵
۞ اساتذہ سے حسن سلوک	۳۰۵
۞ صلاحیت کی قدر	۳۰۶
۞ تنخواہ کی کمی بھی کبھی مہمان نوازی کے آڑے نہیں آئی	۳۰۷
۞ تعلیمی ادارے دیکھنے کا شوق	۳۰۷
۞ لائبریریاں دیکھنے کا شوق	۳۰۸
۞ بزرگوں سے تعلق	۳۰۹
۞ گجرات میں بھی ندوہ ہے	۳۰۹
۞ اے گجراتیو! ان کی قدر کرو	۳۰۹
۞ مجھے تو مولانا عبداللہ کاپودروی کے گھر جانا ہے	۳۱۰
۞ ائمۂ حرم کے ساتھ افطار میں شرکت	۳۱۱
۞ آپ کو میرے ساتھ ہی رہنا ہے	۳۱۲
۞ آپ کی وجہ سے ہمیں پورے سفر میں بہت آرام ملا	۳۱۳
۞ تمہیں مستقل طور پر کینیڈا نہیں رہنا ہے	۳۱۴
۞ آپ بھی کبھی ہمارے یہاں تشریف لائیے	۳۱۴

۞ یہ گجرات کے بہت بڑے عالم ہیں	۳۱۴
۞ آبدیدہ ہوکر باہر آئے	۳۱۵
۞ آپ نے میری راحت رسانی کا خوب خیال فرمایا	۳۱۶
۞ گجرات کے ایک شخص سے مجھے بہت امیدیں ہیں	۳۱۶
۞ مسیح الامت کی خصوصی شفقت	۳۱۷
۞ اپنے مقامی علماء کی قدر کرو	۳۱۷
۞ آپ بھی بڑے اچھے مقرر ہیں	۳۱۸
۞ آپ کے والد صاحب ہماری جماعت کے امیر تھے	۳۱۹
۞ دین کی خاطر آرام دہ سفر کو چھوڑ دیا	۳۱۹
۞ صل من قطعک واعف عمن ظلمک واحسن الی من اساء الیک کی جیتی جاگتی تصویر	۳۲۰
۞ جوڑ کو پسند فرماتے ہیں اور توڑ کو ناپسند	۳۲۱
۞ حضرت مولانا مجاہد الاسلامؒ کو دعوت گجرات	۳۲۳
۞ سید حامد حسن کی فلاح دارین میں آمد	۳۲۳
۞ اہل فن کی قدر	۳۲۳
۞ الحکمۃ ضالۃ المومن	۳۲۳
۞ ایک خواہش کا اظہار	۳۲۴

۳۲۴	علم کا سرچشمہ اللہ تعالی کی ذات ہے
۳۲۵	اساتذۂ مکاتب ان باتوں کی طرف خصوصی توجہ دیں
۳۲۶	اسکول جانے والے مسلم بچوں کے ایمان وعقائد کی خصوصی فکر

۳۲۸	از: حضرت مولانا عبدالحئی سیدات صاحب مدظلہ، باٹلی، یوکے ناؔدر لاجپوری
۳۳۰	کہتے ہیں ترا علم سمندر کی طرح ہے، آثر صدیقی صاحب

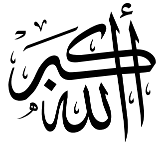

وجہ تالیف

بسم اللہ الرحمن الرحیم

محترم قارئین! استاذ الاساتذہ، مفکرملت، سابق مہتمم دارالعلوم فلاح دارین، ترکیسر، گجرات، الہند حضرت مولانا عبد اللہ صاحب کاپودروی دامت برکاتہم العالیہ کی زندگی کے چند گوشوں پر مشتمل ایک مضمون مولانا محمد ادریس صاحب کولیا، کوسمبوی مدظلہ نے حال مقیم لیسٹر وشیخ الحدیث دارالعلوم لیسٹر نے تیار کیا تھا اس کو پڑھ کر دلی مسرت ہوئی اور میں نے اس پر انہیں مبارکبادی کے لئے فون کیا اور ان سے درخواست کی کہ آپ حضرت دامت برکاتہم العالیہ کی زندگی پر ایک مفصل کتاب تیار کریں۔

اس پر مولانا نے مجھ سے یہ کہا کہ آپ خود ہی اس کام کا بیڑا اٹھائے تو بہتر ہوگا، چنانچہ میں نے ان کی فرمائش پر حامی بھرلی اور پھر حضرت الاستاذ سے بھی اس کے لئے اجازت طلب کی گئی، اور پھر مشورہ سے یہ طے ہوا کہ چند حضرات علماء کرام سے حضرت دامت برکاتہم العالیہ کی شخصیت پر مضمون تیار کرنے کو کہا جائے تاکہ اس طرح حضرت دامت برکاتہم العالیہ کی حیات و خدمات پر مشتمل مزید چند باتیں اور حالات منظر عام پر آجائیں اور اس طرح عوام وخواص کو اس سے استفادہ کا موقع میسر آئے، چنانچہ الحمد للہ اس طرح ایک اچھا خاصا مواد جمع ہوگیا اور اب یہ کتاب آپ کے ہاتھوں میں ہے۔

میرے اس کام میں مولانا محمد ادریس صاحب کوسمبوی مدظلہ اور مولانا خلیل احمد قاضی لاجپوری سلمہ حال مقیم، باٹلی، یو، کے نے ہاتھ بٹایا اور اسی طرح

اور بھی جن جن لوگوں نے دامے، درمے، سخنے اور مضمون لکھ کر اس میں اپنا حصہ ڈالا میں ان تمام حضرات کا دل کی گہرائیوں سے شکریہ ادا کرتا ہوں اور دعا گوہوں کہ اللہ تعالیٰ انہیں دارین میں اس کا بہترین صلہ نصیب فرمائے، آمین

اس کتاب کے منظر عام پر لانے کا مقصد مولانا محمد ادریس صاحب کوسموی مدظلہ نے اپنی تحریر میں بخوبی واضح فرمادیا ہے میں اسی کو بعینہ یہاں نقل کر دیتا ہوں وہ مقصد یہ ہے کہ حضرت مولانا عبداللہ صاحب کاپودروی، دامت برکاتہم و مد فیوضہم نے اپنے عمر عزیز کا ستّین سے زائد حصہ، علمی دینی قومی اور ملی خدمات میں گذارا اور نا قابل فراموش نقوشِ حیات اور نمونے قوم و ملت کے لئے چھوڑے، اور اپنے خون پسینہ سے سینچے ہوئے ایک علمی ادارہ کو ترقی کے عروج پر پہونچا کر علمی و دینی خدمات کے قابل افراد تیار کئے تو حضرت والا کی زندگی کے واقعات اور خدمات ہمارے لئے مشعلِ راہ بنیں، اور کسی قدر آپ کے احسانات، محبتوں اور شفقتوں کا اخلاقی حق ادا ہو۔

اخیر میں دعا گوہوں کہ اللہ تعالیٰ حضرت دامت برکاتہم العالیہ کا سایہ عاطفت عافیت کے ساتھ ہم پر تادیر قائم فرمائے، اور ہمیں حضرت والا کے فیوض سے مستفیض ہونے کے مزید مواقع نصیب فرمائے، آمین۔

محتاج دعا

(حضرت مولانا) عبدالرؤف (صاحب) لاجپوری (مدظلہ)

حال مقیم، باٹلی، برطانیہ

۲۱/رجب المرجب ۱۴۳۸ھ: مطابق: ۱۸/اپریل ۲۰۱۷ء

اظهار مسرت

السلام علیکم و رحمة الله

محترم ناظرین ! زیرِ نظر کتاب ’تذکرۃ الرئیس‘ ہمارے قابل احترام استاذ، مشفق ومکرم مربی، قوم وملّت کے دردمند، مفکر ملّت فخر گجرات، رئیس الجامعہ فلاح دارین، حضرت مولانا عبداللہ صاحب کاپودروی، دامت برکاتہم و مدفیوضھم نے اپنے عمر عزیز کا ستّین سے زائد حصہ، علمی دینی قومی اور ملی خدمات میں گذارا اور نا قابل فراموش نقوشِ حیات اور نمونے قوم وملت کے لئے چھوڑے، اوراپنے خون پسینہ سے سینچے ہوئے ایک علمی ادارہ کوترقی کے عروج پر پہونچا کر علمی ودینی خدمات کے قابل افراد تیار کئے، جن کی یاد میں آپ سے محبت اور تعلق رکھنے والے احباب نے اپنے اپنے انداز میں مضامین تیار کر کے بھیجے،، آپ کے شاگرد حضرت مولانا عبدالرؤف صاحب زید مجدہٗ نے انہیں مرتب اور طباعت کرا کے آپ کی خدمت میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کی ہے، تا کہ حضرت والا کی زندگی کے واقعات اور خدمات ہمارے لئے مشعلِ راہ بنیں، اور کسی قدر آپ کے احسانات، محبتوں اور شفقتوں کا اخلاقی حق ادا ہو، جزاہ اللہ خیرالجزاء۔

(حضرت مولانا) محمد ادریس فلاحی، کوسمبوی (مدظلہٗ)

کلمات تشکر

بخدمت جناب مولانا عبدالرؤف صاحب زید مجدہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

بعدہ، معلوم ہوا کہ ہمارے دوست جناب مولانا ادریس فلاحی کوسمبوی صاحب کا ہمارے والد محترم حضرت مولانا عبداللہ صاحب اطال اللہ فیوضہم کے متعلق لکھا ہوا رسالہ اور محبت نامہ، ہمارے مہتمم، ہمارے مربی، آپ کے پاس پہونچا اور آپ نے اسے قدر کی نظر سے دیکھا، اور چونکہ میرے والد محترم آپ کے بھی استاذ رہے ہیں، اس لئے آپ نے اظہار محبت میں افادہ عامہ کے ارادہ سے اسے طباعت کرنے کا ارادہ کیا اور اس کی اجازت چاہتے ہیں، اس سلسلہ میں عرض یہ ہے کہ مولانا ادریس صاحب فلاح دارین کی طالب علمی میں ہمارے ہم جماعت تھے، ہماری ایک اچھی جماعت تھی، اچھے ساتھی اور دوست احباب تھے، اپنے علمی مشغلہ میں محنت کرنے والے اور اساتذہ کرام سے محبت اور ان کی خدمت اور قدر کرنے والے ساتھی تھے، جن میں یہ ہمارے دوست مولانا ادریس صاحب بھی تھے، اور ان کا خصوصی تعلق حضرت مولانا ابراراحمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے بھی تھا، اور خاص کر ہمارے والد محترم سے ان کا قلبی تعلق تھا، اور حضرت والد صاحب سے اچھی خاصی قربت حاصل تھی، اور آج تک ان کا تعلق ہمارے والد محترم سے قائم ہے، فون اور خط وکتابت بھی کرتے رہتے ہیں، چونکہ وہ ہمارے والد صاحب کے قریب رہے ہیں اس لئے بہت سے ایسے واقعات جوانہوں نے اپنے مکتوب میں پیش کئے ہیں جس

نے ہماری طالب علمی کا دور یاد دلایا ہے، اور حضرت والد صاحب کی محبت اور قدر ومنزلت میں ازدیاد کا باعث بنا ہے، یہ رسالہ جب میرے پاس پہونچا تھا اسی وقت میں نے اس کی طباعت کا تقاضا کیا تھا مگر ہمارے دوست مولانا ادریس صاحب ہچکچا رہے تھے، اور آج جب بھائی مولانا اسماعیل صاحب نے انڈیا سے مجھے فون پر بتایا کہ آپ اسے اپنی محبت اور قدردانی میں چھپوانا چاہتے ہیں، تو واقعی مجھے بڑی خوشی ہوئی، اور ہر اس عالم دین کو خوشی ہوگی اور ان کی دلی دعا آپ کو ملے گی جن کا ہمارے حضرت والد صاحب سے کسی نسبت سے تعلق ہے، اور سنا ہے کہ اور بھی ہمارے معزز ومکرم احباب جن کا ہمارے والد صاحب سے قریبی تعلق رہا ہے ان کے قلبی تاثرات کا بھی اس رسالہ میں اندراج کیا جارہا ہے تو امید ہے کہ یہ ایک کتاب کی شکل میں بہت مفید ثابت ہوگی، ہماری طرف سے آپ کو صرف طباعت کی اجازت ہی نہیں، بلکہ قلبی دعائیں ہیں کہ آپ نے ہم بھائیوں کی طرف سے اور حضرت والد صاحب کے تلامذہ کی طرف سے قابل قدر حق ادا کیا، اور ہمارے دوست جناب مولانا ادریس صاحب کے لئے بھی دلی دعائیں ہیں، اللہ تعالی اس کتاب کو مفید اور مقبول بنائے، آمین

جزاکم الله تعالی فی الدارین احسن الجزاء

(صاحبزادہ مولانا) محمد ابن حضرت مولانا عبداللہ صاحب کاپودروی،

ازافریقہ، ملاوی

یکم جمادی الاولیٰ، ۱۴۳۸ھ مطابق ۲۹، جنوری ۲۰۱۷ء

سفینہ چاہیے اِس بحرِ بے کراں کے لیے

حضرت مولانا عبد اللہ صاحب کاپودروی دامت برکاتھم

﴿سابق رئیس دارالعلوم فلاح دارین ترکیسر، ضلع سورت، گجرات، انڈیا﴾

مفکر ملت حضرت مولانا عبد اللہ صاحب کاپودروی دامت برکاتہم (ولادت ۱۹۳۳ء) صوبۂ گجرات کے مایۂ ناز سپوت، مفکر ملت، فخرِ گجرات، عربی واردو کے مایۂ ناز ادیب، رئیس العلماء، قافلہ علم وفضل کے فردِ یگانہ، مرجع العلماء والطالبین ومحبوب العلماء والصالحین، علم دوست وعلماء نواز شخصیت، عاشقِ کتب، فنافی العلم، فاضل جامعہ ڈابھیل، رئیس وسرپرست دارالعلوم فلاحِ دارین ترکیسر، رُکنِ شوریٰ دارالعلوم وقف دیوبند وجامعہ عربیہ ہتھورا، رکن آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ و رابطہ ادبِ اسلامی ہند، سرپرست جامعہ اسلامیہ اشاعت العلوم اکل کوا و مدارسِ عدیدہ، مؤلف کتبِ کثیرہ مفیدہ ومُجازِ بیعت از جماعتِ صوفیا۔ برما میں آنکھیں کھولیں، ابتدائی تعلیم اپنے اقامتی وطن کاپودرا میں حاصل فرمائی۔ جامعہ ڈابھیل میں خطمۂ فراغ پڑھا، دارالعلوم دیوبند میں قیام فرما کر اجلۂ علماء سے اکتساب فیض فرمایا۔آپ کے اساتذہ میں حضرت علامہ فخرالدین صاحب مرادآبادیؒ، علامہ بلیاویؒ، مفتی مہدی حسن صاحب شاہ جہاں پوریؒ، مولانا احمد نور صاحب پشاوریؒ، شیخ محمود عبدالوہاب محمود مصریؒ، مولانا فخرالحسن صاحب دیوبندیؒ، حضرت مولانا سید حسن صاحب دیوبندیؒ، حضرت مولانا سید اختر حسین صاحب دیوبندیؒ، حضرت مولانا معراج الحق

صاحب دیوبندیؒ، حضرت مولانا نصیر احمد خان صاحب بلند شہریؒ، شیخ الادب حضرت مولانا اعزاز علی صاحب دیوبندیؒ، حضرت مولانا عبد الجبار صاحب اعظمیؒ اور حضرت مولانا عبد الرؤف صاحب پشاوریؒ وغیرہم ہیں۔ شیخ عبد الفتاح ابوغدہ، شیخ نادی درویش، شیخ احمد قلاش، شیخ ناجی، شیخہ فاطمہ بنت احمد، شیخ مالک بن عربی وغیرہ علمائے عرب سے اجازتِ حدیث حاصل فرمائی۔

تقریباً ایک درجن سے زائد کتب آپ کے بہار آفریں قلم سے نکل کر عوام و خواص سے خراج تحسین وصول کر چکی ہیں، جن میں اضواء علی تاریخ الحرکۃ العلمیہ، شرح دیوان امام شافعیؒ، بدر الدین عینیؒ اور رشد و ہدایت کے منار قابلِ ذکر ہیں۔ بقول مولانا مختار احمد صاحب فاروقی علمی جاہ و جلال، عربی، اردو ادب کا صاف ستھرا ذوق، تاریخی عبور، مثالی تفکر و تدبر، اعلیٰ درجے کا حسنِ انتظام، حسن اخلاق جوہر شناسی، معاملہ فہمی، مستقبل کا ادراک، مثالی تربیت، خوابیدہ صلاحیتوں کا ادراک، اصابتِ رائے و دیگر صلاحیتوں اور اوصاف نے حضرت مولانا کو ایسی جامعیت اور مرکزیت عطا کی ہے جس کی مثال گجرات کے ماضی قریب میں ملنی مشکل ہے، بالخصوص گجرات کے جنوبی خطے میں علمی بہار اور علمی وقار تو آپ کے فیض یافتہ تلامذہ سے ہی قائم ہے۔ ’’جامعہ فلاح دارین ترکیسر‘‘ کا آپ کا دورِ اہتمام اس کا زریں عہد ہے، آپ نے اس کو شہرت کے آسمانِ ہفتم تک پہنچایا، ہر سطح پر اس کو علمی وقار بخشا اور اس کے نصابِ تعلیم و نظامِ تربیت کو متحرک و زندۂ جاوید بنایا۔ علماء کی قدردانی، عزت افزائی کی وجہ سے آپ کے زمانے میں جامعہ بین الاقوامی اساتذہ و فضلا کا مرکز بن

گیا تھا۔ فنِ تفسیر، فنِ حدیث، فنِ تجوید، فنِ ادب کے شعبوں میں ہر متعلقہ استاذ یکتائے زمانہ ہوتا تھا۔ جس کی مقناطیسیت کی وجہ سے ہر جگہ کا طالب علم یہاں کھنچا چلا آتا تھا۔ یہ تو بطور نمونہ چند سطور حضرت دامت برکاتہم کی شان میں لکھ دی گئی ہیں۔ ورنہ حقیقت یہ ہے کہ ع......سفینہ چاہیے اِس بحرِ بے کراں کے لیے۔ (تذکرہ حضرت مولانا عبدالرؤف صاحب پشاوریؒ، ص ۸۸)

الله أكبر

☆......فتحِ باب......☆

اس ناچیز کی ولادت ''برما'' کے شہر ہیہو (Heho) میں ۱۹۳۳ء مطابق ۱۳۵۲ھ میں ہوئی۔ والد مرحوم عرصے سے ''برما'' میں مقیم تھے اور تجارت کرتے تھے، مگر بعض حالات کے سبب ۱۹۳۵ء میں ہندوستان واپس تشریف لائے تو ہم سب بھائی بہن بھی ہندوستان آگئے۔ ۱۹۳۷ء میں مجھے دینی مکتب اور گاؤں کے مقامی سرکاری اسکول میں داخل کردیا گیا۔ ۱۹۴۴/۴۵ء تک ''کاپودرا'' تعلقہ انکلیشور میں قرآن مجید، ناظرہ اور ابتدائی دینی تعلیم مکمل کرلی اور سرکاری اسکول میں درجۂ پنجم تک تعلیم مکمل کرکے ''جامعہ اسلامیہ ڈابھیل'' میں فارسی و عربی تعلیم کے لیے داخل کردیا گیا۔ درمیان میں کچھ مدت ''دارالعلوم دیوبند'' جاکر ''کنز الدقائق'' وغیرہ کتابیں پڑھیں، مگر صحت کی خرابی کے سبب پھر گجرات واپس آکر ''جامعہ ڈابھیل'' میں عالمیت کا کورس مکمل کیا۔ رسمی فراغت کے بعد ''مجلس خدام الدین'' سملک ڈابھیل اور ''جامعہ اسلامیہ ڈابھیل'' میں تعلیمی خدمات انجام دیں۔ ۱۹۵۹/۶۰ء میں حضرت مولانا اسماعیل گارڈیؒ کے فرزندوں کے اتالیق کی حیثیت سے دو سال ''دارالعلوم دیوبند'' میں قیام رہا، اوراس موقعے کو غنیمت جان کر وہاں کے جلیل القدر اساتذہ اور سہارن پور، گنگوہ اور جلال آباد کے مشائخ سے استفادہ کرتا رہا۔ ۱۹۶۰ء کے اواخر میں پھر ''جامعہ اسلامیہ ڈابھیل'' کے مہتمم صاحب مولانا محمد سعید بزرگؒ کی دعوت پر ''جامعہ'' میں تنظیمی اور تعلیمی کام پر مامور ہوا۔ ۱۹۶۵ء کے اواخر تک قیام کے بعد مولانا غلام محمد نور گتؒ اور اہالیانِ ترکیسر کی

پُرخلوص دعوت پر ''دارالعلوم فلاحِ دارین'' کی ملازمت قبول کرلی۔

اللہ تعالیٰ نے اساتذۂ کرام اور بزرگوں کی دعاؤں کی برکت سے مسلسل ۲۷؍سال تک کام کرنے کی توفیق مرحمت فرمائی۔ان ۲۷؍سالوں میں تدریس بھی کی اور تعلیمی نگرانی بھی۔''دارالعلوم'' کے انتظامی امور کی ذمے داری بہت کم عمری میں یعنی ۳۳؍سال کی عمر میں سنبھالنے کی نوبت آئی،اس لیے بار بار اساتذہ اور اپنے اکابر کی خدمت میں حاضری دے کر مشورہ کرتا اور ان ہی کی رہنمائی میں ٹوٹی پھوٹی خدمت انجام دیتا رہا،اللہ تعالیٰ قبول فرما کر نجات کا ذریعہ بنائے۔آمین!

اللہ تعالیٰ نے اس ناچیز کے مقدر میں مختلف ملکوں کے اسفار بھی لکھ دئے تھے،اس لیے ملک اور بیرونِ ملک اسفار کا سلسلہ جاری رہا۔مدارس کا سفر، تعلیمی کانفرنسوں میں شرکت،ادبی انجمنوں میں حاضری،فراہمیٔ کتب کے سلسلے میں عرب ممالک کا سفر وغیرہ اسفار کے دوران بہت معروف اور وقت کے مقتدر علماء کی زیارت وملاقات اوران سے استفادے کی سعادت ملی۔

ان روشن ضمیر بزرگوں اور اصحابِ علم وفکر علماء کی ملاقات وصحبت سے راقم الحروف کو بہت کچھ سیکھنے اور سمجھنے کا موقع ملا،اور زندگی کی راہ ملی۔عرصے سے خیال آتا تھا کہ جن برگزیدہ شخصیات کو دیکھنے،یا ان سے استفادہ کرنے کا موقع ملا ہے ان کو مختصراً لکھ کر جمع کرلوں تا کہ اس کا اندازہ ہوسکے کہ کسی فرد کی کردارسازی اور اس کی ذہنی وفکری تربیت میں کتنے علماء کی محنتوں اور ان کی توجہات کا دخل ہوتا ہے۔ (رشد وہدایت کے منار،ص ۱۹،۲۱)

مختصر خودنوشت سوانح
از قلم
حضرت مولانا عبداللہ صاحب کاپودروی دامت برکاتہم العالیہ

ولادت و خاندان کے بارے میں

میرے والد صاحب کا اصل وطن جیتالی تحصیل انکلیشور، ضلع بھروچ (صوبہ گجرات) ہے، انگریزوں کے دور میں ہر گاؤں کے پٹیل (مکھیہ) کو کافی اختیارات ہوتے تھے، وہ گاؤں کا حاکم سمجھا جاتا تھا، عرصہ سے گاؤں کی یہ سرداری ہمارے خاندان میں تھی، دادا جان ۱۸۷۵ء میں پیدا ہوئے اور ۱۹۰۹ء میں ان کا انتقال ہوا، دادا جان کا نام حسین قاسم پٹیل تھا، وہ باوقار اور سادہ زندگی گذارتے تھے، اور علاقہ میں احترام کی نظر سے دیکھے جاتے تھے، دادا جان صاحب اولاد تھے، لڑکوں میں ابراہیم، محمد، اسماعیل، موسیٰ، اور احمد نامی پانچ لڑکے تھے اور چار لڑکیاں تھیں، خاندانی شجرہ گجراتی اور انگریزی میں چھپا ہوا ہے۔

دادا جان کا جب انتقال ہوا تو میرے والد مکرم ۱۰/۱۱ سال کی عمر کے تھے، جوناگڈھ میں چچا کے ساتھ رہ کر انگریزی پڑھتے تھے، پھر کچھ ایسے حالات پیش آئے کہ تعلیم چھوڑ کر ملازمت اختیار کی، قریب کی ایک بستی میں گجراتی اسکول میں ماسٹر کی حیثیت سے کام شروع کیا۔

کچھ عرصہ ملازمت کرنے کے بعد ایک ہم پیشہ ماسٹر صاحب کی

ترغیب سے ''برما'' کا سفر کرنے کا ارادہ کیا، اس دور میں ''برما'' تجارت اور دیگر حیثیت سے بہت معروف تھا، والد صاحب نے رنگون اور دیگر کچھ شہروں میں کام کیا۔

کاپودرا میں والد صاحب کے حقیقی ماموں ابراہیم قاسم پٹیل تھے، کاپودرا کے پٹیلوں میں ان کا شمار ہوتا تھا، ان کی اکلوتی صاحبزادی ''آمنہ'' سے نکاح ہوا، اور نانا جان کی ترغیب سے بعد میں جیتالی کی بجائے کاپودرا میں مکان خرید ا گیا۔

۱۹۲۵ء تک برما میں رہے، ان کے بعد ہندوستان واپسی ہوئی اور والد صاحب نے اپنے حقیقی بھائی محمد پٹیل کے ساتھ اشتراک کر کے انکلیشور میں کپڑوں کی تجارت کی، مگر غالباً اس میں خاطر خواہ کامیابی نہیں ہوئی، اس لئے چار پانچ سال تجارت کرنے کے بعد پھر برما کا سفر کیا۔

برما میں شان اسٹیٹ نامی صوبہ کے ھیہو (Heho) نامی بستی میں تجارت شروع فرمائی، ۱۹۳۳ء (۱۳۵۲ھ) میں اسی شہر میں بندہ کی پیدائش ہوئی، مجھ سے پہلے پانچ بہنوں کی پیدائش تھی اس لئے خاندان میں خوشی کی لہر دوڑ گئی۔

برما میں علماء کرام کے ساتھ والد صاحب کا عقیدت مندی کا تعلق تھا، اور ہندوستان میں حضرت مولانا عیسیٰ صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ خلیفۂ حضرت اقدس مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے ساتھ بھی خط و کتابت جاری تھی، نیز خود حکیم الامت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے

بھی گاہ بگاہ خط و کتابت کرتے تھے، ان تمام بزرگوں سے میرے لئے دعا کراتے رہے۔

والد صاحب کے پرانے خطوط میں ایک خط ہے جس میں والد صاحب نے حکیم الامت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے دعا کی درخواست کی ہے: حضرت نے حاشیہ پر تحریر فرمایا: ''دعا کرتا ہوں''

میری عمر دو ڈھائی سال کی ہوگی کہ ۱۹۳۵ء کے اواخر میں والد صاحب نے برما سے پھر ہندوستان کا رخ کیا، چونکہ جیتالی میں مکان فروخت کر چکے تھے اس لئے کاپودرا میں قیام فرمایا۔

یہ وہ زمانہ تھا کہ حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی شہرت ملک کے کونے کونے میں پھیلی ہوئی تھی، والد صاحب عرصہ سے خط و کتابت کے ذریعہ بیعت ہو چکے تھے، اب اجازت طلب کر کے تھانہ بھون بھی حاضر ہوئے اور اپنے شیخ کے فیوض سے مستفید ہوئے۔

اس زمانہ میں ڈابھیل میں علامہ شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، علامہ بدر عالم میرٹھی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، علامہ انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بھی تشریف لائے، والد صاحب ان کی خدمت میں بھی حاضر ہوتے رہتے۔

علامہ بدر عالم میرٹھی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، علامہ بنوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور مفتی مہدی حسن صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو کاپودرا بھی مدعو کرتے رہتے۔ علماء راندیر میں مولانا محمد حسن صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، مولانا حکیم

ابراہیم صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، مولانا اشرف صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ وغیرہم سے اچھے تعلقات تھے۔

والد صاحب نے زیادہ دینی تعلیم حاصل نہیں کی تھی، مگر قرآن مجید کی تلاوت کی پابندی، دینی کتابوں کا مسلسل مطالعہ، علماء وصلحاء کی صحبت کے سبب کافی معلومات رکھتے تھے، اور عقائد اور اعمال میں بہت ہی پختگی تھی۔

ان اکابر کی صحبت کا نتیجہ تھا کہ والد صاحب نے میری تربیت سختی کے ساتھ کی اور بچپن سے ہی جماعت کی پابندی اور تلاوت کی عادت ڈالی۔

فجزاهم الله احسن الجزاء

ہمارے خاندان میں جو جیتالی میں رہتے ہیں عموماً اعلیٰ انگریزی تعلیم کا رواج تھا، چنانچہ بعض چچا جج تھے، کوئی تحصیل دار تھا، کوئی فوج دار تھا، اور ان کے لڑکے وکیل تھے، اس لئے خاندان والوں کا رجحان مجھے بھی انگریزی تعلیم دلوانے کا تھا، مگر والد صاحب نے جب مجھے دینی تعلیم دلانے کی نیت کر لی تھی، اور باوجود اس کے کہ اقتصادی حالات بہت ہی نامساعد ہو گئے تھے جس کا تقاضہ تھا کہ مجھے انگریزی تعلیم دلوا کر افریقہ بھیج دیتے یا حکومت میں کوئی ملازمت کی سعی کرتے مگر انہوں نے زندگی بھر تکلیف برداشت فرمائی اور مجھے علوم دینیہ کی تحصیل اور اس کے راستہ میں مجاہدہ کرنے کی تلقین کرتے رہے۔

اس زمانہ میں مجھے اس کا احساس نہیں ہوسکتا تھا کہ والد صاحب نے کتنی بڑی قربانی دی ہے، مگر اب میں ان حالات کو سوچتا ہوں تو والدین کے لئے دل سے دعا کرتا ہوں کہ دنیوی آسائشوں کو چھوڑ کر انہوں نے مجھے اس

مبارک علم کے حصول پر لگایا۔

اگر والدین کی یہ استقامت نہ ہوتی تو آج میں بھی حکومت کے دفتر میں ہوتا یا افریقہ کے کسی شہر میں زندگی گذرتی۔ اللہ تعالیٰ ان کی اس عظیم قربانی کو قبول فرما کر بلند درجات نصیب فرماوے، آمین۔

کاپودرا میں حضرت اقدس تھانوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے بیعت کرنے والوں کی اچھی تعداد تھی، وہ سب حضرات میرے پھوپھا محمد پانڈور، جو مولوی صاحب کے نام سے مشہور تھے۔ مکان پر ظہر سے عصر تک حضرت تھانوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مواعظ کا مذاکرہ کرتے تھے، پھوپھا جان پڑھتے تھے، اور دوسرے حضرات سنتے، کبھی کبھی خاص انداز میں مثنوی بھی پڑھتے تھے۔ میں کبھی کبھی والد صاحب کے ساتھ اس مبارک مجلس میں شریک ہوتا، کم سنی کے سبب مواعظ تو سمجھ میں نہیں آتے، مگر اسی وقت سے مدرسہ میں داخل ہو کر علم سیکھنے کا جذبہ پیدا ہوتا گیا، اس میں کوئی شبہ نہیں کہ اس رجحان میں ان مبارک مجلسوں کا اثر تھا۔

میری طالب علمی اور اساتذۂ کرام

بندہ کی ابتدائی تعلیم کاپودرا تحصیل انکلیشور ضلع بھروچ کے مدرسہ اسلامیہ نامی مدرسہ میں شروع ہوئی، مکرم جناب حافظ ابراہیم بن اسماعیل ملّاںؒ جو عمرواڈہ کے باشندے تھے سب سے پہلے استاد تھے، الف با سے قرآن مجید مکمل اور اردو قاعدے سے تعلیم الاسلام، بہشتی ثمر کے دو حصے اور چہل سبق تک ان کے پاس اسباق ہوئے، اسکول کی تعلیم درجہ پانچ تک ہوئی، جو گاؤں کے

اسکول میں ہوئی تھی، ۱۹۴۴ء میں جامعہ اسلامیہ ڈابھیل میں داخلہ ہوا۔

درجۂ فارسی اول اور دوم مولانا داؤد کفلیتوی اور مولانا عبدالحی بن مفتی اسماعیل بسم اللہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے پڑھا، درجۂ عربی اول بھی مولانا عبدالحی بسم اللہ ڈابھیلی مرحوم سے پڑھا، مولانا عبدالحی بسم اللہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ایک قابل اور اردو، فارسی کے باذوق استاد تھے، اسباق کی تفہیم کا خاص انداز رکھتے تھے، بندہ کے بہت شفیق استاد اور مربی تھے، چنانچہ فارسی کی درسی کتابوں کے علاوہ اخلاق محسنی اور یوسف زلیخا کا خصوصی طور پر درس دیا، ان کا مکان ڈابھیل گاؤں میں تھا مگر مدرسہ کے احاطہ میں بھی ایک کمرہ تھا جس میں عربی، اردو، فارسی کی مختلف کتابیں رکھی رہتی، بندہ کا خادم کی حیثیت سے کمرہ میں جانا آنا رہتا، تو مختلف کتابوں کے مطالعہ کی ترغیب دیتے۔

اسی کمرہ میں مولانا شبلی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی ''الفاروق'' رکھی تھی، میں نے اس کا مطالعہ کرنا شروع کر دیا، اور اس کتاب کے پڑھنے میں اتنا لطف آیا کہ چند روز تک اسی میں منہمک رہا، اور غالباً مجھے کتب بینی کا شوق اسی کتاب کے مطالعہ سے پیدا ہوا، سیرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ وغیرہ کتب بھی اسی سال دیکھیں۔

قرآن مجید کی تعلیم قاری بندہ الٰہی میرٹھی صاحب مدظلہ اور کچھ قاری محمد حسن صاحب امروہی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے حاصل کی، عربی دوم کی کتابیں نور الایضاح، قدوری، علم الصیغہ، بحر الآداب (مصری) تیسیر المنطق وغیرہ حضرت مولانا محمد ابراہیم صوفی ڈابھیلی المعروف بہ صوفی صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ

علیہ سے پڑھیں، صوفی صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنی سخت گیری اور قواعد و ضوابط کی پابندی اور اسباق کی پوری تیاری کرانے میں معروف تھے، مگر اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے پورا سال عافیت اور صوفی صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خوشنودی سے گذر گیا، ابتداء کے ایک دو ماہ کے بعد صوفی صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اعتماد کے سبب بندہ کا سبق بھی نہیں سنتے، ہاں گاہ بگاہ کچھ سوالات کرتے۔

دارالعلوم دیوبند کا سفر والد صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے علم کے بغیر ہوا، حضرت مفتی اسماعیل بسم اللہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بھی جو جامعہ اسلامیہ کے مہتمم تھے، اور قبلہ والد صاحب کے تعلق کے سبب راقم الحروف کا خاص خیال فرماتے تھے، اس سفر سے بالکل ناخوش تھے، مگر بندہ کے کچھ رفقاء جو ابتداء عربی میں ساتھ تھے، دارالعلوم داخل ہو گئے۔

ان بزرگوں کی اجازت کے بغیر دیوبند کا سفر ہوا، جس کا خمیازہ بعد میں بھگتنا پڑا، **اللھم اغفرلی ذنبی**

دیوبند کا یہ سفر ۱۹۴۸ء میں ہوا، جو ملک کی تقسیم کے بعد والا سال تھا، اور ہندو مسلم فسادات پورے شمالی ہند میں جاری تھے، دیوبند میں دو ماہ ویسے ہی گذر گئے، اور پھر کنز وشرح جامی کی جماعت میں داخلہ ہوا، کنز الدقائق مولانا نصیر احمد خان صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (سابق شیخ الحدیث دارالعلوم دیوبند) کے پاس، شرح جامی مولانا فخر الحسن صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے پاس، **نفحۃ العرب** مولانا حسن صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے پاس داخل ہوکر اور

اصول الشاشی مولانا محمد نعیم صاحب دیوبندی مدظلہٗ سے سماعت کی، الحمد للہ عافیت سے سال پورا ہوا، اور اچھے نمبرات سے کامیابی بھی ہوئی۔

اگلے سال دوبارہ شوال میں دارالعلوم حاضر ہوا، شرح وقایہ مولانا نصیر احمد خاں صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے پاس، مقامات حریری مولانا معراج الحق صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے پاس، نورالانوار وغیرہ شروع کی، مگر شاید تین ماہ بعد بخار میں مبتلاء ہوگیا، سہارنپور کے ایک ڈاکٹر نے غلط تشخیص کی، اور دوستوں نے مجھے واپس گھر بھیج دیا، دو ماہ علاج معالجہ میں گذر گئے، اور پھر والد صاحب اور رشتہ داروں کی رائے دوبارہ ڈابھیل داخل ہونے کی ہوئی، جامعہ ڈابھیل میں اس سال عربی درجہ چہارم میں کوئی طالب علم نہیں تھا، اس لئے عربی سوم یا پنجم میں داخل ہونے کی رائے ہوئی، صحت کی خرابی کے سبب عربی پنجم میں داخلہ کرلیا، ہدایہ اولین، متنبّی مولانا محمود صاحب پانڈورسملکی سے پڑھیں، حسامی مولانا عبدالرؤف صاحب کے پاس پڑھی اور مختصر المعانی بھی۔

اگلے سال مشکوٰۃ شریف، شرح عقائد مولانا عبدالرؤف صاحب کے پاس، جلالین شریف مولانا عبدالجبار صاحب کے پاس، ھدایہ آخرین مولانا فضل الرحمٰن کے پاس ہوئی، اور دورۂ حدیث شریف کی تکمیل ہوئی۔

بخاری شریف جلد اول حضرت مولانا عبدالجبار اعظمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے پاس، اور جلد ثانی، مسلم شریف اور طحاوی مولانا عبدالرؤف صاحب کے پاس، ابوداؤد شریف مولانا فضل الرحمٰن دیوبندی صاحب سے پڑھی، ۱۹۵۳ء میں سند فراغت حاصل کی۔

حضرت مولانا عبدالجبار صاحب اعظمی نے حدیث سہارنپور میں شیخ الحدیث رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ودیگر اساتذہ سے پڑھی ہے۔

اور حضرت مولانا عبدالرؤف صاحب نے شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد صاحب مدنی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور دارالعلوم کے دیگر اساتذہ سے حدیث شریف کی سند حاصل فرمائی، نیز عالم اسلام کے ممتاز عالم شیخ زاہد الکوثری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے بھی ان کو حدیث شریف میں خصوصی اجازت حاصل ہوئی تھی۔

مولانا عبدالرؤف صاحب اکوڑہ کھٹک پاکستان میں شیخ الحدیث رہے اور اس وقت کسی اور مدرسہ میں ہیں، مولانا فضل الرحمٰن دیوبندی چھاپی اور تاراپور میں کئی سال شیخ الحدیث رہے، جنہوں نے حضرت مدنی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے دورہ پڑھا۔

چونکہ میری عربی چہارم وپنجم کی کتابیں بیماری کے سبب مکمل نہ ہوسکی تھیں، اس کی تلافی کی شکل یہ ہوئی کہ ۱۹۵۹/۶۰ء میں مولانا اسماعیل گارڈی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے دوصاحبزادوں مولوی عبدالرحمٰن صاحبؒ اور حافظ حبیب الرحمٰن سلمہ کے ساتھ جب دیوبند میں دوسال قیام ہوا تو شرح وقایہ دوبارہ حل کی، ہدایہ اولین مکمل مولانا اختر حسین صاحب سے سماعت کی، متنبّی مولانا معرج الحق صاحب سے پڑھی، بیضاوی شریف حضرت مولانا فخرالحسن صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے سماعت کی، نیز بخاری شریف حضرت مولانا فخرالحسن صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے چھ ماہ تک سماعت کی۔

اسی دور میں طحاوی شریف اور رسم المفتی کے کچھ اسباق حضرت مفتی مہدی حسن رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے پڑھے، نیز حضرت مولانا فخر الدین صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مرادآبادی، حضرت مفتی مہدی حسن صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، علامہ ابراہیم بلیاوی صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے احادیث کی سند تبرکاً حاصل کی، حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے مسلسلات کی سند بھی حاصل کی، تمام اسانید میرے پاس محفوظ ہیں۔

اسی ۱۹۵۹ ۶۰ء میں جامعہ ازہر کے مبعوث شیخ محمود مصری طنطاوی مرحوم سے عربی زبان اور بعض نحو کی کتابیں پڑھیں۔ دو سال ان کی خدمت میں آنے جانے سے جدید عربی اسالیب کے سمجھنے میں بہت فائدہ ہوا، شیخ محمود مرحوم بھی بندہ سے خصوصی تعلق رکھتے تھے، سہارنپور، دہلی وغیرہ کئی سفروں میں ان کی رفاقت کا شرف حاصل ہوا۔

دارالعلوم کے طالب علمی کے زمانہ میں حضرت شیخ الادب مولانا اعزاز علی صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے کوئی کتاب پڑھنے کا موقع نہیں ملا، مگر کنز الدقائق کا سالانہ امتحان حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے پاس ہی ہوا، کنز الدقائق کا امتحان مولانا نے لیا تھا، اسی دور میں حضرت حکیم الاسلام مولانا قاری محمد طیب صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی مجالس میں شرکت کا بھی موقع ملا۔ دارالعلوم دیوبند کا آخری دوسالہ قیام بہت مفید ثابت ہوا۔

اسی زمانہ میں سہارنپور کے اکابر سے رابطہ ہوا، نیز رائے پور میں حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوری صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خانقاہ

میں حاضری ہوئی۔

ندوۃ العلماء لکھنؤ اور مرادآباد کا سفر بھی اسی زمانہ میں ہوا، لکھنؤ کے سفر میں مولانا عبدالماجد دریابادی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، مولانا عبدالباری صاحب ندوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، مولانا عبدالحفیظ بلیاوی صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، مولانا سید عبدالعلی الحسنی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، ڈاکٹر آصف قدوائی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، حکیم عبدالقوی صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، مولانا منظور صاحب نعمانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، مولانا محمد الحسنی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، مولانا محمد اویس ندوی مفسر دارالعلوم سے ملاقات واستفادہ کا موقع ملا۔

دارالعلوم دیوبند کے اسی دور میں مولانا عمید الزماں کیرانوی اور دیگر احباب کے ساتھ مل کر ایک عربی پندرہ روزہ جریدہ ’’الیقظۃ‘‘ نکالا، جو دارالعلوم دیوبند کا شاید پہلا عربی جریدہ تھا۔

۱۹۶۱ء تک قیام کے بعد حضرت مولانا محمد سعید بزرگ سملکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی دعوت پر جامعہ اسلامیہ ڈابھیل میں خدمت کے لئے حاضر ہوا، پانچ سال ڈابھیل میں قیام کر کے جنوری ۱۹۶۶ء میں ترکیسر دارالعلوم فلاح دارین تدریس کے لئے حاضر ہوا۔ مارچ ۱۹۶۶ء میں اہتمام کی ذمہ داری سپرد کی گئی۔

فراغت کے بعد

جہاں جہاں ملازمت کی ہے اس کی تفصیل حسب ذیل ہے

☆...... ستمبر ۱۹۵۳ء میں مجلس خدام الدین سملک میں مکاتیب کے ممتحن (وزیٹر) کی حیثیت سے ملازمت کی، دسمبر میں کروڈ میں مجلس کا جلسہ ہوا اور حضرت شیخ الاسلام مولانا حسین احمد صاحب مدنی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے ساتھ ایک ماہ سفر میں جانے کے لئے استعفیٰ دیا۔

☆...... ۱۹۵۴ء جامعہ اسلامیہ تعلیم الدین ڈابھیل میں پہلی بار تدریس کے لئے تقرر ہوا۔ چونکہ درمیانی سال تھا اسلئے درجہ اردو سپرد کیا گیا۔

☆...... ۱۹۵۵ء سال دوم میں شوال سے عربی اول کا مکمل درجہ سپرد کیا گیا، اور عربی سوم کے دو اسباق بحر الآداب اور دروس التاریخ الاسلامی للخیاط بھی میرے ذمہ رہے۔

☆...... ۱۹۵۶ء میں مستعفی ہو کر کاپودرا گیا، جہاں رسالہ "تبلیغ" گجراتی کے دفتر میں محترم منشی محمود قاسم پانڈور صاحب کے ساتھ کام کیا۔

☆...... ۱۹۵۷ء - ۱۹۵۸ء کاپودرا میں رہ کر زراعت کا کام کرتا رہا۔

☆...... ۱۹۵۹ء دوبارہ مجلس خدام الدین میں بطور ناظم تعلیمات تقرر رہا۔

☆...... ۱۹۶۰ء - ۱۹۶۱ء مولوی عبدالرحمٰن گارڈی اور ان کے بھائی حبیب الرحمٰن کے ساتھ دارالعلوم دیوبند میں قیام رہا۔

☆...... مارچ ۱۹۶۲ء، شوال ۱۳۸۱ھ جامعہ اسلامیہ ڈابھیل میں دوبارہ

مولانا محمد سعید صاحب سملکیؒ کے ساتھ دفتر میں کام کرنے کے لئے تقرر رہوا، دو گھنٹہ درس کے لئے مقرر ہوئے، شرح وقایہ مقامات حریری، (خارج میں انشاء عربی سوم)

☆......۱۹۶۳ء (۱۳۸۲ھ) ترجمہ نصف اول، مقامات حریری، نورالایضاح معہ قدوری، روضۃ الادب معہ صفوۃ المصادر، تیسیر المنطق، مرقاۃ، انشاء عربی چہارم۔

☆......۱۹۶۴ء (۱۳۸۳ھ) ترجمہ نصف ثانی، دیوان متنبّی، نفحۃ العرب، نور الایضاح معہ قدوری، میزان الصرف، دروس التاریخ الاسلامی، (انشاء عربی سوم۔خ)

☆......۱۹۶۵ء (۱۳۸۴ھ) ترجمہ نصف ثانی، منیۃ المصلی، نورالایضاح، مختارات، مقامات، سفینہ، البلاغۃ الواضحہ، دیوان متنبّی، انشاء عربی سوم۔ ۱۴/مارچ ۱۹۶۵ء میں تبدیلی ہوئی اس میں نورالانوار، نورالایضاح پڑھائی۔

دار العلوم فلاح دارین

☆......۱۹۶۶ء (۸۶/ ۱۳۸۵ھ) ترجمہ قرآن مجید نصف اول، ریاض الصالحین، مختارات اول، شرح وقایہ، قصص النبیین اول، دوم، سوم، القراءۃ الراشدہ (جولائی کے بعد یہ کتابیں دیگر اساتذہ کو منتقل کردی گئیں، صرف ترجمہ اور ریاض الصالحین حصّہ اول میرے پاس رہیں۔

☆......۱۹۶۷ء (۸۷/ ۱۳۸۶ھ) صرف اہتمام۔

☆......۱۹۶۸ء (۸۸/ ۱۳۸۷ھ) ہدایہ اولین از کتاب النکاح تا کتاب

الطلاق، اہتمام کے کام۔
☆......۱۹۶۹ء (۸۹/ ۱۳۸۸ھ) ہدایہ اولین (ذیقعدہ تک) ترجمہ نصف ثانی، اہتمام کے کام۔
☆......۱۹۷۰ء (۹۰/ ۱۳۸۹ھ) تمرین النحو، القراءۃ الراشدۃ، ریاض الصالحین حصّہ ثانی، (از ربیع الاول تا اختتام سال)
☆......۱۹۷۱ء (۹۱/ ۱۳۹۰ھ) صرف اہتمام۔
☆......۱۹۷۲ء (۹۲/ ۱۳۹۱ھ) مشکوٰۃ شریف جلد اول، رسالہ اصول حدیث، اہتمام کے کام۔
☆......۱۹۷۳ء (۹۳/ ۱۳۹۲ھ) مشکوٰۃ شریف ثانی، اہتمام کے کام۔
☆......۱۹۷۴ء (۹۴/ ۱۳۹۳ھ)......اہتمام۔
☆......۱۹۷۵ء (۹۵/ ۱۳۹۴ھ) القراءۃ الواضحۃ، القراءۃ الراشدۃ، علم النحو، ......اہتمام۔
☆......۱۹۷۶ء (۹۶/ ۱۳۹۵ھ) طحاوی شریف، مختارات ثانی، متنبّی، ترجمہ ثانی، منہاج العربیہ، ......اہتمام۔
☆...... ۱۹۷۷ء (۹۷/ ۱۳۹۶ھ) طحاوی شریف، مؤطین شریفین، ریاض الصالحین حصّہ اول، ۲۶/ محرم الحرام تک، تاریخ الخلفاء، تمرین النحو، اہتمام۔
☆......۱۹۷۸ء (۹۸/ ۱۳۹۷ھ) تمرین النحو، انشاء دوم، ......اہتمام۔
☆......۱۹۷۹ء (۹۹/ ۱۳۹۸ھ) تمرین النحو، انشاء دوم، ......اہتمام۔
☆......۱۹۸۰ء ۱۴۰۰/ ۱۳۹۹ھ) مفتاح الدروس (خ) تمرین الصرف، النحو

الواضح، علم الصیغہ، اہتمام۔

☆......۱۹۸۱ء (۱۴۰۱/۱۴۰۰ھ) صرف اہتمام۔

☆......۱۹۸۲ء (۱۴۰۲/۱۴۰۱ھ) صرف اہتمام۔

☆......۱۹۸۳ء (۱۴۰۳/۱۴۰۲ھ) صرف اہتمام۔

☆......۱۹۸۴ء (۱۴۰۴/۱۴۰۳ھ) صرف اہتمام۔

☆......۱۹۸۵ء (۱۴۰۵/۱۴۰۴ھ) طحاوی شریف، ریاض الصالحین، نحومیر، قصص النبیین، (چند ماہ عارضی طور پر) بعض طلباء کو عقیدۃ الطحاوی، اور بعض کو عربی کی............ پڑھائی، ......اہتمام۔

☆......۱۹۸۶ء (۱۴۰۶/۱۴۰۵ھ) صرف سرپرستی۔

☆......۱۹۸۷ء (۱۴۰۷/۱۴۰۶ھ) صرف سرپرستی۔

☆......۱۴۰۸/ ۱۴۰۷ھ صرف سرپرستی۔

☆......۱۴۰۹ھ/ ۱۴۰۸ھ صرف سرپرستی۔

اهم اجلاس جن میں شرکت نصیب هوئی

☆......(۱) اجلاس جمعیۃ العلماء ہند، بمبئی ۱۹۴۸ء۔

☆......(۲) اجلاس جمعیۃ العلماء ہند، سورت ۱۹۵۶ء۔

☆......(۳) مجلس خدام الدین کا سالانہ جلسہ، کھروڈ ۱۹۵۳ء۔

☆......(۴) علی گڑھ کنونشن، دہلی۔

☆ ......(۵) نمائندہ اجلاس دارالعلوم دیوبند۔

☆ ......(۶) صد سالہ اجلاس دارالعلوم دیوبند۔

☆ ......(۷) پچاسی ۸۵؍ سالہ اجلاس ندوۃ العلماء، لکھنؤ۔

☆ ......(۸) الندوۃ العالمیہ للادب الاسلامی، لکھنؤ۔

☆ ......(۹) نصاب تعلیم کا مذاکرہ، لکھنؤ۔

☆ ......(۱۰) مسائل جدیدہ پر غور وفکر، آنند۔

☆ ......(۱۱) آل گجرات عربی پریشد، رادھن پور۔

☆ ......(۱۲) جلسہ جمعیۃ العلماء، صوبہ گجرات، بھروچ۔

☆ ......(۱۳) الندوۃ العالمیہ للادب السلامی کا دوسرا اجلاس، لکھنؤ۔

☆ ......(۱۴) ختم نبوت کانفرنس، لندن۔

☆ ......(۱۵) حج سمینار، حیدرآباد۔

☆ ......(۱۶) المؤتمر الاسلامی الاوربی الاول، لندن۔

☆ ......(۱۷) توحید سنت کانفرنس، بریڈفورڈ، یو۔کے۔

☆ ......(۱۸) جے پور، راجستھان کے دارالعلوم کے افتتاحی اجلاس میں۔

☆ ......(۱۹) کراچی، پاکستان۔

☆ ......(۲۰) مکہ معظّمہ کا سفر وزارۃ الحج والاوقاف کی دعوت پر۔

☆ ......(۲۱) فقہی سمینار کے اجلاس میں......حیدرآباد، بمبئی، بنگلور۔

☆ ......(۲۲) ادب اسلامی کا تیسرا اجلاس......بھوپال۔

☆ ......(۲۳) ورلڈ اسلامک فارم اجلاس، لندن۔ (صدائے دل، ج۱، ص۳۶)

ہمارے مہتمم، ہمارے مربّی

حضرت الرئیس مولانا عبداللہ صاحب کاپودروی

اطال اللہ فیوضہم و تقبل اللہ منہم

یہ رسالہ نہ دارالعلوم کی تاریخ ہے اور نہ حضرت والا کی سوانح، بلکہ ناقابل فراموش کرم فرمائیوں کا ذکر خیر ہے جو تشکرا لخدماته و احساناته مرتب کیا گیا ہے۔

مرتّب

شیخ الحدیث

حضرت مولانا محمد ادریس صاحب

فلاحی، کوسمبوی مدظلہٗ

شیخ الحدیث دار العلوم لیسٹر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد لله رب العالمين، والصلوة و السلام على سيدنا سيد الانبيآء و المرسلين، و على اله واصحابه و على علماء و مشائخ امته اجمعين، اما بعد!

ہمارے حضرت مولانا عبداللہ صاحب دامت برکاتہم کی شخصیت اور آپ کی علمی و دینی خدمات ملک و بیرون ملک میں محتاج تعارف نہیں ہیں، مگر آپ کی وہ خصوصیات جو مشکل سے کہیں نظر آسکتی ہیں، وہ کبھی لائق فراموش نہیں ہوسکتیں، جس طرح سینکڑوں اپنے طلبہ اور علماء کے ساتھ آپ کا لطف و کرم رہا ہے، اس بندہ کے ساتھ بھی آپ کی جو کرم فرمائیاں ہیں وہ دل و دماغ سے کبھی محو نہیں ہوسکتیں، انہی ایام ماضی کی کچھ یادوں کو گوشہ یاداشت سے نکال کر سطور اوراق میں محفوظ کرنے کی بندہ نے کوشش کی ہے، تاکہ ان الفاظ میں اپنے محسن استاذ مکرم اور مربی محترم کا کسی قدر شکریہ ادا کرسکوں۔

یادرہے کہ یہ نہ آپ کی کوئی سوانح نگاری ہے اور نہ آپ کی مکمل زندگی کی یادداشت، بلکہ حضرت کی زندگی کے کچھ واقعات جو بندہ سے متعلق تھے یا بندہ کے دیکھنے اور سننے میں آئے ان کو سپرد قلم کررہا ہوں تاکہ کسی سچے طالب اور عقیدت مندکو ان سے فائدہ پہونچے۔

دارالعلوم فلاح دارین ترکیسر میں آپ کا دور اہتمام ۱۹۶۶ء سے ۱۹۹۲ء تک رہا، وہ ایسا پر کشش دور تھا، جو خرابئ صحت اور بعض ناگزیر حالات کے سبب ختم ہوگیا، یہی کہا جاسکتا ہے: نظر لگ گئی کسی کی، تیرے رخ زیبا کو۔

دارالعلوم فلاح دارین، وہ علوم وفنون کا ایسا پر کشش چمن تھا جس کے

والی آپ تھے، اس وقت صرف کسی ایک فن کی نہیں بلکہ درجہ حفظ سے لیکر دورہ تک کے تمام علوم وفنون کی تکمیل کی طرف توجہ دی جاتی تھی، عربی ادب، علم حدیث، علم تفسیر، افتاء و فتاوی، علم قراء ت، سیرت و تاریخ، تقابل ادیان اورسیاسیات وغیرہ میں بعض طلبہ اپنے اساتذہ کی توجہات اور حضرت مہتمم صاحب کی نگرانی میں خصوصیت کا درجہ حاصل کیئے ہوئے تھے وہ فلاح دارین کا ایک روشن دور تھا، جب ہرطرف سے پرندے اور پروانے اڑ اڑ کر جہاں اپنا بسیرا کرنا چاہتے تھے، اگرکسی عالم کو وہاں خدمت کا موقع مل گیا، یا کسی طالب علم کو وہاں داخلہ مل گیا، تو یہ ایک سعادت اور فخر سمجھا جاتا کہ ہم دارالعلوم فلاح دارین ترکیسر میں ہوتے ہیں۔

بندہ دارالعلوم فلاح دارین میں

یہ انگریزی ۱۹۷۰ء سے ۱۹۸۰ء کی دہائی کی بات ہے کہ بندہ اپنے قصبہ کوسمبا ضلع سورت کا باشندہ تھا، مکتب میں حفظ کررہا تھا کہ استاذ مکرم حضرت مولانا حسن تائی صاحب دامت برکاتہم، جن کا تعلق حضرت شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنیؒ اور انکے بعد انکے پورے گھرانہ سے گہرا رہا ہے جن کے پاس میں حفظ قرآن کررہا تھا اوران کا برطانیہ جانا ہوگیا، تو یہی مشورے ہورہے تھے کہ اب حفظ کی تکمیل اور عالمیت کے لئے کہاں داخلہ لیا جائے، چونکہ اسوقت فلاح دارین کا عروج کا زمانہ تھا اور ہرایک کی زبان پر وہیں کی تعریف ہورہی تھی، تو والد صاحبؒ اوراستاذ مکرم اوردوسروں کی یہی رائے ہوئی کہ فلاح دارین میں کوشش کی جائے، مگروہاں کا داخلہ حاصل کرنا کارے دارد، اسوقت ہمارے شہرمیں ایک دو عالم ترکیسر کے پڑھا رہے تھے اورکوئی دور کے

رشتہ دار بھی ترکیسر میں تھے، ان کے واسطے دیئے گئے، بالآخر سعادت تھی کہ درجہ حفظ میں داخلہ مل گیا، اور بتوفیق اللہ تعالیٰ ایک ہی جگہ پورے گیارہ سال اس طرح خیر وخوبی کے ساتھ گذر گئے کہ پتہ بھی نہ چلا؛ **الحمد لله علی ذالک**

دارالعلوم میں بندہ کا پہلا دن تھا، فارم لیکر حضرت مہتمم صاحب کے پاس دستخط کرانی تھی تو حاضر ہوا، پہلی نظر آپ پر پڑی تو دیکھا، خوبصورت سا اجلا چہرہ، سیاہ گھنی داڑھی، سفید سفید لباس جیسے **رَجُلٌ شَدِيدُ بَيَاضِ الثِّيَابِ شَدِيدُ سَوَادِ الشَّعْرِ**، کا منظر تھا، دیکھتے ہی ایک رعب چھا گیا، آپ نے میری طرف ایک نظر ڈالی اور گجراتی میں فرمایا کہ اچھا تمہارا داخلہ درجہ حفظ میں ہو گیا، تم ایک بڑے قصبہ کوسمبا سے آرہے ہو اور تم نے انگریزی بال رکھے ہوئے ہیں، دیکھو بھائی! ہم تو سیدھے سادھے لوگ ہیں، ہمارے ادارہ میں ہم سادگی سکھاتے ہیں یہاں یہ ٹیپ ٹاپ نہیں چلے گی، اس لئے آپ آج ہی اپنا سر منڈوالیں، بندہ جی کہتے ہوئے وہاں سے رخصت ہوا، اپنا سامان دار الاقامہ میں رکھ کر پہلا کام یہی کیا۔

حضرت مہتمم صاحب سے تعلق کی ابتداء

حضرت مہتمم صاحب پابندی سے روزانہ فجر کی نماز اور عصر کی نماز دار العلوم کی مسجد ہی میں ادا فرماتے تھے، اور ہر ہر طالب علم پر آپ کی نظر ہوتی تھی اور قابل اصلاح بات پر بڑے اچھے انداز میں اصلاح فرماتے تھے، بندہ چونکہ درجہ حفظ کا طالب علم تھا اسلئے آپ کے قریب ہونے سے ڈرتا تھا، جب دو سال

ہوگئے اور حفظ پورا کرلیا تو خارج میں کسی ساتھی کے پاس اردو سیکھتا تھا، تیسرے سال درجہ اردو میں داخل ہونا تھا، مگر ایک سال بچانے کے لئے ایک درخواست لکھی کہ بندہ نے اردو سیکھ لی ہے اسلئے اگر درجہ فارسی میں داخلہ مل جائے تو ممنون ومشکور ہوں گا، حضرت نے وہ خط پڑھ کر دفتر میں طلب کیا، اور فرمایا اچھا اردو کی کتاب لے آؤ، اس وقت دفتر میں حضرت مولانا شیر علی صاحبؒ بھی تشریف فرما تھے، ایک صفحہ کھول کر فرمایا یہاں سے پڑھو، کچھ سطریں پڑھنے کے بعد ایک لفظ آیا ''سمدھی'' آپ نے پوچھا ''سمدھی'' کس کو کہتے ہیں، میں ان دونوں بزرگوں کے سامنے جھجک رہا تھا، میں نے کہا میاں بیوی کے ماں باپ کو کہتے ہیں آپ نے مسکرا کر فرمایا، گجراتی میں ''ویوائی'' کہتے ہیں، پھر حضرت نے مولانا شیر علی صاحبؒ کی طرف متوجہ ہوکر فرمایا، انکی عمر کچھ بڑی ہے اسلئے درجہ فارسی میں مناسب ہے، اور دستخط کر کے کرم فرمایا، اور بندہ نے کتب خانہ سے درجہ فارسی کی کتابیں حاصل کرلی۔

بندہ آپ کی وجیہ صورت اور اخلاق سے بہت متاثر تھا اس لئے قربت کا موقعہ سوچتا تھا، حضرت کا معمول تھا کہ روزانہ گھر سے ہی وضو فرما کر فجر کی صلوۃ کے لئے اذان سے قبل ہی مسجد میں آجاتے تھے اور دار الاقامہ کی طرف رخ کر کے ایک آواز لگا دیتے تھے کہ بس طلبہ اٹھ اٹھ کر وضوخانے کی طرف چل پڑتے، عجیب رعب تھا، بندہ بھی جلدی تیار ہوکر مسجد میں چلا جاتا مگر قریب جانے کی ہمت نہیں ہوتی تھی، اور شام کو عصر کی نماز میں آپ مسجد کے وضوخانہ پر ہی وضو فرماتے تھے، ایک دن اللہ تعالی نے یہ دل میں جذبہ ڈالا کہ روزانہ

جب آپ وضو سے فارغ ہوں تو میں آپ کو اور دیگر اساتذہ کو تولیہ پیش کیا کروں، اللہ تعالیٰ نے یہ موقع دیا، اور روزانہ جب حضرت مہتمم صاحب اور دیگر اساتذہ مدرسہ سے فارغ ہو کر نماز کے لئے مسجد تشریف لاتے تو بندہ ایک صاف ستھرا تولیہ لیکر وضوخانہ میں انتظار کرتا، اور پہلے حضرت مہتمم صاحب کو اور پھر دوسرے اساتذہ کو پیش کرتا جس سے حضرت خوش ہوتے اور اس طرح یہ عمل تعلق کا ذریعہ بنا، یہ عمل الحمد للہ سالوں تک بلکہ آخری سال تک باقی رہا، الحمد للہ اساتذہ کی توجہ اور دلی دعا نصیب ہوتی رہی، اس درمیان حضرت مہتمم صاحب کبھی کچھ اصلاح کی یا کسی کام کی بات بندہ سے فرمالیتے تھے تو میں دل میں خوش ہوتا تھا کہ آج حضرت مجھ سے ہم کلام ہوئے۔

فارسی زبان سے تعلق

ہم فارسی اول میں تھے کہ ایک مرتبہ حضرت نے ہماری پوری کلاس کو دفتر میں بلالیا، حضرت والا کی عادت تھی کہ کبھی کوئی استاذ غیر حاضر ہوتے تو ان کی جگہ خود تشریف لے آتے، اور طلبہ کو جانچتے کہ کیا پڑھا، کتنا پڑھا، کیسا پڑھا؟ اور کبھی اپنے دفتر ہی میں طلبہ کو بلالیتے، تو ہم کو ایک دن بلالیا، اس وقت ہم کریما فارسی کی چھوٹی سی کتاب جو اشعار میں تھی وہ پڑھتے تھے، آپ نے اشعار زبانی پڑھنا شروع کئے اور معانی و مطلب اور الفاظ کے لغات پوچھنا شروع کیا، ہم طلبہ کا کام تو صرف ترجمہ رٹ لینا تھا، اسلئے الفاظ کے لغات کچھ معلوم نہیں تھے، پھر کیا کہنا، خوب ڈانٹ ڈپٹ کی اور کس طرح کتاب کو پڑھا جاتا ہے، لغات سمجھے جاتے ہیں اور معانی اور ترجمہ کیا جاتا ہے وغیرہ سمجھایا، تو اس دن سمجھ

میں آیا کہ کتاب کیسی پڑھی جاتی ہے، کئی بار حضرت والا کو فارسی اشعار جھوم جھوم کر پڑھتے سنا ہے اور اس کے معانی ومطالب اور نصائح کو طلبہ کے سامنے عجیب انداز سے بیان فرماتے تھے، اور آج کل کے طلبہ فارسی کے شیرین اشعار کو نہیں سمجھتے ہیں اس پر بھی افسوس کا اظہار فرماتے تھے۔

مدبرانہ انداز

جب ہم فارسی دوم میں آئے تو کلاس میں چار پانچ اور بھی بڑی عمر کے ساتھی طلبہ تھے، ہمیں کیا سوجھی کہ ہم نے ایک خط حضرت مہتمم صاحب کے نام لکھا کہ صبح سات سے ساڑھے گیارہ بجے تک کا وقت بڑا لمبا ہے اسلئے درمیان میں کچھ وقفہ ہونا چاہئے تاکہ بشری تقاضوں سے فارغ ہوسکیں، دستخط کی جگہ لکھا تھا از طلبہ درجہ فارسی دوم، اور یہ خط دفتر میں پہونچا دیا، حضرت نے جب یہ خط پڑھا تو تعجب ہوا کہ یہ خط کسی بڑے درجہ کے بڑے طلبہ کی طرف سے نہیں تھا بلکہ فارسی درجہ کے طلبہ کا تھا، آخر یہ جرأت ان کو کیسے ہوئی؟ بس پوری کلاس کو دفتر میں بلایا گیا، ہم سب حاضر ہوئے، آپ نے پہلے سب کے چہروں پر نظر ڈالی پھر ذرا زوردار آواز میں پوچھا: یہ خط کس نے لکھا، سب خاموش، دیر تک خاموشی رہی تو پھر پوچھا کہ بتلاؤ کس نے لکھا، تو ایک طالب علم نے جو ترکیسر گاؤں ہی کا تھا بولا کہ پوری جماعت کی طرف سے ہے، واقعی یہ ہماری غلطی تھی اور یہ مدرسہ کے انتظام میں دخل دینا تھا جو طلبہ کے لئے بالکل مناسب نہیں تھا، مگر حضرت نے بجائے مار پیٹ یا کوئی سزا دینے کے بڑے اطمینان سے سمجھایا کہ اس طرح بیچ میں وقفہ کرنے سے اوپر کی کتابوں کے اسباق میں کیا حرج ہوسکتا ہے، اور اس سے طلبہ کیا غلط فائدہ اٹھا سکتے ہیں

وغیرہ، جس سے ہمیں ہماری غلطی کا احساس ہوگیا اور اسی میں عافیت سمجھی کہ معافی مانگ لی جائے، ہماری ندامت اور معافی چاہنے پر حضرت نے ہمیں معاف فرمادیا اور واپس درسگاہ میں بھیج دیا، کسی اشتعال انگیز موقع پر حضرت بڑے صبر وتحمل سے کام لیتے اور حکیمانہ انداز میں اسے سلجھا دیتے تھے، ایسے واقعات کا کسی بڑے ادارہ میں پیش آنا کوئی تعجب کی بات نہیں ہے۔

دین کے خاطر جد وجہد کا جذبہ

ہمارے ابتدائی سالوں میں دار الاقامہ یا دارالطعام وغیرہ میں یہ سہولتیں نہیں تھیں جو آج نظر آرہی ہیں، کلفتیں اور مشقتیں تھیں، ایک بار حاجی یوسف راوت صاحبؒ حضرت مہتمم صاحب کے ساتھ دارالاقامہ وغیرہ دیکھنے آئے، حاجی یوسف صاحبؒ کو جب طلبہ کی مشقتوں کا احساس ہوا، تو حضرت مہتمم صاحب کو طلبہ کی راحت اور سہولتوں کے لئے ایسا کرنا چاہئے اور ایسا ہونا چائے وغیرہ ایک مشورہ اور ذہنی خاکہ پیش کیا، حضرت سب سنتے رہے اور پھر حاجی صاحب کو سمجھایا کہ اگر اتنی سب آسائش اور سہولتیں ان کو دی جائیں تو یہ شاہ زادے بن جائیں گے اور آئندہ یہ حضرات دین کے لئے کوئی مشقت اور تکلیف نہیں برداشت کرسکیں گے، اس لئے ان کو ضرورت کی مقدار سہولت دی جائے، عیش وراحت میں نہ ڈالا جائے، ورنہ تحصیل علم میں کمزوری آئے گی اور عیش وراحت میں پڑجائیں گے، **لا یحصل العلم براحة الجسد**، یہ بالکل صحیح بات تھی، آج بعض مدارس میں یہی نظر آرہا ہے۔

آپ خود بھی راحت پسند نہیں تھے، کیا یہ جد وجہد اور مشقت نہیں ہے

کہ چاہے سردی کا زمانہ ہو یا بارش کے ایام ہوں یا پریشان کن گرمی ہو، فجر کی اذان سے قبل دار العلوم کی مسجد میں تشریف لے آتے، طلبہ کے ساتھ نماز ادا فرماتے، پھر چائے پینے گھر جاتے اور مدرسہ کے وقت سے ۱۵/۲۰ منٹ پہلے مدرسہ کے چوراہے پر نظر آتے، اور پھر دوپہر کو جب طلبہ کھانے سے فارغ ہوتے اور آرام کرنے کمروں میں چلے جاتے اس وقت آپ بھی گھر کھانے کو جارہے ہیں، حالانکہ جوانی کا زمانہ ہے، گھر بیوی بچے منتظر ہیں، مگر یہ سب قربانیاں آپ اپنے ادارے کے لئے دے رہے تھے، جب کہ مدرسہ میں ان کاموں کے لئے نگراں اور خدام بھی تھے مگر خود کی فکر اور ادارہ سے لگاؤ اتنا تھا کہ جب تک خود نہ کرلیں یا خود نہ دیکھ لیں، اطمینان نہیں ہوتا تھا، ایسی قربانی آج ہم کہاں دے سکتے ہیں؟ روزانہ ۱۱/۱۲ گھنٹے آپ کے دار العلوم پر ہی گذر جاتے تھے، پتہ نہیں آرام کب کرتے تھے۔ آج انحطاط کے دور میں چراغ لے کر نکلو تب بھی شاید لاکھوں میں کوئی مل سکے، بندہ نے ہندوستان، افریقہ اور برطانیہ میں بعض ادارے دیکھے یا وہاں کے متعلق سنا کہ اول تو ادارہ میں مہتمم صاحب ہی نہیں ہوتے، اگر آ بھی گئے تو دو تین گھنٹہ دفتر میں بیٹھ کر واپس چلے جاتے ہیں اور سب کچھ مدرسین کے سر ہوتا ہے، اگر امام صاحب ہی فجر میں غائب رہتے ہوں تو مقتدیوں سے کیا گلہ کیا جائے، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم آدھی آدھی رات تہجد پڑھ کر مقتدیوں کے منتظر رہتے تھے، آج کل مقتدی امام کے منتظر ہوتے ہیں، یہی اداروں کا حال ہے، و اللہ المستعان

ایک مرتبہ ایک صاحب نے ایک ادارہ کے بارے میں سنا یا کہ

میرے بیٹے کا کام تھا دس مرتبہ دفتر میں فون کیا مہتمم صاحب نہیں ملے، ان کے گھر پر تین مرتبہ گیا تو جواب ملا حضرت آرام فرمارہے ہیں اور ادارہ بھی چل رہا ہے، اداروں میں انحطاط کی وجوہات نہ نصاب ہے اور نہ طلبہ، بلکہ اساتذہ اور ذمہ دار لوگ ہی ہوتے ہیں، اگر ذمہ دار حضرات مستعد اور پابند ہوتے ہیں تو اساتذہ بھی مستعد اور پابند ہوجاتے ہیں پھر طلبہ کے لئے اتباع اور پیروی لازمی ہوتی ہے۔

خوشتر آں باشد کہ سرّ دلبراں
گفتہ آید در حدیث دیگراں

بہتر آدمی وہ ہوتا ہے جن کے کمالات اور خوبیوں کے تذکرے دوسروں کی زبان پر آئیں۔

جناب مولانا غلام محمد وستانوی صاحب زید مجدہ

بندہ جب فارسی کے درجہ میں تھا اس وقت میرا دوست جناب محترم مولانا غلام محمد وستانوی صاحب زید مجدہ درجہ مشکوۃ یا دورہ میں تھے، ان کا تعلق حضرت مہتمم صاحب کے ساتھ باپ بیٹے کی طرح تھا، وہ حضرت کی خدمت کیا کرتے تھے اور بے تکلف حضرت کے گھر آنا جانا اور گھر کی خدمت کرنا تھا، اور مولانا غلام محمد صاحب ہمارے دارالعلوم کے تبلیغی جماعت کے امیر بھی تھے اور وقتاً فوقتاً طلبہ کی جماعت لیکر اطراف کے دیہاتوں میں جاتے تھے، بندہ بھی کبھی کبھی ان کے ساتھ ہوجاتا تھا، اس طرح دوستی ہوگئی، میں نے ایک دن کہا آپ حضرت مہتمم صاحب کے گھر خدمت کے لئے جاتے رہتے ہو، تو کبھی

ہمیں بھی لے جاؤیار، تاکہ حضرت سے تعلق پیدا ہو، تو ایک دومرتبہ وہ مجھے ساتھ لے گئے اور کچھ دیر پاؤں دبانے کا موقع ملا، فراغت کے بعد بھی مولانا غلام صاحب کا تعلق حضرت والا سے گہرا رہا اور آج بھی ہے، اور آپ ہی کی دعاؤں، مشوروں اور توجہات سے مولانا آج ترقی کے مدارج پر گامزن ہیں، اللہ تعالی ان کو سلامت رکھے اور نظر بد سے بچائے۔ آمین

عربی کتابوں کا طریقہ تعلیم

بندہ جب عربی اول میں پہنچا تو چند ماہ کے بعد ایک دن حضرت نے پوری جماعت کو دفتر میں طلب کیا، اور قصص النبیین کا سبق سننا شروع کیا، عام طور پر ہم صرف ترجمہ پر اکتفاء کرتے تھے، مگر حضرت نے عربی میں سوال بنا بنا کر پوچھنا شروع کیا، چونکہ ہمارے لئے یہ نیا طریقہ تھا تو ہم اچھی طرح جواب نہیں دے سکے، پھر نحوی ترکیب اور صرفی تحقیق پوچھنا شروع کیا، مگر ہم خاموش تھے اسلئے کہ صرف ونحو کا اجرا نہیں کرتے تھے، حضرت نے ہمیں سمجھایا کہ اس کتاب کو کس انداز سے پڑھنا چاہئے، الحمد للہ اس کے بعد شوق بڑھا اور رات تکرار میں طلبہ کے ساتھ اس طریقہ سے پڑھنے لگے، اور عربی کتابوں کو صرفی نحوی ترکیب کے ساتھ حل کرکے ترجمہ کرنے لگے، جس سے کتاب آسانی سے حل ہو جاتی تھی، سال کے اواخر میں دیو بند سے حضرت مولانا وحید الزمان کیرانویؒ کی آمد ہوئی اور چند دن دار العلوم میں قیام فرمایا، ایک رات ہم طلبہ کے ساتھ تکرار کر رہے تھے، حضرت مہتمم صاحب مہمان کو لیکر مغرب کے بعد دار العلوم کے احاطہ میں ٹہل رہے تھے اور درسگاہوں سے تکرار کی آوازیں

باہر جارہی تھیں، حضرت مہمان کی توجہ مبذول ہوئی اور دونوں بزرگ درسگاہوں کے باہر کھڑے ہوکر درجہ بدرجہ دیکھتے جاتے اور طلبہ کی تکرار کو سنتے جاتے، اتفاق سے ہماری درسگاہ کے باہر بھی آپہونچے اور سننے لگے، اس وقت بندہ کتاب مفید الطالبین کی تکرار کرا رہا تھا، اور حضرت مہتمم صاحب کی تعلیم کے مطابق صرفی ونحوی ترکیب کے ساتھ اور لغات حل کرتے ہوئے ترجمہ کرتا تھا، تقریباً دس بارہ منٹ کھڑے رہے اور سنتے رہے، دوسرے دن درسگاہوں میں تشریف لائے اور ہمارا قصص النبیین کا سبق چل رہا تھا، استاذ کی مسند پر مہمان تشریف فرما ہوئے اور صرفی نحوی لغات وغیرہ سب سوالات کئے، الحمد للہ ہماری جماعت میں اکثر سمجھدار ذہین طلبہ تھے، سب نے اچھے جوابات دئے جن کو سنکر بہت خوش ہوئے اور سنا کہ یہ بھی حضرت مولانا کیرانویؒ نے فرمایا کہ آپ کے مدرسہ کے عربی اول کے طلبہ کی صلاحیت دوسرے بعض اداروں کے سوم چہارم کے برابر ہے۔

انگریزی زبان کی ضرورت کا احساس

انگریزی زبان سیکھانے کے لئے دو استاذ مقرر تھے، ایک گھنٹہ انگریزی کلاس کا تھا، جس سے ہمیں یہ فائدہ ہوا کہ ہم نے جہاں کہیں سفر کیا، کبھی کسی ائیرپورٹ پر گفتگو کرنے یا فارم بھرنے میں پریشانی نہیں ہوئی اور افریقہ برطانیہ میں بھی بینکوں میں، سرجری پر یا کسی اور موقع پر انگریزی بات سمجھنے میں یا جواب دینے میں دقت نہیں ہوئی، بعض طلبہ تو ماشاء اللہ بے تکلف انگریزی میں بات بھی کر لیتے تھے، اور بیان بھی کر سکتے تھے، مگر کمال یہ تھا کہ

حضرت والا نے کبھی انگریزی تہذیب کو ادارہ میں گوارہ نہیں کیا اور نہ طلبہ میں اس کا رنگ آنے دیا، یہ سب حضرت مہتمم صاحب کی دوراندیشی اور عالمی سطح کی سوچ وسمجھ کی بات تھی اور اپنے اکابر واسلاف سے وابستگی کی کھلی نشانی تھی، آپ کی تو یہ بھی خواہش تھی کہ طلبہ کے لئے کمپیوٹر لایا جائے اور اسکی تعلیم بھی دی جائے جو اس زمانہ کی ایک علمی ضرورت ہے، جیسے آج بہت سے اداروں میں اس کی تعلیم دی جارہی ہے، مگر ارباب انتظام کی سمجھ حضرت کی سوچ تک نہ پہونچنے کی وجہ سے اس کی تکمیل نہ ہوسکی۔

عربی زبان کی اہمیت اور اسکی ترغیب اور عربی ادب پر توجہ

ہم عربی اول میں تھے کہ النادی العربی کے نام سے عربی انجمن شروع ہوئی، اس سے پہلے صرف اردو انجمن تھی، اب عربی میں بھی تقریر اور خطبات کی محنت شروع ہوئی اور طلبہ الحمد للہ عربی میں تقریر کرنے لگے اور گفتگو بھی کرنے لگے تھے، ایک عربی ادب کے استاذ مولانا نور محمد صاحب دیوریاوی، فاضل دارالعلوم دیوبند کا تقرر ہوا تھا جن کے پاس ہم عربی ادب سیکھتے تھے، ان کی کلاس میں صرف عربی زبان میں گفتگو کرنی لازم تھی، وہ کتاب پڑھاتے تو عربی ہی میں مطلب سمجھاتے اور سوال عربی میں کرتے اور جواب بھی عربی ہی میں دینا ہوتا تھا، اس طرح عربی بولنے، لکھنے، مقالات تیار کرنے کی مشق کی جاتی تھی، اور حضرت مہتمم صاحب خود نگرانی فرماتے، اچھے مضامین پر سراہتے تھے، اور نئے اسلوب، انداز گفتگو اور عربی عبارات کی خوبیوں سے واقف کرتے تھے۔

حضرت کبھی کبھی صلوۃ الجمعہ دارالعلوم کی مسجد میں ادا فرماتے، بندہ جب عربی چہارم میں تھااس وقت کی بات ہے کہ ایک مرتبہ آپ نے ذکر کیا کہ طلبہ جمعہ کا خطبہ عربی لہجہ میں نہیں دیتے،عربی خطبہ تو عربی لہجہ میں ہونا چاہئے، میں نے کہا حضرت ایک جمعہ آپ یہاں پڑھادیں تو ان شاء اللہ سب انداز سیکھ لیں گے،آپ نے فرمایا، میں قاری تھوڑا ہوں؟ میں کیسے پڑھاؤں، میں مُصِر رہا کہ حضرت آپ فکر نہ کریں صلوۃ کی امامت کا میں انتظام کرلوں گا آپ صرف خطبہ دے دیں، کافی اصرار کے بعد آپ اسکے لئے تیار ہوگئے، اور ہماری خوشی کی انتہا نہ رہی، بندہ حضرت کے گھر پہونچ گیا،اورحضرت کوعربی جبہ زیب تن کرایا،اورساتھ مسجد لے آیا،حضرت ایک ورق پرخطبہ لکھ کرلائے تھے،اورشاندارانداز میں خطبہ دیااورایک قاری صاحب نے نماز پڑھائی، وہ منظرآج بھی یادآتا ہے، اگرموبائل کا زمانہ ہوتا توسب محفوظ ہوتا،اسکے بعد بہت سے طلبہ نے یہ اندازسیکھا۔ بندہ جب عربی دوم میں پہونچا،خوش نصیبی کہ ہماراایک گھنٹہ حضرت کے پاس آگیااورکتاب معلم الانشاءاوراسکی تمرینات حضرت کے پاس کرنی ہوتی تھیں جس سے عربی زبان سیکھنے بولنے کا بڑافائدہ ہوگیا تھا،اورعربی انجمن النادی العربی میں آسانی پیدا ہوگئی تھی۔

جامعہ مدینہ منورہ سے تعلیمی معاہدہ

جب طلبہ میں عربی لکھنے بولنے اورعربی مقالات لکھنے کی صلاحیتیں بڑھنے لگیں تو انہی دنوں سعودی عرب سے شیخ المجذوب ؒ کا دورہ ہندوستان کا ہوا،اورحضرت مولانا سیدعلی میاں ؒ کے بتلانے پروہ ہمارے فلاح دارین بھی

تشریف لائے اور چند دن کا قیام رہا، ایک جمعہ کے دن خطبہ بھی انہوں نے دیا تھا جو کافی لمبا تھا مگر طلبہ کے لئے بہت مفید تھا، وہ ادارہ کی تعلیم اور بلند معیار کو دیکھ کر اتنا متاثر ہوئے کہ فلاح دارین کے فارغین کے لئے جامعہ مدینہ منورہ میں داخلہ کا معاہدہ بھی منظور فرمایا، اور حضرت مہتمم صاحب کے لئے وجیز کلمات تحریر فرمائے۔

مدبرانہ اور حکیمانہ شان

حضرت مہتمم صاحب کی میں کیا بات کروں، آپ صرف مہتمم ہی نہیں تھے، بلکہ بہترین مدرس، باصلاحیت استاذ بھی تھے، ہر فن کی ہر موضوع کی کتاب پر نظر تھی، حواشی اور شروحات کے متعلق ہمیں رہنمائی فرماتے تھے، آپ بڑے مدبر اور حکیم مربی تھے، طلبہ اور اساتذہ کے ساتھ ان کی طبیعت اور مزاج کو سمجھتے ہوئے گفتگو فرماتے تھے، بہت سے اساتذہ آپ کے شاگرد تھے مگر ان کے ساتھ بھی اکرام واحترام کے ساتھ پیش آتے تھے، سامنے والے کی خطا اور غلطی پر حکیمانہ انداز سے اصلاح فرماتے تھے، صفائی کا بڑا اہتمام تھا، کوئی معمولی کچرا نظر آتا تو برداشت نہیں کر سکتے تھے جب تک اسے دور نہ کیا جائے اور احادیث کا حوالہ دیتے کہ کیا یہ حدیثیں عوام کے لئے ہیں، طلبہ کے وضع قطع پر برابر نظر رہتی تھی اور اصلاح فرماتے تھے، طلبہ کے کمروں میں بھی تشریف لاتے اور سختی سے صفائی کراتے تھے، درسگاہوں میں اور مسجد کی کھڑکیوں پر اگر کتابیں ادھر ادھر نظر آتی تو تکلیف ہو جاتی تھی کہ یہ کیا بے پرواہی اور بے ڈھنگی ہے، جوتے بھی سلیقہ سے رکھنے کی تاکید فرماتے تھے، مسجد میں یا کھانے کے

وقت شور وشغب پر بہت خفا ہوتے تھے، سادگی، طمانینت، خاموشی، تواضع و انکساری، وضع قطع میں درستگی اور صفائی ستھرائی کو پسند فرماتے تھے، اور ایسے طلبہ کو چاہتے اور محبت سے قریب کرتے تھے،،،

سادگی اور بے تکلفی

حضرت والا بالکل سادہ مزاج تھے اور وما انا من المتکلفین کا مصداق تھے، آپ کے یہاں حضرت پنا نہیں تھا کہ حضرت ابھی آرام فرمارہے ہیں، حضرت ابھی آرہے ہیں، حضرت ابھی جارہے ہیں ہٹو، بچو، والی نزاکتیں نہیں تھیں، حضرت کے دروازے پر ہم نے کبھی کوئی بوّاب نہیں دیکھا، آج بھی نہیں ہے، چاہے کوئی عالم ہو یا عامی ہو، خواص ہو یا عوام ہو، سب کے لئے آپ کا دروازہ کھلا رہتا تھا، اور بے تکلف ملاقات کرلینا اور سادگی اور نرمی سے بات چیت کرنا، آپ کی زندگی کا معمول رہا ہے، یہی ہمارے پیارے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت شریفہ تھی، اور فون کروتب بھی اگر حضرت قریب ہی تشریف فرماہیں تو فوراً بے تکلف فون پر بات کرلیتے ہیں، اور سب کی خیر خیریت معلوم کرلیتے ہیں حالانکہ آپ ایک بڑے ادارے کے مہتمم اور معروف ومشہور، باوقار شخصیت اور ہندوستان کے بڑے علماء میں سے تھے اور ہیں، مگر تکلفات کرنا آپ کی عادت نہیں تھی، حضرت سے کئی بار سادگی کے بارے میں یہ سنا ہے کہ اپنی ٹوپی سر سے نکال کر فرماتے دیکھو، ہم تو یہ دو روپیہ والی ٹوپی پہنتے ہیں، اعلیٰ ٹوپی اعلیٰ لباس کے عادی نہیں، اگر آپ کے پاس علم ہے تو اسکی خوشبو لوگوں تک جائے گی اور لوگ مستفید ہوں گے، اگر اندر علم نہیں

ہے اور ٹوپی بڑھیا لگالی تو اس سے کوئی عالم نہیں بن جاتا وغیرہ۔

عادات حمیدہ

آپ ہمیشہ سادہ اور صاف ستھرے رہتے تھے اور تکلفات سے بہت دور ہوتے تھے، درسگاہوں، طلبہ کے کمروں اور ادارہ کی چہاردیواری میں صفائی کا خوب اہتمام فرماتے، وقت کی بڑی پابندی فرماتے، فجر کی اذان سے پہلے مسجد میں تشریف لے آتے تھے، قرآن پاک کی تلاوت کی بڑی پابندی فرماتے تھے اور صلوۃ الفجر سے پہلے ہی تلاوت پوری فرماتے تھے، وقت سے پہلے ہی ادارہ کے چوراہے پر حاضر ہوجاتے تھے، پھر کیا کوئی استاذ یا طالب علم دیر سے آتے، ایک مرتبہ حضرت مولانا ابرارؒ نے مجھ سے فرمایا کہ ادریس! بندے کو جو اعذار اور بیماریاں ہیں وہ ظاہر ہے، مگر حضرت مہتمم صاحب کا رعب اور ان کی پابندی ایسی ہے کہ مجھے بھی دیر سے جانے کی ہمت نہیں ہوتی، پھر سوچئے کہ دوسرے اساتذہ پر اس کا کیا اثر ہوگا، اگر کوئی طالب علم غلطی یا شرارت کرتا اور اسکی شکایت دفتر میں آتی تو کبھی بھی آپ اس کو فوراً نہیں نکالتے تھے، بلکہ مناسب سزا، یا حکیمانہ انداز میں سمجھاتے تھے اور تین بار تک موقع دیتے تھے، پھر تیسری بار غلطی کرنے پر اخراج کرتے اور فرماتے، میں نے یہ اصول سورہ کہف سے سیکھا ہے، **هذا فراق بيني و بينك**،

خلافت اور اجازت

آپ کو تقریبا ۸/۹ اکابرو بزرگوں سے اجازت حاصل ہے مگر آپ نے اسے فخر ونمود کا ذریعہ نہیں بنایا، نہ کبھی اپنے کسی مکتوب میں ظاہر کیا اور نہ کسی

بیان میں اسے ظاہر کیا، آج ہمارا حال یہ ہے کہ اگر کہیں سے اجازت مل گئی تو اسے خوب پھیلاتے ہیں، خطوط میں بیانوں میں بطور فخر کے کہتے ہیں، اسے فخر وتفاخر اور شہرت کا سبب بناتے ہیں۔

لیسٹر میں علماء کا ایک اجلاس

چند سال پہلے لیسٹر کے معروف عالم دین جناب مولانا سلیم دھورات صاحب زید مجدہ نے حضرت مفتی رفیع عثمانی دامت برکاتہم اور ہمارے حضرت مولانا عبداللہ صاحب دامت برکاتہم کی آمد پر لیسٹر میں علماء برطانیہ کا اجلاس رکھا تھا، جس میں بڑی تعداد میں علماء شریک ہوئے تھے، دونوں بزرگوں نے علماء کرام کی موجودہ حالات میں خاص کر برطانیہ اور یورپ میں کیا ذمہ داریاں ہیں اس پر بسیط روشنی ڈالی تھی اور علماء کو دینی اصلاحی کام کرنے اور نام ونمود اور شہرت پسندی سے دور رہنے اور آپس کے جزئی اختلافات ختم کرنے پر زور دیا تھا، ایک بات خاص فرمائی تھی کہ ہم جہاں جاتے ہیں ساتھیوں کا اس طرح تعارف کرایا جاتا ہے یہ فلاں کا خلیفہ ہے فلاں کے مجاز ہے، اور مفتی تو اتنا عام ہوگیا کہ ہر مولوی مفتی صاحب مفتی صاحب بنا ہوا ہے، حالانکہ افتاء ومفتی شہرت کے لئے نہیں یہ ایک ذمہ داری والا منصب ہے، صلاحیت وقابلیت کا نام ہے کاغذی سند کا نام نہیں ہے، اسی طرح اجازت وخلافت یہ تزکیہ باطن اور اخلاق حمیدہ کا نام ہے نام ونمود اور شہرت کا نہیں، وغیرہ بہترین انداز میں دونوں بزرگوں نے ہماری کمزوریوں کی طرف نشان دہی فرمائی اور ذمہ داریوں کی طرف توجہ دلائی تھی۔

قوم وملت کا درد

دار العلوم کا اہتمام چھوڑنے کے بعد آپ کے اسفار بڑھ گئے تھے، ہندوستان کے مدارس اور مختلف شہروں کی طرف سے اور بیرونی ممالک سے بھی بلاوے آتے تو مختلف عنوانوں پر آپ کے اسفار ہوتے، افریقہ، یورپ، کینیڈا وغیرہ کی طرف کئی بار آپ کے اسفار ہوئے، اور جب مسلمانوں کی زبوں حالی، انکے معاشرہ کی بدحالی، آپس کے معاملات کی خرابیاں، مساجد کی بدنظمی، آپس کے اختلافات وانتشار، گروہ بندیاں جیسے امور کو دیکھتے اور سنتے تو بے چین ہوجاتے، کہ کیا یہی ہماری اسلامی زندگی ہے؟ اپنے بیانوں میں سیرت کے واقعات سے، اکابر کے اقوال وملفوظات سے اسلامی شعراء کے دردمندانہ اشعار سے قوم کو احساس دلاتے، اور غیروں کی حسن معاشرت سے سبق دیتے کہ ہم ان سے بھی گراوٹ میں آگئے، مساجد کی کمیٹیوں کے جھگڑے، اور علماء کے فروعی مسائل میں تشدّد وتعصب اور حدود اختلاف سے آگے نکل جانے پر سخت رنجیدہ ہوتے اور اپنی مجالس میں اس پر ضرور دردمندانہ انداز میں ذکر وتبصرہ کرتے، آپ کے دردمندانہ بیانات کو آپ کے صاحبزادہ حافظ ابراہیم صاحب نے جمع کرکے کتاب کی شکل میں شائع کیا ہے جو 'صدائے دل'، نام سے معروف ہے۔

اتحاد بین المسلمین اور اعتصام بحبل اللہ کی طرف بار بار توجہ دلاتے، اور فرماتے کہ آج مسلمانوں کی ذلت وخواری کی وجہ اللہ کے کلام قرآن مجید سے دوری ہے، گھروں سے تلاوت چلی گئی، ایک مرتبہ لندن شریف آوری پر

بندہ ملاقات کے لئے حاضر ہوا تو بڑے درد کے ساتھ شکوہ فرمارہے تھے کہ آج کل کے ہمارے فارغین حفاظ وقراء اور علماء میں تلاوت قرآن کی کمی نظر آرہی ہے اور اسلاف کے طور وطریق سے بھی دوری نظر آرہی ہے،، سال گذشتہ آپ نے بندہ کے لئے کینیڈا سے ایک قلم بھیجا، جسکے ایک رخ پر بندہ کا نام کندہ تھا اور دوسری طرف عربی میں ایک جملہ لکھا تھا، **"قرآننا یا قوم مصدر عزنا"** بندہ نے شکریہ کے لئے جب فون کیا تو پہلے یہی پوچھا کہ عربی میں لکھا پیغام پڑھا، میں نے کہا جی پڑھا، تو فرمایا کہ بھائی اس پیغام کو امت میں پھیلاؤ، اس عزت کی چیز کو چھوڑنے ہی کی وجہ سے تو یہ ذلتیں پیش آرہی ہیں، اللہ تعالی امت مسلمہ کو قرآن کریم کی قدر کی توفیق دے اور اس سے وابستگی عطا کرے۔

چھوڑ کے قرآں کو مسلم، حق سے بیگانہ ہوا
آپ بھی رسوا ہوا اور دین بھی رسوا کیا
معزز تھے زمانہ میں مسلماں ہو کر
خوار ہوئے ہم تارک قرآں ہوکر

مہمان نوازی

دارالعلوم کی شہرت اور ترقی کی وجہ سے مہمانوں کی آمد بکثرت ہوتی تھی، اس زمانے میں تقریباً بیرونی سولہ ممالک کے طلبہ ہمارے یہاں زیر تعلیم تھے، جس کی وجہ سے افریقہ، برطانیہ اور دوسرے ممالک سے مہمانوں کا ورود بہت ہوتا تھا، اور اکثر مرتبہ حضرت اپنے ہی گھر سے اچھا کھانا ان کے مطابق بنواتے اور کھلاتے تھے، ایک مرتبہ افریقہ سے میری پھوپھی اور پھوپھا

ہمارے گھر کوسمبا آئے تھے اوران کو مجھے بھی ملنا تھا اور پھوپھا نے حضرت مہتمم صاحب کی شہرت کافی سن رکھی تھی اور شاید کوئی تعلق یا رشتہ داری بھی حضرت سے تھی ، توان کا تقاضا زیادہ رہا کہ حضرت سے ضرور ملنا ہے، کوسمبا سے ہمارے بھائی دس بجے کے بعد لے کرآئے ، میرے ساتھ ملاقات ہوئی اور علیک سلیک کے بعد حضرت مہتمم صاحب سے ملاقات کا تقاضا کیا، بندہ دفتر میں لیکر گیا حضرت نے اکرام واحترام کا معاملہ کیا، اور باتیں کرتے کرتے خود ہی دار العلوم کے احاطہ میں دکھلانے لے گئے، بھائی سوچ رہے تھے کہ واپس کوسمبا جا کر کھانا ہوگا، اور میں سوچ رہا تھا کہ مطبخ سے کھانا منگوالوں گا، مگر حضرت نے مجھے عربی میں کہا کہ ''**اذهب الى بيتى، فقل لهم ان يطبخوا دجاجة، فعجلوا**'' اس حکم کے بعد اور کوئی رائے نہیں ہوسکتی تھی دوڑتا ہوا حضرت کے مکان پر گیا، اور خالہ جان سے یہ بات کہی، اللہ تعالی خالہ جان کی بال بال مغفرت فرمائے، عجیب خدمت گذار اور مہمان نواز تھیں، اور حضرت کے ہر دینی کام میں ساتھ دیتی تھی، کبھی کوئی شکوہ وشکایت نہیں ہوتی تھی، حالانکہ چھوٹے چھوٹے بچے تھے اور گھر میں اتنی کوئی فراوانی بھی نہیں تھی، مگر شوہر کے خاطر سب کچھ برداشت تھا، اور مہمانوں کی آمد ایک معمول سا بن چکا تھا، کبھی کبھی ایک ہی دن میں معمول کے وقت کے علاوہ تین تین بار کھانا مہمانوں کے لئے پکایا جاتا، ایک مرتبہ تو رات دس بجے چار مہمان آگئے اور خالہ جان تھکی ماندی بچوں کے ساتھ سوبھی گئی تھیں کہ وہ مہمان حضرت کا مکان تلاش کرتے آگئے، حضرت ابھی بیدار تھے، علیک سلیک کے بعد اخلاقاً کھانے

کا پوچھا تو انہوں نے کہا، ہم صبح سے نکلے ہوئے ہیں اور کہیں کوئی ہوٹل بھی نہیں ملا، کھانا نہیں کھایا، حضرت فوراً گھر میں گئے اور خالہ جان سے بتلایا کہ اس طرح چار مہمان گھر آئے ہیں اور سب بھوکے ہیں، اللہ رحمتیں برسائے اس وفادار خاتون پر کہ بالکل بلا کسی چوں و چرا کے راضی خوشی سے رات دس بجے کھانا پکانے بیٹھی اور مہمانوں کو تازہ کھانا کھلایا، حالانکہ اس زمانہ میں آج کی طرح سہولتیں نہیں تھیں، نہ گیس کے چولہے تھے نہ فرِج، نہ فریزر، اور نہ مالی فراوانی تھی، یہ سب جذبہ دین اور جذبہ خدمت اور مہمان نوازی کی بنیاد پر تھا،، **فجزاهم الله خير الجزاء**

طلبہ کی خیر خواہی اور اساتذہ سے حسن سلوک

جو طلبہ ذہین اور باصلاحیت ہوتے ان کی خصوصی فکر کرتے کہ آئندہ یہ کام کے افراد بنیں، ان کی صلاحیتیں کھانے پینے، گھومنے پھرنے اور دوستوں میں ضائع نہ ہو جائیں، ان کو ضروری شروحات و متعلقات اور مناسب کتابوں کی طرف متوجہ کرتے، اور اچھی کارکردگی پر تحسین فرماتے، اور ترغیب دیتے رہتے کہ ترقی کرو، کام کے افراد بنو، اسلاف کے واقعات اور ان کی قربانیوں کو پیش فرماتے رہتے۔

اساتذہ کرام کے ساتھ بھی عجیب حسن سلوک فرماتے، ہمارے اداروں میں ابتدائی سال میں کتابوں کی تقسیم کے وقت آپس میں کچھ رنجشیں پیش آجانا عام ہے، مگر آپ ہر استاذ کی صلاحیت اور اس کے کسی فن میں ذاتی ذوق وشوق کے مطابق ان کو اس فن کی کتاب دیتے، اور بعضوں کی ہمت

افزائی فرما کر تعریف کرکے آگے بڑھاتے، اور کبھی طلبہ کے سامنے کسی استاذ کی کوئی کمزوری بیان نہیں کرتے تھے، بلکہ اساتذہ کی قدر، انکی خدمت، ان سے علمی و روحانی تعلق کی ترغیب دیتے اور کسی میں یہ خوبی دیکھتے تو تعریف کرتے، بندہ کو حضرت مولانا ابرار احمدؒ سے بھی اچھا تعلق تھا، ایک مرتبہ حضرت مولانا ابرار احمد صاحبؒ نے اپنی ایک مخصوص ٹوپی میرے سر پر پہنادی، بندہ بہت شرمندہ ہوا کہ میں اس لائق نہیں ہوں، مگر حضرت نے فرمایا کہ اسے سر سے مت نکالنا، اسے پہن کر کل درسگاہ میں آنا، بندہ شرمندگی کے ساتھ دوسرے دن درسگاہ پر حاضر ہوا، ساتھی لوگ بھی ٹوپی دیکھ کر مسکرارہے تھے اور بعض اساتذہ نے بھی دیکھ کر تعجب کیا کہ بندہ نے نئے انداز کی ٹوپی پہنی ہے، پھر دفتر کے سامنے سے گذرہوا اور حضرت مہتمم صاحب کی نظر بندہ کی ٹوپی پر پڑی تو مسکرا کر دروازہ کی طرف آئے اور مجھے دیکھ کر ساتھیوں کے سامنے یہ شعر کہا،،

جمال ہم نشیں، در من اثر کرد

فلاح دارین میں قراءت وتجوید کی ترقی اور عروج

ہمارے حضرت والا کو قرآن کریم سے عجیب قلبی لگاؤ تھا، جب خوبصورت انداز میں کوئی قرآن پڑھتا تو جھوم جاتے، اور آنکھوں میں آنسو آجاتے، اور خود بھی بڑے تدبر سے تلاوت کرتے تھے، روزانہ فجر کی اذان کے وقت آتے، طلبہ کو آواز لگاتے پھر پہلی صف میں دائیں طرف قرآن لیکر بیٹھ جاتے اور تدبر سے قرآن پڑھتے، قریب میں کوئی طالب علم ہوتا تو اسکو بھی

متوجہ کرتے اور تلاوت کے درمیان آنے والے الفاظ کی تحقیق پوچھتے، عربی سوم میں آنے کے بعد بندہ کو حضرت والا سے انس اور تعلق بڑھنے لگا تو حضرت کے پاس ہی قریب جا کر بیٹھ جاتا، اگر حضرت کچھ پوچھتے تو جواب دیتا۔

ہمارے یہاں تجوید کی دو کلاسیں تھیں، ایک میں حضرت قاری محمد صالح صاحب پڑھاتے تھے اور دوسری میں حضرت قاری عباس صاحبؒ پڑھاتے تھے، اور تجوید کی کلاس صرف عربی سوم تک ہوتی تھی گویا یہ ہمارا تجوید میں آخری سال تھا، جب ہم عربی سوم میں پہونچے، اس وقت دارالعلوم کی مسجد میں کوئی امام مقرر نہیں تھا طلبہ میں سے جس کا جی چاہتا وہ آگے بڑھ جاتا، یا کبھی کسی کو آگے کر دیا جاتا، ایک دن حضرت مہتمم صاحب نے احقر سے کہا: ادریس، تم اچھا قرآن پڑھنے والوں کی ایک لسٹ تیار کر کے دو، تاکہ وہ باری باری نماز پڑھاتے رہیں، امامت کے لئے اچھا قرآن پڑھنے والا چاہئے، بندہ نے تقریباً چالیس طلبہ کے نام پیش کئے جو اچھا قرآن کریم پڑھتے تھے، آپ نے ان میں سے تیس کا انتخاب فرمایا اور کہا کہ ان کو کہو کہ مہینہ میں ایک بار تمہاری باری آئے گی، اپنی باری پر تیاری کے ساتھ پابندی کیا کریں، جب یہ حضرات پڑھانے لگے تو ان کی صلاحیت اور جوہر کا اندازہ ہونے لگا، اور بعض طلبہ کی فجر کی نماز میں بڑی پرکشش تلاوت ہوتی تھی جو دلوں پر اثر کرتی تھی، ایک مرتبہ بمبئی کے ایک طالب علم نے فجر کی نماز میں ایسی تلاوت کی کہ دونوں رکعات میں حضرت پر گریہ طاری رہا، حضرت کی حالت اور قاری کی تلاوت نے مجھے بھی رُلا دیا، سلام کے بعد حضرت نے پرنم آنکھوں سے مجھے دیکھا اور کہا

کہ اس نے دل ہلا دیا، جی چاہتا ہے کہ اسکی پیشانی کو بوسہ دوں، دعا کے بعد اسے اپنے قریب طلب فرمایا اور تحسین فرمائی، مگر وہ طالب علم ایک دو سال سے زیادہ نہیں رہا، ورنہ وہ اچھا قاری بنتا۔

جب حضرت نے طلبہ کی صلاحیتوں کا احساس کیا تو حضرت قاری عباس صاحبؒ سے ذکر کیا کہ الحمد للہ! ہمارے ادارے میں اچھا قرآن تلاوت کرنے والے طلبہ کافی ہیں اگر یہ سب ملکر ہفتہ واری اجتماع کریں اور مشقیں کریں تو مزید ترقی ہو سکتی ہے، اور دونوں قاری صاحبان کی خوب تحسین فرمائی، چونکہ ہماری جماعت قاری عباس صاحبؒ کے پاس تھی تو آپ نے ہمارے سامنے اس کا ذکر کیا اور اردو، عربی انجمن کی طرح قراءت کے لئے بھی انجمن کرنے کا ذکر کیا ہم کچھ طلبہ بیٹھے اور مشورہ کیا، اور ایک انجمن قراءت کے لئے متعین کیا اور اس کا نام ''انجمن اصلاح القرآن،، طے کیا اور اس کا صدر مجھے ہی بنا دیا گیا تھا، جب اس کا پہلا جلسہ کرنا طے کرلیا تو اب قاری صاحب سے اجازت لیکر آگے بڑھنا تھا، قاری صاحب نے اجازت دیدی، میں اپنے دو ساتھیوں کے ساتھ دفتر میں پہنچا اور حضرت کو دعوت نامہ پیش کیا اور جلسہ کی صدارت کے لئے درخواست کی، حضرت نے بہت خوشی کا اظہار کیا مگر یہ کہا کہ یہ نام صحیح نہیں ہے، قرآن مجید کی کوئی اصلاح کی ضرورت نہیں، اصلاح ہماری قراءت اور تلاوت کی ہوتی ہے، تو میں نے عرض کیا حضرت! آپ ہی اچھا نام تجویز فرمادیجئے، تو آپ نے فوراً اس پرچہ پر لکھدیا ''لجنۃ القرائۃ والتجوید'' بس کیا کہنا یہ نام ایسا مقبول ہوا کہ آج تک اسی نام سے یہ انجمن چل رہی ہے۔

پہلا جلسہ حضرت مہتمم صاحب کی صدارت میں ہوااور جلسہ میں حضرت نے قرآن مجید کی حسن تلاوت کے متعلق کافی مفید باتیں بتلائی اور طلبہ کو مزید محنت کی طرف متوجہ کیا، ہماری جماعت میں محترم دوست قاری محمد صدیق صاحب بھی تھے، وہ ہمارے ہم درس اور بے تکلف دوست تھے وہ اس وقت خاموش طبیعت کے تھے، مگر اللہ تعالی نے عجیب حسن صوت سے نوازا تھا، دارالعلوم کا کوئی جلسہ یا اجلاس ایسا نہیں تھا، جس میں قاری صدیق صاحب کی قراءت یا کوئی حمد یہ منظوم یا نعتیہ اشعار نہ ہوں، جب لجنۃ کا انعقاد ہوااور تجوید پر خصوصی توجہات دی جانے لگی تو سال میں ایک بار مسابقہ قراءت طے ہوتا اور طلبہ کی ہمت افزائی کی جانے لگی، اور کبھی باہر سے کسی قاری صاحب کو بھی دعوت دی جاتی، جلسہ پر لطف ہوتا، ایک بار ڈابھیل سے حضرت قاری احمداللہ صاحب زید مجدہم کی تشریف آوری بھی یاد ہے۔

تخصص فی القرائۃ، سبعہ اورعشرہ

حضرت والا نے جب طلبہ کی صلاحیتوں کا اندازہ لگایا تو آگے بڑھنے کا ارادہ کیا کہ طلبہ کو سبعہ وعشرہ بھی سکھانا چاہیئے، اسلئے کہ یہ بھی علوم قرآن میں سے ہے، اسوقت ہمارے گجرات میں سبعہ نہیں ہوتی تھی، ڈابھیل میں بھی اسی زمانہ میں قراءت سبعہ شروع ہوئی ورنہ اس سے پہلے وہاں بھی صرف قراءت حفص ہی ہوتی تھی، آپ نے ارادہ کیا کہ ایک سبعہ عشرہ کے ماہر قاری کولایا جائے اور فلاح دارین میں شروع کیا جائے، اس کے لئے آپ نے دور دراز کا سفر کیا اور بہت ہی محنت ومشقت کے بعد آپ کو ایک قیمتی ہیرا قاری انیس

صاحبؒ ملے، یہ سب تفصیلات بعض رسالوں میں موجود ہیں، اور جب ہم چہارم میں پہونچے اور تقریباً تعلیم کے چھ ماہ ہو چکے تھے کہ قاری محمد انیس صاحبؒ کی تشریف آوری ہوئی، درجہ سوم تک تو دونوں قاری حضرات کے پاس طلبہ تجویداور قراءت عاصم بروایت حفص سیکھتے تھے،تواب یہ طے پایا کہ چہارم کی جماعت حضرت قاری انیس صاحبؒ کے پاس سبعہ شروع کرے گی اور وقت صلوۃ العشاء کے بعد طے پایا، یہ ہماری پہلی جماعت قراءت سبعہ کے لئے قاری صاحب کے پاس تھی، ہم نے شاطبیہ کے کچھ ہی صفحات پڑھے تھے کہ سالانہ امتحان آ گیا، پھرعربی پنجم ہدایہ کے سال میں قراءت کے لئے کوئی وقت نہیں رہا تھا، دوسری جماعتیں سوم چہارم کی آپ کے پاس جاتی اور بعض شوقین طلبہ خارج میں آپ سے استفادہ کرتے تھے،حضرت مہتمم صاحب کی آرزواور توجہات اور دوسری طرف استاذ مکرم اورشوقین طلبہ کی محنتیں رنگ لائی اوردوسال ہی میں یہ درخت پھل آور بن گیااور الحمد للہ کہ دوطلبہ نے سبعہ پورا کرلیا تھا۔

سب سے پہلے سبعہ کے دو قاری

دوسال کی محنت اورقربانیوں کے بعد جب ہم عربی ششم مشکوۃ میں پہونچے توہمارے بعدکی جماعتوں میں سے دوطالب علموں نے سبعہ پورا کیا، ایک قاری محمد امین کاٹھیاواری، دوسرے قاری ہارون سودانی،ان کے اعزاز میں جلسہ ہوا، اوراس حقیر کوہی جلسہ کی ذمہ داری سپرد کی گئی، بندہ نے ادارہ،حضرت مہتمم صاحب، استاذ مکرم قاری انیس صاحب اوران دوطالب

علموں کی شان میں ایک مقالہ لکھ کر پڑھا تھا، اس اجلاس میں قاری انیس صاحبؒ نے آخری دوسورتوں کا اختتام فرمایا تھا جو عجیب منظر تھا، اور قاری صدیق صاحب اس وقت ہماری جماعت میں تھے، فراغت کے بعد انہوں نے تخصص فی القراءت کیا، اور ہمارے حضرت والا کی کوششیں اور توجہات ان کے ساتھ رہیں اور ان کو آگے بڑھانے میں حضرت والا کا کافی تعاون رہا، جو اخیر تک رہا۔

صاحب قرآن کا نمونہ

جب قاری ہارون کا ذکر آیا تو مجھے خوشی ہوگی یہ بتلاتے ہوئے کہ ان کا قرآن مجید سے عجیب شغف تھا، وہ مسجد کے کونہ میں دیوار کے سامنے گھنٹوں تک بیٹھے بیٹھے قرآن پاک کی تلاوت کرتے رہتے، یعنی قرّاء سبعہ کی تمام قراءات کا اجرا کرکے پڑھتے تھے، وہ بہترین حافظ تھے اور قاری تھے، اور رات دن میں کئی کئی گھنٹوں تک وہ اکیلے اکیلے قرآن پڑھتے رہتے گویا قرآن ہی ان کا دوست تھا اور وہ قرآن کے دوست تھے، حضرت مہتمم صاحب کی زبان سے بھی کئی بار ان کی ہم نے تعریف سنی ہے، آج کل مدارس سے مکاتب سے، بڑی تعداد میں حفاظ اور قرّاء نکلتے ہیں، بڑے بڑے جلسے ان کے اعزاز میں کئے جاتے ہیں مگر تلاوت قرآن کی پابندی بہت کم کرتے ہیں، الا ما شاء اللہ ، ہاں منبر ومحراب اور جلسہ وجلوس میں ان کا جوش وخروش اور مہارت دیکھنے کو ملتا ہے حالانکہ اقرآن کا نور تو خلوت کی تلاوت میں چھپا ہے، اور آج کل موبائل کی مصیبت نے تو تلاوت قرآن سے اور دور کردیا ہے، والیـــــــہ

المشتکی۔

قاری ہارون کا ایک واقعہ یاد آ گیا ان کو ہندوستانی ویزا کی تکلیف رہتی تھی، ایک مرتبہ وہ حضرت مہتمم صاحب سے اجازت لیکر ویزہ کے لئے دہلی گئے، جب واپس آئے تو حضرت مہتمم صاحب نے ان سے پوچھا، **یا ھارون کیف وجدتھم؟ فقال: لا تسال عنھم یا شیخ، کلھم اکّالون بالسحت"**

ایک واقعہ یاد آیا کہ جب ہم شاید مشکوۃ میں تھے اور دفتر میں آپ کے پاس تھے، ایک طالب علم آیا اور درخواست پیش کی کہ بندہ عالم نہیں بننا چاہتا، بلکہ تخصص فی القراءت میں داخلہ چاہتا ہے، حضرت نے پوچھا کیوں؟ اس نے کہا مجھے ۲/۳ سال میں بیرون ملک جانا ہے اور اتنا لمبا عرصہ نہیں رہ سکتا، حضرت نے پوچھا کہ حفظ کے بعد کیا پڑھا؟ اس نے کہا فارسی اول پھر حضرت نے پوچھا، اچھا بتلاؤ، قرآن میں کتنی جگہ عذاب الیم "ہمزہ،، سے ہے اور کتنی جگہ عذاب علیم "عین،، سے ہے؟ وہ سوچنے لگا، پھر کہا دو جگہ پر عین سے عذاب علیم ہے اور باقی سب جگہ ہمزہ سے عذاب الیم ہے، حضرت نے سب کو ہنسایا، اور کہا بھائی تو فارسی رہنے دے اور قراءت بھی بعد میں پڑھ، پہلے عربی کے دو درجات پڑھ، ورنہ بلا عربی سیکھے قاری بنے گا تو کیا کیا گر کھلائے گا، پھر حضرت نے قانون بنالیا کہ جب تک عربی ۲/۳ درجہ نہ پڑھ لے، قراءت میں داخلہ نہیں ملے گا، اسلئے کہ قاری کو اتنا تو معلوم ہونا چاہئے کہ میں جو پڑھ رہا ہوں اس کا کیا معنی اور مفہوم ہے؟ ورنہ نمازیں فاسد ہونگی اور اسے معلوم بھی

نہیں ہوگا، واقع میں حضرت والا کا یہ فیصلہ بڑا مدبرانہ تھا آج کل ایسی غلطیاں کافی سننے اور دیکھنے کو ملتی ہیں۔

افراد سازی اور خصوصی تربیت

اس سے پہلے جیسا کہ بتلا چکا ہوں کہ حضرت والا کو ہر علم وفن سے تعلق اور مناسبت تھی، اور آپ چاہتے تھے کہ ادارہ کا ہر ہر طالب علم باصلاحیت ہو، ہر علم وفن میں سمجھ بوجھ رکھتا ہو، اور جو طالب علم باصلاحیت اور صاحب استعداد ہوتا، تو اسکی طرف خصوصی توجہ فرماتے، خاص کر آخری سالوں میں تاکہ وہ کسی کام کا بنے اور کسی صحیح جگہ اسے کام پہ لگایا جاسکے، ہر ایک کو اسکی صلاحیت اور ذوق کے مطابق تعاون فرماتے، حضرت والا کی ایک عادت شریفہ یہ تھی کہ ہر سال دورہ کی جماعت کو سالانہ امتحانات کے بعد دفتر میں طلب فرماتے اور کیا حالات چل رہے ہیں اور ان حالات میں علماء کی کیا ذمہ داری ہے اور عوام میں کس طرح دینی کام کرنا ہے، اور عوام کی طرف سے کیا ردعمل ہوتا ہے، مساجد میں، مکاتب میں کس انداز سے خدمت کرنی ہے وغیرہ کافی تجربہ کی باتیں اور ہمت افزائی کی باتیں فرماتے تھے۔

اگر اس جماعت میں کوئی قابل باصلاحیت طالب علم ہوتا اور فلاح دارین ہی میں گنجائش ہوتی تو یہیں اس کو خدمت کا موقع دیتے، الحمد للہ، حضرت والا کے زمانہ کے تیار کردہ افراد آج علمی و دینی اچھی خدمات میں لگے ہوئے ہیں، جیسے آج کے فلاح دارین کے اکثر اساتذہ حضرت کے ہی پروردہ ہیں اور حضرت والا ہی کے تربیت یافتہ ہیں، جیسے قاری صدیق صاحب، مولانا

اقبال دیولوی صاحب، مولانا خلیل راوت صاحب، مولانا یوسف ٹنکاروی صاحب، مولانا احمد ٹنکاروی صاحب، مولانا ابوبکر موسالی صاحب، مولانا عبداللہ کاوی صاحب، مولانا عبدالرشید خانپوری صاحب، اور دارالعلوم ماٹلی والا کے موجودہ مہتمم مولانا اقبال ٹنکاروی صاحب، اور دیگر بہت سے قابل تلامذہ ہیں جوملک و بیرون ملک میں علیا کی کتابیں پڑھاتے ہیں وہ حضرت ہی کے پروردہ اور مربے ہیں جنکی علمی چاشنی سے آج سینکڑوں طلبہ مستفید ہورہے ہیں جو آپ کے لئے صدقہ جاریہ ہیں، **الحمد لله علی ذالک** ، جب ہم درجہ دوم میں تھے اس وقت مولوی خلیل راوت ابھی ادارہ میں پڑھنے کے لئے داخل ہوئے اور اسوقت انہیں اردو کا ایک لفظ بھی معلوم نہیں تھا، مگر حضرت والا نے ان کی تعلیمی نگرانی خود فرمائی اور خود ہی ان کو پڑھاتے رہے یہاں تک کہ چھ سال میں ہمارے ساتھ بخاری میں آگئے۔

احقر اور ہمارے دارالعلوم لیسٹر کے مدرس جناب حضرت مولانا داؤد کوٹھی صاحب، جو آج کل یہاں بخاری شریف پڑھاتے ہیں اور جناب مولانا نیک محمد صاحب آپ ہی کے پروردہ ہیں۔ اگر آپ کے صرف باصلاحیت تلامذہ کی لسٹ (فہرست) اوران کی خدمات کا ذکر کریں جو ملک اور بیرونی ملک میں علم قرآن اور علم حدیث کی خدمت میں مصروف ہیں تو ایک کتاب مرتب ہوسکتی ہے،، **و لله الحمد،**

قابل اساتذہ کو جمع کرنا

آپ کو اپنے ادارہ کی ترقی کی فکر ہر وقت رہتی تھی اسکے لئے با

صلاحیت اور قابل اساتذہ کو لا لاکر جمع فرماتے ، اور قابل اساتذہ کی تلاش میں کئی بار ملک کے دور و دراز علاقوں کا سفر کیا، کسی استاذ کا کمال علم تفسیر میں تھا، تو کسی کا فقہ و فتاوی میں ، تو کسی کا ادب و انشا پردازی میں ، تو کسی کا علم حدیث میں ، تو کسی کا تاریخ اور سیاسیات میں ، تو کسی کا کمال فن قراءت میں ، مشترکہ طور پر سب ہی کمالات سے متصف تھے؛ الحمد للہ ، ہمارے زمانہ میں آپ کی کوششوں سے ہمیں باصلاحیت اور قابل اساتذہ سے پڑھنا نصیب ہوا ، جن میں حضرت مفتی احمد بیمات رحمہ اللہ تعالی ، حضرت مولانا شیر علی رحمہ اللہ تعالی ، حضرت مولانا ذوالفقار احمد رحمہ اللہ تعالی ، حضرت مولانا ابرار احمد رحمہ اللہ تعالی ، حضرت مفتی عبد اللہ رویدروی زید مجدہ ، حضرت مولانا ابوبکر ترکیسری رحمہ اللہ تعالی ، حضرت مولانا یعقوب گوراترکیسری رحمہ اللہ تعالی ، مولانا ایوب سورتی تراجوی صاحب زید مجدہ ، حضرت مولانا قاری انیس رحمہ اللہ تعالی ، حضرت قاری عباس رحمہ اللہ تعالی ، قاری محمد صالح مدظلہ وغیرہم ان حضرات میں سے بہت سے اپنے مولا کے پاس چلے گئے ، اللہ تعالی ان کی خدمات کو قبول فرمائے ، اور اپنی شایان شان ان سب کو بہترین بدلہ عطا فرمائے ، اور سب کی بال بال بخشش فرمائے ، اگر ان کی خدمات کے واقعات اور تاثرات بھی لکھنے جاؤں تو بات بڑی طویل ہو جائے گی ، سفینہ چاہئے ان ابحار علم کے لئے۔

ایک مرتبہ احقر نے مشکوۃ کے درجہ کے اختتام پر دار العلوم دیوبند جانے کا ارادہ کیا ، اور اس کا ذکر حضرت مہتمم صاحب سے تعلق کی بنیاد پر کر دیا ،

آپ نے مجھے دفتر میں طلب کیا، سمجھایا کہ آج اس ادارہ میں جو اساتذہ ہیں وہ سب دیوبند و مظاہر ہی کا فیض ہے، آپ ان کو کم درجہ کا نہ سمجھو، آپ انہی سے استفادہ کرو، یہاں جو یکسوئی ہے شاید وہاں تم کو نہ ملے، خیر بندہ نے ارادہ ملتوی کردیا، اور دوسرے سال ہی وہاں دیوبند میں انتشار پیدا ہوگیا، صد سالہ کے بعد۔

اکابر علماء کی آمد اور ان کی زیارت

حضرت والا کی نسبت اور تعلقات کی بنیاد پر تقریبا ہر سال ہندوستان کے اکابر علماء کی آمد ہوتی اور ان کی زیارت نصیب ہوتی، ان کے مواعظ اور نصائح سننے کا موقع ملتا، اور قریب سے ان کو دیکھنے کا موقع ملتا اور کبھی کچھ خدمت بھی نصیب ہوجاتی، ورنہ ان تک رسائی ہمارے لئے بہت مشکل تھی، جن میں قابل ذکر حضرات یہ ہیں:

حضرت مولانا قاری محمد طیب رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا اسعد مدنی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا سالم صاحب، حضرت مولانا انظر شاہ صاحبؒ، حضرت مولانا وحید الزمان کیرانویؒ، حضرت مفتی عتیق الرحمانؒ، حضرت مولانا سعید اکبر آبادیؒ، حضرت مولانا آفتاب عالمؒ، حضرت مولانا علی میاں ندویؒ، حضرت مولانا منظور نعمانیؒ، حضرت مولانا عمران بھوپالیؒ، حضرت مولانا اخلاق حسین دہلویؒ، حضرت مولانا عبدالحلیم جونپوریؒ، حضرت شیخ مسیح اللہ نور اللہ مرقدہ، حضرت مفتی محمود گنگوہیؒ، حضرت جی مولانا انعام الحسنؒ، مولانا ہارونؒ، اور دیگر اکابر علماء گجرات، ان سب کی زیارت بحمد اللہ نصیب ہوئی اور انہیں

دیکھنے اور سننے کا موقع ملا۔

تخصص فی التفسیر کا درجہ

اور جیسا کہ پہلے یہ بتلا چکا ہوں کہ حضرت والا کو قرآن مجید سے عجیب قلبی لگاؤ رہا ہے، جب ہم ترجمہ قرآن پڑھتے تھے تب بھی آپ ہمیں مختلف تراجم اور تفاسیر کی طرف توجہ دلاتے تھے، فجر کے وقت تلاوت کے موقع پر ترجمہ یا تفسیر کی کوئی بات ذہن میں آتی تو متوجہ فرماتے تھے، جب ہمارے دورے کا سال ختم ہونے کے قریب ہوا تو اس وقت ایک نئی خوشخبری سننے میں آئی کہ حضرت والا نے اساتذۂ کرام سے مشورہ کر کے تخصص فی التفسیر کا درجہ شروع کرنے کا ارادہ کرلیا ہے، اسکے بعد ہماری جماعت کو ایک دن دفتر میں طلب فرمایا، اور یہ پروگرام پیش کیا، الحمد للہ، ہماری جماعت میں بعض باصلاحیت اور شوقین طلبہ بھی تھے جنہوں نے لبیک کہا، اور پہلے ہی سال میں ایک اچھی جماعت تیار ہوگئی، جن میں جناب مولانا محمد حنیف ورٹھی صاحب جو آج کل جنوبی افریقہ میں کتب حدیث پڑھاتے ہیں، جناب مولانا الیاس ہتھورنی صاحب وہ بھی جنوبی افریقہ میں کتب حدیث پڑھاتے ہیں، جناب مولانا محمد طیب کاکوسی صاحب جو اپنے وطن میں علیا کی کتابیں پڑھا رہے ہیں، اور یہ احقر بھی تیار ہوگیا، اور دوسرے اداروں سے تین اور طالب علم بھی آگئے، اس طرح سات طلبہ کی جماعت تیار ہوگئی، اساتذہ میں شیخ التفسیر حضرت مولانا ابرار احمدؒ کے پاس ابن کثیر کے زیادہ پارے پڑھے، حضرت مفتی احمد بیماتؒ

کے پاس بھی ابن کثیر کے چند پارے تھے، حضرت مولانا شیر علیؒ کے پاس بیضاوی شریف سے سورہ بقرۃ پڑھی، وہ ایسی ٹھوس تھی کہ کوئی پٹھان عالم ہی اسے حل کرسکے، اور حضرت مولانا مفتی عبداللہ دامت برکاتھم کے پاس مفصلات کی سورتیں تفسیر مظہری سے پڑھی، الحمدللہ تعالی اس ایک سال سے بہت ہی علمی فائدہ ہوااور قرآن مجید کے دقائق وذخائر کا کچھ علم ہوا، اوراساتذہ ٔ کرام کی صلاحیت اور محنت کی دل سے قدر ہوئی، دوسرے سال بھی یہ کلاس چلی جس میں جناب مولانا قاسم انگار صاحب ترکیسری تھے، جو بعد میں حضرت والا کے داماد بھی بنے، آج کل کینیڈا میں مسجد ابوبکر کے ذمہ دار ہیں اور وہاں ادارہ کھولکر اہتمام کے ساتھ علیا کی کتابیں بھی پڑھارہے ہیں، وہ پہلے ہماری جماعت میں تھے، مگر درجہ سوم کے بعد کسی سفر کی وجہ سے ایک سال پیچھے ہوگئے تھے، ہماری جماعت میں جناب مولانا خلیل راوت تھے جو دورہ کے سال ہمارے ساتھ شریک سبق بنے، ہماری جماعت میں حضرت والا کے صاحب زادہ جناب مولانا محمد کاپودروی دامت برکاتھم بھی تھے، جو دورہ کے سال ہمیں چھوڑ کر جلال آباد چلے گئے تھے، جناب قاری محمد صدیق صاحب بھی تھے جوفراغت کے بعد مستقل درجہ تخصص فی القراءت میں مشغول ہوگئے تھے، اور بھی کرم فرما حضرات تھے، اللہ تعالی سب کوسلامت رکھے۔

آج الحمدللہ بندہ یہاں برطانیہ لیسٹر جامعہ علوم القرآن میں کئی سال سے تفسیر ابن کثیر پڑھاتا ہے اور دورہ تفسیر میں اساتذہ سے سنے ہوئے علمی نکات بھی سناتا ہے تو طلبہ جھوم جاتے ہیں، یہ سب ہمارے حضرت والا مہتمم

صاحب کی کوششوں کا نتیجہ ہے۔

فراغت کے بعد حضرت والا کی شفقتیں

بندہ جب درجہ مشکوۃ میں تھا اس وقت حضرت مسیح الامتؒ کا گجرات کا دورہ ہوا، اور فلاح دارین میں بھی قیام رہا، اور حضرت والاؒ کا عجیب پر کشش وعظ ہوا، جس نے دل کھینچ کر رکھدیا، اور بندہ نے بیعت کے لئے جلال آباد خط لکھا، حضرتؒ نے پیار بھرا جواب دیا، اور لکھا کہ بندہ خدمت کے لئے حاضر ہے اس خط نے تو ذبح کر کے رکھ دیا، ماہ مبارک کی تعطیلات میں وہاں حاضر ہوا، اور فراغت کے دوسرے سال بھی جلال آباد پہونچا، جلال آباد میں برادر عزیز حضرت مولانا غلام محمد وستانوی صاحب کی ملاقات ہوگئی انہوں نے یہ مژدہ سنایا کہ حضرت مہتمم صاحب نے دار العلوم ماٹلی والا بھروچ میں پڑھانے کے لئے تمہاری بات کردی ہے گویا تقرر ہو ہی چکا ہے تم عید کے بعد جلدی گھر پہونچو اور تیاری کرو، میرے تصور میں بھی نہیں تھا کہ کسی دار العلوم میں پڑھانا ہوگا اور یہ خیال بھی نہیں تھا کہ ہمارے حضرت کی اس سیاہ کار کے ساتھ یہ کرم فرمائی ہوگی، بندہ جب گھر پہونچا تو عید کے بعد استاذ مکرم مفتی عبداللہ صاحب کی ملاقات ہوئی اور انہوں نے بھی یہی فرمایا کہ دار العلوم ماٹلی والا کے مہتمم مولانا یعقوب صاحب سے آپ کے بارے میں ہماری بات ہوگئی ہے اور فلاں دن تم کو وہاں پہونچنا ہے، اللہ تعالی ان حضرات کو دارین میں جزاء خیر عطا فرمائے، آمین۔

ڈانٹ ڈپٹ

ایک واقعہ یاد آتا ہے کہ بندہ جنوبی افریقہ میں دورہ حدیث کی کتابیں پڑھاتا تھا، ایک بار حضرت وہاں تشریف لائے تھے، اس وقت بندہ اور ہمارے رفیق درس جناب مولانا محمد حنیف ورٹھی صاحب بھی ایک ہی ادارہ میں پڑھاتے تھے، اور حضرت دیکھ کر بہت خوش ہوکر کے گئے تھے، مگر ۲/۳ سال بعد کسی طرح سے انگلینڈ کو آنا ہو گیا، اور گلوسٹر میں امامت اور مکتب پڑھانا تھا، ان ہی دنوں میں حضرت والا کا سفر برطانیہ کا ہوا، بندہ ملاقات کے لئے دوستوں کے ساتھ لندن پہونچا، ملاقات تو ایک طرف رہی حضرت نے مجھے دیکھتے ہی ڈانٹنا شروع کردیا، کہ یہاں انگلینڈ کیوں آئے؟ یہاں تمہارا کیا رکھا ہے؟ تم وہاں احادیث پڑھاتے تھے، یہاں کیا کھانے آئے ہو، ایسے ناراض ہوئے کہ بندہ سب کے سامنے شرمندہ ہو گیا، واللہ یہ ناراضگی صرف اور صرف تعلق کی بنیاد پر تھی کہ ہم نے کتنی محنت سے افراد تیار کئے اور وہ کام کی جگہ چھوڑ کر کہاں چلے جاتے ہیں، آپ ہی کی دعائیں تھی کہ دوبارہ اللہ تعالی نے اپنے ہی فضل وکرم اور مہربانی سے اس نالائق کو احادیث پاک کی خدمت میں پھر لگادیا اور دار العلوم لیسٹر میں جگہ دی، اللہ تعالی ستاری وغفاری کا معاملہ فرما کر اسے قبول فرمالے۔

واللہ انہ لبحر

بندہ جب گلوسٹر میں تھا ابتدا میں وہاں مکتب میں نہ نظام تھا اور نہ کوئی معقول نصاب، بندہ نے ارادہ کرلیا کہ کھوئی ہوئی چیز واپس حاصل کرنا ہے،

اسلئے اپنے ۲/۳ دوستوں سے ملکر محنت شروع کی اور اسی مکتب میں عربی ابتدائی کتابیں بھی شروع کردیں کچھ طلبہ صرف ونحواور ریاض الصالحین اور ترجمہ قرآن بھی پڑھنے لگے تھے، انہی دنوں میرا بیٹا محمد اویس کا قرآن حفظ پورا ہو رہا تھا اور حضرت والا کی آمد برطانیہ میں ہوئی اور مکتب میں امتحانات کے ایام بھی تھے، احقر نے حضرت والا کو دعوت دی، محبت سے تشریف لائے، درجہ دوم کے طلبہ کا امتحان لیا۔ خوشی کا اظہار کیا، اور شام عصر کی نماز کے بعد مسجد نور میں حفظ کا ختم اور حضرت کا بیان تھا، کھانے کی دعوت کا بھی انتظام تھا، ان دنوں گلوسٹر میں عراق سے آئے ہوئے دو عرب بھائی جو جوان عمر کے تھے اور انگریزی زبان سیکھنے کے لئے آئے ہوئے تھے، اچھے دیندار اور علماء عرب سے ان کا تعلق تھا، احقر نے ان کو گھر پر دعوت دی اور وہ دیر تک حضرت والا سے باتیں کرتے رہے، بعدہ ان کا کہنا تھا، **اھو شیخکم ؟** میں نے کہا **نعم، تعلمت عندہ عشر سنین**، انہوں نے کہا، **واللہ انہ لبحر**، اللہ کی قسم یہ تو علم کا سمندر ہیں۔
ایک مزاحی واقعہ، بندہ کے گھر کھانے کے بعد میں کچھ میٹھی چیز کھانے کی میں لیکر حاضر ہوا، تو حضرت نے ان عرب جوانوں سے فرمایا، ابھی کھانا ختم نہیں ہوا، ابھی کچھ کھانا باقی ہے، پھر فرمایا کہ ایک عرب عالم کا جملہ ہے، **ان فی البطن لخلوۃ، لا یملاھا الا حلوۃ**

ایک عالم دین کی شہادت

ایک مرتبہ لیسٹر میں ایک عالم دین کی تشریف آوری ہوئی اور حضرت والا کا ذکر خیر ہوا، تو انہوں نے کہا کہ ہندوستان کے گجراتی علماء میں یہ حضرت

مولانا عبداللہ کاپودروی صاحب ایک ایسے عالم ہیں، جو بہترین عربی بولتے ہیں اور عرب علماء سے ان کے تعلقات ہیں اور عرب علماء کی کتابوں پر بھی ان کی گہری نظر ہے، وہ ایسی ایسی کتابوں کا مطالعہ کر چکے ہیں، جن کا نام بھی ہم نہیں جانتے، واقع میں آج بھی اس عمر اور معذوری کے باوجود آپ کو علم ہو جائے کہ کوئی نئی کتاب آئی ہے تو ضرور اس کو حاصل کرنے کی کوشش کریں گے، اور ہمیں بھی متوجہ فرماتے ہیں، اور کبھی کبھی یاد فرما کر ہندوستان سے ہمارے لئے کتابیں بھی بھیجتے ہیں، ایسا علمی ذوق وشوق آج ہم علماء میں مفقود ہے۔

آج ہمارے تعلیمی دور کو تیس سے زائد سال ہو چکے مگر حضرت والا کی شفقتیں اور محبتیں اپنے مخصوص طلبہ کے ساتھ اسی طرح سے قائم ہیں جس طرح دور تعلیمی میں تھیں، حضرت والا کی جب بھی برطانیہ آمد ہوتی ہے تو ضرور ہمارے غریب خانہ پر تشریف لا کر کرم فرمائی کرتے ہیں، حضرت کے صاحبزادگان جناب مولوی اسماعیل صاحب اور جناب حافظ ابراہیم صاحب کو اللہ تعالی جزائے خیر دے کہ جب بھی حضرت والا کا برطانیہ کا سفر ہوتا ہے تو بندہ کو یاد کرتے ہوئے بندہ کو مہمانی کا شرف عطا فرماتے ہیں، اور تکلفات سے دور بالکل سادگی سے گھر پر آرام فرماتے ہیں، الحمد للہ، اور جب کوئی بھی ملنے آجاتا تو اپنے آرام کے بجائے آنے والے کا خیال فرماتے اور ان سے ملتے اور گفتگو فرماتے ہیں، اگر شہر میں کوئی رشتہ دار ہے یا کوئی تعلق والا ہے تو خود ہی یاد فرما کر ان کو ملنے جاتے تھے۔

اکابر کا حضرت کے ساتھ احترام واکرام کا معاملہ

ہمارے ہندوستان کے بڑے بڑے علماء کو ہم نے آپ کے ساتھ محبت اور احترام کا معاملہ کرتے دیکھا ہے، ایک مرتبہ بندہ شعبان کے اواخر میں جلال آباد جارہا تھا، سورت یا بھروچ اسٹیشن پر حضرت والا کو جناب حاجی ابراہیم پاڈیا صاحب ؒ کے ساتھ دیکھا جو جنوبی افریقہ کے امیر جماعت تھے، آپنے علیک سلیک کے بعد پوچھا کہاں کا ارادہ ہے، میں نے عرض کیا جلال آباد جانا ہے، آپ نے فرمایا، ٹھیک ہے ہمارے ساتھ ہوجاؤ، ہم بھی دہلی، پھر دیوبند جارہے ہیں، پھر تم جلال آباد چلے جانا، الحمد للہ اس سے اچھی کیا رفاقت ہوسکتی تھی، بندہ خوش ہوگیا، دہلی مسجد عبد النبی میں ایک رات رہے، آپ کے ساتھ ساتھ دہلی کے اکابر سے ملاقاتیں ہوئی پھر دیوبند گئے، دارالعلوم کے مہمان خانہ میں قیام رہا پھر حضرت مفتی محمودؒ کی خدمت میں چھتہ مسجد میں حاضر ہوئے، حضرت مفتی صاحبؒ دیکھتے ہی کھڑے ہونے لگے تو آپ نے فرمایا، نہیں حضرت، آپ تشریف رکھیں، تکلیف نہ اٹھائیں، تو حضرت مفتی صاحب نے مسکرا کر فرمایا، ہمارے یہاں قیام کے مسئلہ میں تشدد نہیں ہے، پھر دونوں بزرگ دیر تک باتوں میں مصروف رہے، ساتھ حاجی پاڈیا صاحب بھی تھے جو اکابر علماء کی خدمت میں تحفے وہدیے پیش کرتے رہے۔

ایک مرتبہ حضرت مولانا اسعد مدنیؒ کا ہمارے کوسمبا میں جمیعت کا پروگرام تھا، دوسرے دن وہاں سے موسالی اور کوساڈی جانا تھا، بندہ مہمان نوازی میں تھا، ساتھ حضرت مولانا عبد الصمد صاحب وانکانیریؒ تھے، اس وقت

بندہ بھروچ میں پڑھاتا تھا اسلئے آپ مجھ سے واقف تھے، انہوں نے مجھ سے کہا، آپ بھی کوساڈی چلیں گے، بندہ نے کہا، کوئی ارادہ نہیں کیا اور سواری بھی نہیں ہے، آپ نے فرمایا، ہمارے ساتھ حضرت ہی کی کار سے چلنا ہے چلو، میں تیار ہوگیا، راستہ میں جب ترکیسر سے گذرنے لگے تو مولانا عبدالصمد صاحبؒ نے فلاح دارین کا ذکر چھیڑا اور حضرت مولانا اسعد مدنیؒ سے کہنے لگے کہ فلاح دارین کافی ترقی کرگیا، مگر کچھ لوگ آپ کو پریشان کررہے ہیں، تو حضرت مولانا اسعد مدنیؒ نے فرمایا، جس وقت مولانا عبداللہ صاحب نہیں رہیں گے یہ سب کچھ رونق ختم ہوجائے گی، یہ سب ان کی محنتوں کی برکات ہیں۔

فراغت کے بعد بندہ دارالعلوم ماٹلی والا میں مدرس تھا مگر ہمارے گاؤں کوسمبا والوں نے مجھے کمیٹی میں شامل کیا اور مکتب کا تعلیمی نظام مجھے سپرد کیا، بندہ نے مکتب کے سالانہ جلسہ میں حضرت کو مدعو کیا تو حضرت شفقتاً ہمت افزائی کے لئے تشریف لائے، جلسہ ہوا، گاؤں کے لکھے پڑھے اور بڑی تعداد میں لوگ تھے، ایک کمیٹی ممبر نے کھڑے ہوکر گجراتی میں حضرت کا تعارف کرایا اور کہا کہ راندیر کے حضرت مولانا محمد سعید صاحب راندیریؒ کے بعد اب آپ مولانا عبداللہ صاحب کی شخصیت ہے جو ایک باہوش اور مدبر مہتمم ہیں جنہوں نے اپنے ادارے کو کہاں تک پہونچادیا، آپ ہم سب گجراتیوں کے لئے باعث عزت وفخر ہیں وغیرہ آپ کی تعریف میں کلمات کہے۔

ایک مرتبہ جنوبی افریقہ میں تبلیغی اجتماع تھا، حضرت مولانا عمر صاحب پالنپوریؒ تشریف لائے ہوئے تھے، علماء کرام کا الگ پروگرام تھا، پروگرام کے

بعد کھانا تھا، اتفاق سے دستر خوان پر حضرت مولانا عمرؒ کے قریب میری نشست تھی، آپ نے مجھ سے پوچھا، کہاں کے ہو، کہاں پڑھا، کہاں پڑھاتے ہو، کیا پڑھاتے ہو، سب سنکر آپ نے فرمایا، ماننا پڑے گا، فلاح دارین ترکیسر نے افراد پیدا کئے ہیں ماننا پڑے گا۔

حضرت مولانا علی میاںؒ کا قول سنا ہے کہ گجراتیوں نے حضرت مولانا عبد اللہ صاحب کی قدر نہیں کی، آپ صرف گجرات ہی نہیں بلکہ پورے ہندوستان کے اداروں میں ایک بے مثال مہتمم ہیں جو ایک باصلاحیت صاحب تدبر اور صاحب تجربات ہیں، اگر کوئی حکومت بھی آپ کو دیدی جائے تو آپ اپنی صلاحیت و تدبر اور تجربات سے چلا سکتے ہیں، اکابر کا یہ حسن ظن اور تعریف ،حضرت مہتمم صاحب دامت برکاتہم کی قابلیت اور مقبولیت اور آپ کے مخلص ہونے کی دلیل ہے، **فتقبل الله منه.**

حضرت مہتمم صاحب اور ہمارے اساتذہ، ہمارے اصحاب فکر و نظر اور اصحاب دل و باطن تھے، جن کی نظریں، دعائیں، شفقتیں اور محبتیں اس ادارہ کی رونق و زینت اور روح تھیں جو تا دیر نہ رہ سکی۔

”کل من علیها فان، ویبقی وجه ربک ذوالجلال و الاکرام“

ادارے شخصیات کے اقدام اور ان کی برکات سے عروج پاتے ہیں اور محفوظ رہتے ہیں، اور ان کے فقدان سے خیر و برکات کا بھی فقدان ہو جاتا ہے، اللہ تعالیٰ ہمارے حضرت والا کو اور تمام اساتذہ کرام کو دارین کی سعادتیں، خصوصی مہربانی اور رضاء نصیب فرمائے، اور اپنا قرب و جوار نصیب

فرمائے، آمین ثم آمین۔

یہاں بندہ نے اختصار کے ساتھ چند باتیں جو ذہن میں آرہی تھیں وہ لکھدیں ہیں ورنہ ’’سفینہ چاہئے اس بحر بے کراں کے لئے‘‘

الٰہی فضل سے تیرے پاویں یہ شرف قبول
تنکے کچھ چنے ہیں میں نے اپنے آشیانے کے

حضرت والا کی زندگی کے تجربات اور قابل اتباع اور باعث فخر بے شمار واقعات ہوسکتے ہیں، اگر حضرت کے تلامذہ اور متعلقین سے ان جیسے واقعات کو جمع کیا جائے تو ایک بڑی کتاب اور اچھی سوانح مرتب ہوسکتی ہے۔

اللہ تعالی جزائے خیر دے جناب حضرت مولانا عبدالرؤف صاحب لاجپوری زیدمجدہ کو کہ آپ نے اس رسالہ کو قدر کی نگاہ سے دیکھا اور توجہ فرمائی، ساتھ حضرت والا کے بعض متعلقین سے بھی مضامین تیار کر کے لکھنے کو کہا، تا کہ اس کو ایک کتابی شکل میں جمع کیا جائے، دعا ہے اللہ تعالی حضرت والا کی حیات ہی میں اسے تکمیل کو پہونچادے۔

فلاح دارین کا ایک افسردہ دل فرزند

سیاہ کار محمد ادریس فلاحی، کوسمبوی۔ مارچ ۲۰۱۷ء

حضرت مولانا اقبال بن محمد ٹنکاروی صاحب مدظلہٗ

مهتمم وشیخ الحدیث دارالعلوم ماٹلی والا،

بھروچ،گجرات

بسم اللہ الرحمن الرحیم

دلِ درد مند اور زبانِ ہوشمند کا حسین امتزاج

﴿مفکر ملت حضرت مولانا عبداللہ کاپودروی صاحب دامت برکاتھم﴾

استاذی وحبیبی مفکر ملت، استاذ الاساتذہ حضرت مولانا عبداللہ صاحب کاپودروی دامت برکاتھم کی حیات مبارکہ کے چند گوشے ہمارے مکرم ومحترم جناب مولانا ادریس صاحب کوسمبا (علامہ) نے تحریر فرماکر بندہ کو ارسال کیا، الحمدللہ مولانا نے بہت تفصیل سے بہت اچھے انداز میں حضرت مفکر ملت کی تعلیمی، تربیتی واصلاحی خدمات کو اجاگر کیا ہے، یقیناً یہ ایک شاگرد کے اپنے مشفق ومربی استاذ کے بارے میں تحریر کردہ جذبات وحقائق ہیں۔

ہم ہندوستانی خاص کرکے گجرات والوں کی یہ عادتِ مستمرہ ہے کہ کسی شخصیت کی زندگی میں ان کے کارناموں کو ذکر کرنا معیوب سمجھتے ہیں، ان کے انتقال کے بعد ہی ذکر خیر ہوسکتا ہے، جب کہ ان سے استفادہ کا ظاہری دروازہ بند ہوچکا ہو، پھر وہ کاغذ کی زینت ہی بن سکتا ہے، بعد میں ہم افسوس کرتے ہیں کہ اس جامع کمالات شخصیت سے ہم ملاقات واستفادہ نہ کرسکے، گجراتیوں کی اس سرد مہری کا ''یادایام'' کے مصنف حضرت مولانا سید عبدالحیؒ رونا رو چکے ہیں، لیکن ابھی بہت سوں کو رلاکر ہی ہم دم لیں گے، والی اللہ تعالیٰ المشتکی.

مولانا ادریس صاحب نے اس ناچیز کو بھی حضرت مفکر ملت دامت برکاتہم سے تعلق کی نسبت پر خامہ فرسائی کا حکم فرمایا، یقیناً مفکر ملت دامت برکاتہم کی شفقتیں وعنایتیں اس عاجز پر زمانۂ طالب علمی سے لے کر آج تک مختلف ومتنوع حیثیتوں سے مسلسل جاری ہیں، ایک مشفق ومربی باپ جیسے اپنی اولاد کی بچپن سے لے کر جوانی اور کہولت میں بھی مسلسل فکر رکھتے ہیں، حضرت دامت برکاتہم نے اپنی صلبی اولاد سے بھی زیادہ اپنی علمی وروحانی اولاد کی فکر کی ہے، آپ کے ہر ایک شاگرد کو یہ احساس ہوتا ہے کہ حضرت کو مجھ سے بہت قریبی تعلق ہے، آپ دامت برکاتہم کی وسیع المشربی نے اپنے فیض اور تعلقات کو فلاح دارین تک ہی محدود نہیں رکھا؛ بلکہ کسی بھی ادارہ کے فارغ علمائے کرام کی تصنیفی، تالیفی یا تدریسی خدمات کو حضرت دامت برکاتہم نے بہت کشادہ دلی وخندہ پیشانی سے سراہا ہے۔

کئی نوجوان علمائے کرام کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ ہماری چھوٹی بڑی علمی خدمات کو ہمارے اساتذۂ کرام سے بھی زیادہ حضرت دامت برکاتہم نے سراہا اور مجمع کے سامنے ہماری حوصلہ افزائی فرمائی ہے، کتنے نوخیز مصنفین نے مجھے یہاں تک کہا کہ ہماری علمی خدمات کو حضرت دامت برکاتہم کے حوصلہ افزا کلمات نے ہی قائم ودائم رکھا ہے، ورنہ گجرات جیسے حوصلہ شکن ماحول میں؛ جہاں ہماری تالیف کی تعریف وتوصیف تو بہت دور رہی کتاب ملنے پر وصول یابی کی اطلاع تک نہیں دی جاتی، ملاقات کے موقع پر بھی بھول سے تذکرہ تک نہیں ہوتا، وہاں حضرت جیسے مشفق عالم دین ہماری اتنی قدر کرتے ہیں کہ آپ

کی ملاقات کے بعد ساری حوصلہ شکنیوں کو فراموش کر کے ہم تازہ دم ہو جاتے ہیں، اور یہ محسوس کرتے ہیں کہ ہم کوئی کام کر رہے ہیں۔

ایسے مشفق ومربی استاذ محترم کی کرم فرمائی میں میں کیا لکھوں؟ یہ سمجھ میں نہیں آتا، اللہ تعالیٰ نے آپ کو بہت ساری صلاحیتوں اور صفات سے نوازا ہے، ان میں ہم طالب علموں کے لئے جو سب سے بڑی فائدہ مند علمی منفعت والی چیز ہے، وہ حق تعالیٰ شانہ کا آپ کو مردم شناسی کے وصف خاص سے نوازنا ہے۔

آپ نے ماہر اساتذہ کی تلاش میں لمبے لمبے تکلیف دہ اسفار کئے اور منت سماجت کر کے ایسے لائق وفائق اساتذہ جمع فرمادیئے تھے جنھوں نے فلاح دارین کو خونِ جگر اور آہِ سحر سے سینچنے میں آپ محترم کی مکمل معاونت کی اور بنیان مرصوص بن کر فلاح دارین کو ترقی کے بام عروج پر پہنچایا۔

رئیسی دور کے آفتاب و ماہتاب ایک نظر میں

آپ کے اہتمام کا زمانہ یقیناً فلاح دارین کا رئیسی دور تھا اور طلبہ میں علمی رسوخ اور ٹھوس صلاحیت پیدا کرنے کے لئے تأسیس و بنیاد تھا، جو آسمان علم وفضل کے آفتاب و ماہتاب سے جگمگا رہا تھا، ایک طرف دارالعلوم کے شیخ الحدیث وصدر مفتی حضرت مولانا مفتی احمد بیمات صاحبؒ کی قال الرسول صلی اللہ علیہ وسلم کی سادہ ودل نشین تقریر ہو رہی ہوتی، تو دوسری طرف وہی مفتی صاحب دوپہر کو شامی، عالمگیری، بدائع وغیرہ سے قیمتی فقہی جواہر پارے چن کر عوام کی دینی ضروریات وتشنگی بجھا رہے تھے، اسی طرح قلم وقرطاس کی دنیا

اور تصنیف وتالیف کے میدان میں مسلمان عورت، مختصر شمائل ترمذی، مصائب کے اسباب اوران کا علاج، احکام المساجد، سودی معاملات، سکرات سے فاتحہ تک کی سنن وبدعات جیسی مختلف مضامین پر مشتمل کتابیں لکھنے کے ساتھ متنوع سماجی خدمات اور معاشرہ میں پھیلی منکرات وبدعات وغیرہ کے سلسلہ میں گجراتی مسلمانوں کی علمی وعملی رہنمائی میں بھی حضرت مفتی صاحبؒ نمایاں خدمات ادا کررہے تھے، اور بہت پیش پیش تھے۔

فلاح دارین کے پہلے شیخ الحدیث محدث عصر حضرت مولانا تقی الدین ندوی صاحب مظاہری دامت برکاتہم جو حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریاؒ کے خاص شاگردوں میں سے ہیں۔ بذل المجہود کی نشرواشاعت میں شریک کار بھی رہے ہیں، آپ نے فلاح دارین میں قیام کے دوران کئی قیمتی کتابیں بھی تصنیف فرمائی اور اطراف واکناف میں وعظ وتبلیغ کے ذریعہ خوب فیض پہنچا کر فلاح دارین کا تعارف کروایا۔

اس وقت بھی آپ حضرت شیخ الحدیث صاحبؒ کی کتابوں کو شاندار طباعت اور بہترین حواشی سے مزین کرکے علماء، محدثین اور تخصص فی الحدیث الشریف کے طلبۂ عزیز کی خدمت میں قیمتی مواد پیش کررہے ہیں، حضرت مفکر ملت کے ساتھ آپ کا بہت قریبی تعلق ہے، اور مفکر ملت کی برکت سے ہم طالب علموں کو حضرت مولانا تقی الدین صاحب حفظہ اللہ کی کتابوں سے استفادہ کا موقع ملتا ہے۔

دارالعلوم ماٹلی والا کے تخصص فی الحدیث کے شعبہ اور اس شعبہ کے

ماتحت شائع ہونے والی کتابوں کے سلسلے میں حضرت مولانا تقی الدین صاحب دامت برکاتہم سے حضرت مفکر ملت کے واسطے سے ہی ملاقات ہوئی اور آپ نے تخریج حدیث کے سلسلے میں بہت مفید مشوروں سے نوازا۔ **فجزاهم الله احسن الجزاء.**

سابق شیخ الحدیث حضرت مولانا شیر علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ ''ہدایہ آخرین'' جیسی ادق ومشکل کتاب کے مسائل کی گتھیاں سلجھارہے ہیں اور ترمذی شریف کے درس میں حدیث شریف کی تشریح کے ساتھ اختلاف ائمہ کی وضاحت بھی بڑے نرالے انداز میں فرمارہے ہیں۔

اسی طرح ان دونوں بزرگوں کے جلوہ میں تفسیر وحدیث کے نکات واسرار کے شہنشاہ اور رازی، غزالی وآلوسی کے علوم کے محافظ حضرت مولانا سید ابراراحمد صاحبؒ اپنی علمی ضیاپاشیوں سے درسگاہ کو منور کررہے ہیں، اپنے فصیح وبلیغ عالمانہ وخطیبانہ کلام سے عوام وخواص سب میں یکساں مقبولیت پائے ہوئے ہیں، عوامی خطاب کے بعد دیررات واپسی کے باوجود علم ومعرفت کے یہ امین صبح کے اسباق میں ہشاش وبشاش ہوکر علوم وعرفان کی ایسی بارش برساتے ہیں کہ رات کی بیداری کا کسی کو احساس تک ہونے نہیں دیتے، عوام سے ان کا تعلق طالبان علوم نبوت ومہمانان رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمی سرگرمیوں میں ذرہ برابر رکاوٹ نہیں بنتا ہے، اور نہ درس گاہ میں غیر درسی مضامین سے طلبہ کی امانت میں خیانت کا سوال پیدا ہوتا ہے، **ذلک فضل الله یؤتیه من یشاء .**

مختلف صلاحیتوں اور اوصاف کے حاملین اساتذہ کے درمیان اپنی ایک

امتیازی شناخت کے مالک استاذ محترم حضرت مولانا سید ذوالفقار احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ بھی ہیں، فلاح دارین کی قریب نصف صدی پر محیط علمی خدمات میں حضرتؒ نے اپنی زندگی کے ۴۴/سال وقف کردئے، طلبہ کی علمی وعملی، تحریری وتقریری، ثقافتی وتربیتی ہرنوع کی ترقی کے لئے اپنے آپ کو پگھلادیا تحقیقی وٹھوس تدریس کے ساتھ نظامت کو بھی سنبھالا، انتظامیہ اور مدرسین کے درمیان قنطرۃ الوصل کا کام انجام دیا۔

ماہر معقول ومنقول حضرت مولانا مفتی عبداللہ صاحب مظاہری دامت برکاتہم ہرفن کی کتاب اپنی خداداد صلاحیتوں سے طلبہ کو گھول گھول کر پلارہے ہیں۔ غبی سے غبی طالب علم بھی سبق یاد کرکے سناتا ہے۔ مغرب کے بعد کی رضاکارانہ نگرانی اور طلبہ سے پہلے درسگاہ میں حاضر ہوکر ان کو مطالعہ اور تکرار میں مشغول کرنا، ہر جماعت میں گھوم گھوم کر کثیر مقدار میں طلبہ کو حسب استعداد مختلف کتابوں کی تکرار کا پابند بنانا، ایک عجیب علمی چہل پہل اور افرادسازی کی یادیں اپنے اندر سموئے ہوئے ہے۔

حضرت مولانا یعقوب صاحب گورا (دیسائی) کو کیسے بھول سکتے ہیں، مسلسل مطالعہ اور انتھک محنت کے ساتھ سبق کا حق ادا کرنا اور طلبہ کی معلومات میں زیادہ سے زیادہ اضافہ ہو اس کی فکر کرنا آپ کا خصوصی امتیاز تھا، تواضع وانکساری کا یہ عالم کہ اگر کسی جگہ تسامح ہوجائے اور طلبہ کی طرف سے اشکال ہو تو فوراً اپنی غلطی کا اعتراف کرتے ہوئے طلبہ کی حوصلہ افزائی فرمارہے ہیں۔

امام النحو حضرت مولانا قاسم صاحب آنتی دامت برکاتہم کو کیسے بھول سکتے ہیں، جنہوں نے ہمیں اردو وعربی عبارات صحیح پڑھنے کا سلیقہ سکھلایا، حسن

اتفاق کہ جس سال ہم عربی اول میں آئے تو مفکر ملت نے حضرت مولانا کو عارضی طور پر دوبارہ فلاح دارین میں تدریس کے لئے راضی کرلیا، اور آپ نے چار سال قیام فرمایا، جو ہماری نحو پڑھنے کی مدت تھی، چنانچہ نحو کی تمام کتابیں آپ سے ہی پڑھنے کا موقع ملا، ہمارے والد محترم سے توحیدی مزاج کی مناسبت سے حضرت کی تشریف آوری غریب خانہ پر ہوتی رہی اور استفادہ کا موقع ملتا رہا، پھر جب سے حضرت کا مستقل قیام کنتھاریہ ہوگیا تو الحمدللہ وقتاً فوقتاً آپ سے ملاقات کا شرف حاصل ہوتا رہتا ہے، آپ کی تواضع وانکساری اور ذرہ نوازی کا حال یہ ہے کہ کسی بھی مسئلہ میں بندہ سے رائے مانگی جاتی ہے، حالاں کہ پھر خود آپ اس پر مجھ سے زیادہ عمدہ طریقہ سے تجزیہ فرماتے ہیں، آپ کی مجلس باغ و بہار ہوتی ہے، حق تعالیٰ شانہ آپ کے سایۂ عاطفت کو بھی قائم ودائم رکھے۔ آمین

استاذ محترم حضرت مولانا ایوب صاحب اٹالوی سورتی دامت برکاتہم کی ذات گرامی بھی اسلاف کا نمونہ ہے، آپ محترم کے اسباق میں اللہ تعالیٰ شانہ نے عجیب برکت عطا فرمائی تھی، آپ کی تمام کتابیں وقت پر ختم ہوجاتی تھیں، ہدایہ جیسی مشکل وقانونی کتاب کس طرح نصاب تک پہنچ جاتی تھی اس کا پتہ بھی نہیں چلتا تھا، جب کہ کتاب سے متعلق تمام ابحاث وضاحت کے ساتھ بیان ہوتی تھیں، انتہائی متانت وسنجیدگی سے آپ کا درس ہوتا تھا، تفہیم کا انداز بھی نرالا ہوتا تھا۔

ولیٔ کامل عاشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم حضرت قاری انیس صاحبؒ اپنی خداداد صلاحیتوں سے شعبۂ تجوید وقراءات میں نئی جان ڈالے ہوئے ہیں، ہر

چہار سمت (ہندوستان سے سوڈان تک) قراءت سبعہ وعشرہ کی گونج سنائی دیتی ہے، طلبہ ذوق وشوق سے صبح وشام حضرت قاری صاحبؒ کی درسگاہ اور حجرہ میں حاضری دے رہے ہیں، حضرت کے بھولے پن کا فائدہ اٹھانے والے بھی اپنے اپنے کرتب دکھا رہے ہیں اور یہ اللہ پاک کا بندہ ملاجیونؒ کی طرح ہر بات سچی مانتا جا رہا ہے۔

کسی بھی مدرس کی تدریسی کامیابی یہ ہے کہ متعلق اسباق سے اس کو ذاتی دلچسپی ہو، وہ اس کو ذوقی ووجدانی کیفیت سے پڑھاتا ہو، اس فن میں اس کو کمال حاصل ہو، محض رسمی وقت گذاری نہ ہو، نیز تفہیم کی صلاحیت سے بھی نوازا گیا ہو، تو پھر وہ اپنے طلبہ کو مکمل طور پر مطمئن کرسکتا ہے۔

الحمدللہ! فلاح دارین کے ہمارے ان اساتذۂ کرام میں سے ہر ایک کو ہم نے اسی ذوق ووجدان اور فنی کمال والا پایا، ہر ایک کا اپنا ایک نرالا انداز تھا۔

یہ سب کمال ہے اللہ پاک کے اس نیک وصالح بندے (رئیس الجامعہ) کا جو اپنی محنت اور اخلاص کے ساتھ فلاح دارین کو سینچنے میں مختلف رنگت وخوشبو والے گلوں کو چن چن کر جمع کرنے میں لگا ہوا تھا۔

حضرت کی عادت مبارکہ تھی کہ جب کوئی استاذ صاحب رخصت پر ہوں تو آپ طلبۂ عزیز کو دفتر میں بلاتے تھے، اس وقت کتاب کے متعلق معلومات کے علاوہ استعداد بنانے کے جوگر بتاتے تھے وہ یقیناً بہت قیمتی تجربات ہوتے تھے، طالب علم کو آپ کے درس سے توانائی ملتی تھی، اس کی بیٹری چارج ہوجاتی تھی، اور کئی دنوں تک نئے حوصلے واُمنگ کے ساتھ مطالعہ وتکرار میں لگا رہتا تھا، طلبۂ عزیز کی صرف مدرسہ کی چہار دیواری میں ہی آپ نے نگرانی ورہنمائی

نہیں فرمائی ؛ بلکہ فراغت کے بعد بھی ان کی مسلسل فکر رکھتے ہیں، ان کا تفقد کرتے ہیں، اچھی کتابوں کی طرف رہنمائی کرنا، معلومات کے تبادلہ کی کوشش کرنا اوراس سلسلہ میں متعدد بار علماء کوخطوط کے ذریعہ جوڑنے کی کوشش بھی شامل حال ہے، بندہ کے نام ۱۳/اکتوبر ۱۹۹۹ء کوکنیڈا سے لکھے ہوئے ایک خط میں تحریر فرماتے ہیں:

> ”بندہ نے ترکیسر عریضہ لکھا تھا کہ ارباب ذوق اساتذہ کی ایک انجمن بنائی جائے، ماہ دوماہ میں مختلف جگہ جمع ہوں، اورنئی کتابوں سے مضامین کے بارے میں تبادلۂ خیالات کریں، ایک دوسرے کو اچھی کتابیں پہنچائیں، ”مجلس ارباب ذوق“ یا ”مجلس اخوان الصفا“ نام رکھا جاسکتا ہے۔“

ایک دوسرے خط (۱۲/جون ۲۰۰۱ءکنیڈا) میں تاریخی معلومات لکھتے ہوئے اس قسم کی مجلس کا ذکر کرتے ہیں، تیسرا خط ۱۲/اگست ۲۰۰۱ء کا لکھا ہوا ہے؛ اس میں تحریر فرماتے ہیں:

> ”...الحمدللہ! ہمارے بھروچ ضلع کے مدرسوں میں بعض اساتذہ علمی ذوق کے ہیں، جمبوسر، کنتھاریہ، بھروچ، کھروڈ، ہانسوٹ، ترکیسر، راندیر، ڈابھیل کے ایسے باذوق اساتذہ اپنی ایک انجمن قائم کریں، اور ماہ دوماہ میں ایک مجلس ہوجس میں علمی موضوعات نیز کتب

جدیدہ پر تبادلۂ معلومات ہوں تو بہت فائدہ ہوگا۔‘‘

ان دونوں خطوط سے حضرت کا فارغ شدہ طلبۂ عزیز کے ساتھ علمی ربط وتعلق اوران کی معلومات میں اضافہ ہو،اس کی فکر اوراس سلسلہ میں وہ کوئی ٹھوس قدم اٹھانا چاہتے تھے؛ لیکن فارغین کی طرف سے سردمہری دیکھ کر آپ نے خود ہی چند ماہ پہلے ایک علمی مجلس منعقد کروائی اوراس میں گجرات بھر کے مدارس اسلامیہ کے اساتذۂ کرام اور ذمہ داروں کو مدعو فرما کر ایک باقاعدہ کمیٹی بنوائی اوران کی ذمہ داری کے خطوط اربعہ طے کرتے ہوئے پھر دوبارہ جمع کیا اورشدید بیماری کے باوجود اس میں بڑی جگرسوزی کے ساتھ احساس ذمہ داری کی طرف توجہ منعطف کرائی۔

طلبہ میں مطالعہ کا ذوق کیسے پیدا ہو اور انحطاط کے اسباب کیا ہیں؟ اس پر غوروخوض کے لئے تقریبا ۲۰۰۹ء میں مسجد عائشہ کاپودرا میں ایک بڑی مجلس کا انعقاد کیا گیا تھا،اسی طرح چند سال پہلے ایک مجلس کا انعقاد کرکے مدارس گجرات کے اساتذۂ کرام کو تدریسی اصول وتربیتی نظام وغیرہ سمجھائے گئے، انفرادی مجالس میں بھی آپ کی مسلسل یہ کوشش رہتی ہے کہ مدارس کے فضلاء اپنے اوقات عزیزہ وغالیہ کو زیادہ سے زیادہ بارآور ثابت کریں، باہمی علمی اتحاد واتفاق اورتعارف وتناصر کا جذبہ قائم ودائم رکھیں، افراد سازی کی مہم تیز تر ہو، اس عنوان پر مختلف بہانوں سے علمائے کرام کو مدعو کرنا،ان کی خاطر خواہ مہمان نوازی کرنا، کاپودرہ میں شاندار کتب خانے کی قیمتی عربی اردو کتابیں مدارس کے اساتذہ کو مطالعہ کے لئے عنایت فرمانا؛ یہ آپ کی کشادہ دلی کے ساتھ اندرونی کڑھن اورایک عظیم مقصد کی غمّاز ہے۔ مدرسین کے مسائل میں

بھی مشورہ کرنے پر صحیح معقول بات کی رہنمائی کرنا، انتظامیہ کے ساتھ تعاون، طلبۂ عزیز کی علمی ترقی کی فکر وغیرہ چیزوں کی طرف توجہ منعطف کرانا ہوتا ہے۔تو انتظامیہ کے آنے پر اساتذہ کے ساتھ ہمدردی اوران کی ضروریات کا لحاظ کرنا وغیرہ باتوں کی تلقین کی جاتی ہے۔اس طرح اس وقت الحمدللہ گجرات کے سارے مدارس علمی، عملی، تربیتی وروحانی نقطۂ نظر سے حضرت کے ساتھ جڑے ہوئے ہیں، روزانہ کسی نہ کسی مدرسہ کے اساتذہ یا ذمہ داران بلکہ دوسرے دینی ملی، سماجی، رفاہی، سیاسی اوراسکول کالج سے وابستہ تعلیمی حضرات بھی مفکر ملت کی خدمت میں اپنے مسائل کا حل تلاش کرنے کے لئے حاضر ہوتے ہیں، مجھے تو حضرت کی طرف سے ان کی مہمان نوازی کا منظر دیکھ کر تعجب ہوتا ہے۔ حضرت کے گھر کی مستورات کی یہ بہت بڑی قربانی ہے اور ساتھ میں حضرت کی طرف سے بھی مالی خرچ برداشت کرنا آج کی مہنگائی کے دور میں بہت بڑا ایثار ہے۔آج کی دنیا تجارتی سوچ والی ہے، نفع نقصان کا تخمینہ لگا کر کسی پر خرچ کیا جاتا ہے، وہیں پر جان ومال اوروقت کو خالصۃً لوجہ اللہ خرچ کرنا بڑی اولوالعزمی کی بات ہے،اور **انما نطعمکم لوجه الله لا نرید منکم جزاء ولا شکورا** کی عملی تفسیر ہے۔

دارالعلوم فلاح دارین

جیسے مچھلی پانی کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتی اسی طرح حضرت کا فلاح دارین کے ساتھ تعلق ہے، فلاح دارین اینٹ، ریت اور پتھر کی بلڈنگ کا نام نہیں ہے بلکہ وہ ایک زندہ متحرک علمی اور عملی تربیت گاہ ہے،جس کو آپ نے خون جگراور آہ سحر گاہی سے سینچا ہے،اس کے ایک ایک کل وپرزے کو درست کرنے اوراس

کے گیسُو کو سنوارنے میں آپ نے اپنی حیات مستعار کے اوقات عزیزہ صرف کئے ہیں، فلاح دارین کی در و دیوار اور شجر و حجر کا ہر پتہ وذرہ آپ کی خدمت ومحنت کا شاہد ہے۔آپ ہر وقت طلبہ،اساتذہ وکارکنان کو ہر طرح کی راحت فراہم کرنے کی فکر میں رہتے تھے۔آپ نے سردی، گرمی اور ناخوش گوار حالات کا مقابلہ کرکے دارالعلوم کو ترقی دینے ،اس کے گیسوں اورنوک و پلک درست کرنے اوراس کو ترقی کی معراج پر پہنچانے کے لئے اپنی ذات وقف کردی تھی۔

میں یہ بھی تسلیم کرتا ہوں کہ کوئی بھی ادارہ صرف ایک دو آدمیوں کی محنت سے ترقی نہیں کرسکتا ،اس کے مختلف شعبہ جات میں ایک مشین کے مختلف کل پرزوں کی طرح مختلف صلاحیت واستعداد رکھنے والے افراد کی ضرورت ہوتی ہے ،فلاح دارین بھی تنظیمی وتعمیری ترقی کے ساتھ تعلیمی وتربیتی ترقی میں ایسے بہترین باصلاحیت ،اعلی استعداد رکھنے والے بزرگوں کے نقش قدم پر چلنے والے حضرات سے مالا مال رہا جنہوں نے اپنے خون جگراور آہ سحر گاہی سے ادارہ کو ترقی کے بام عروج پر پہنچایا۔

ان اساتذۂ کرام کا میں تذکرہ کرچکا ہوں، یہ حضرات اساتذۂ کرام آپ کے ہمدم وہمراز بن کر ہر نشیب وفراز اور ترشی وتلخی اور ہر آزمائش میں شانہ بشانہ ہوکر معاصرین واخلاف کے لئے ایثار وقربانی اور وفاداری کا ایک نمونہ قائم کرگئے۔

راوت فیملی کے ساتھ تعلقات

فلاح دارین کی علمی، عملی وتربیتی ترقی میں جس طرح حضرت مفکر ملت

نے اپنے مخلص اساتذۂ کرام کے ساتھ مل کر اس کو ترقی کے بام عروج پر پہنچایا، اسی طرح اس کے ظاہری ومعنوی حسن کو دوبالا کرنے میں راوت فیملی کا بھی بڑا اہم کردار رہا ہے۔ فلاح دارین کی پچاس سالہ تاریخ میں اس کی تعمیری وبنیادی ضروریات فراہم کر کے اس کو ترقی دینے میں راوت فیملی نے قائدانہ کردار ادا کیا ہے، ہندوستان سے ہزاروں میل دور رہنے کے باوجود فلاح دارین ان کے دل کی دھڑکن تھی اور ہے۔ کسی خاندان کو مسلسل پچاس سے زیادہ سال تک اپنے دین متین کی حفاظت کے لئے منتخب کرنا یہ ان کی عنداللہ تعالی مقبولیت کی دلیل ہے۔ لبیک قبول ما است.......

اس فیملی نے دارالعلوم کی تمام مالی وانتظامی ذمہ داریاں سنبھال کر حضرت مفکر ملت کو تعلیمی کام کے لئے فارغ کر دیا اور آپ نے یکسوئی سے تعلیمی وتربیتی کام کو آگے بڑھایا، اس دوران مفکر ملت کو بہت سارے مواقع پر ناگفتہ بہ حالات سے نبرد آزما ہونا پڑا، تو راوت فیملی حضرت کے ساتھ بنیان مرصوص بن کر جمی رہی، اور ایسے نامساعد حالات میں حضرت کو تسلی دی، ہزاروں میل کا سفر کر کے اپنے کاروبار اور بال بچے چھوڑ کر حضرت کی دل جوئی کے لئے حاجی یوسف اور حاجی موسیٰ راوت صاحبان آتے رہے، ہم فلاحی برادری راوت فیملی کے ممنون ومشکور ہیں کہ ہماری علمی وعملی زندگی میں انہوں نے ہمیں ظاہری اسباب کا محتاج نہیں بننے دیا۔ راوت فیملی نے حسن تدبیر وسلیقہ مندی اور خلوص عمل سے فلاح دارین کو مالیات کی ہر قسم کی فکروں سے مستغنی بنا کر ایک حد تک خود کفیل کر کے مالیات کے نظام کو مزید مستحکم کر دیا۔

من لم یشکر الناس لم یشکر اللہ

میں نے مفکر ملت کو بار بار حاجی یوسف اور حاجی موسیٰ راوت کا تذکرۂ خیر کرتے سنا۔آپ نے ان کی خدمات کا کھلے دل سے اعتراف ہی نہیں کیا؛ بلکہ اس فیملی کے ہر فرد کو اپنا عزیز سمجھا۔ چند دنوں پہلے میری حاضری ہوئی تو فرمایا کہ راوت فیملی کا مدرسہ میں رہنا بہت ضروری ہے۔ اور مولانا خلیل صاحب راوت کے صاحب زادے سلمہ کا خصوصی ذکر کیا کہ میں فلاح دارین میں ان کی تدریسی خدمت سے بہت خوش ہوں۔

فلاح دارین کا نصاب

حضرت مفکر ملت نے فلاح دارین کے نصاب کی تعیین میں جس فکری اعتدال اور عصر حاضر کی ضروریات ومقتضیات کا لحاظ فرمایا اور طلبۂ عزیز کو مختلف فنون کی کتابیں پڑھانے والے متبحر وتجربہ کار اساتذۂ کرام کو تلاش کر کے جمع کیا، یہ آپ کا ہم طلبہ کے ساتھ بہت بڑا احسان ہے،آپ نے ہمیں ایک فکر عطاء فرمائی،تصلب فی الدین کے ساتھ عصری ضروریات،لسانیات اور مختلف فنونِ جدیدہ کا اضافہ کیا اور ایک متحرک زندہ نصاب سے ایک بہترین ٹیم تیار کی آپ کے حسن عمل،ذہنی فکر،دل دردمند اور زبان ہوشمند کے نتیجہ میں جو افراد تیار ہوئے وہ الحمدللہ تعالیٰ اپنے اپنے دائرۂ عمل میں بہت کامیابی سے خدمات انجام دے رہے ہیں،نصاب کی کچھ جدت نے قرآن وحدیث اور فقہ اسلامی کے مضامین کے حصول میں کوئی خلا نہیں محسوس ہونے دیا،عربی زبان کی مسلسل محنت اور نئے اسالیب عربیت نے طلبہ کی علمی صلاحیتوں میں اضافہ کیا۔ وہ سطحیت جس کا خطرہ دیگر اداروں کے تجربہ سے لوگوں نے محسوس کیا تھا،الحمدللہ

تعالی فلاح دارین میں علیا کے بہترین صلاحیت والے اساتذہ کرام کی انتھک محنت اور حضرت مفکر ملت کی اس طرف خاطر خواہ توجہ نے اعتدال کے ساتھ تمام علوم وفنون میں یکساں بارآوری فرمائی۔اسی طرح تجوید وقراءت جس کا قرآنی علوم میں سے ہونے کی وجہ سے حق بھی بنتا تھا،اس کو بھی آپ نے اس کا صحیح حق دلوانے میں بہت محنت فرمائی،آج جب کہ سارے مدارس میں اس کی اچھی فضا بن چکی ہے اور ماحول بڑا سازگار ہے،میری یہ بات اتنی اہمیت نہیں رکھتی ہے؛لیکن اُس وقت قراءت سبعہ متواترہ کے سلسلے میں لوگوں کی زبانیں جہالت عن القرآن وعلوم القرآن کا ثبوت پیش کررہی تھیں-اور حضرت مفکر ملت دامت برکاتہم عربی زبان اور تجوید وقراءت کے سلسلے میں مدارس اسلامیہ کے تختۂ مشق بنے ہوئے تھے-ہرسنی سنائی بات آپ کی طرف منسوب کرکے پھیلائی جارہی تھی،لیکن آپ نے صبر وثبات سے اس کا مقابلہ کیا اور آج وہی چیزیں مدارس کے لئے باعث افتخار بنی ہوئی ہیں۔ **تلک الایام نداولها بین الناس.**

عمومی تعلیمی دلچسپیاں

حضرت مفکر ملت نے تعلیمی بیداری کے عنوان سے نصاب تعلیم کی تبدیلی کے ساتھ نظام تعلیم وطریقہ تدریس پر بھی خصوصی توجہ مبذول فرمائی ہے ،چنانچہ ۲۸/ ذی قعدہ بروز جمعرات ۱۴۲۹ھ کاپودرہ میں مجلس تعلیمی گجرات کی زیرنگرانی بڑے مدارس کے اساتذۂ کرام نے شرکت فرمائی ، اس موقع پر حضرت مفکر ملت نے جوتاریخی خطاب فرمایا اس میں بہت ہی قیمتی مواد اساتذہ

وطلبہ اور منتظمین کے لئے جمع فرمادیا، ہم نے اس خطاب اور اس میں اساتذۂ مدرسہ کی طرف سے پیش کی جانے والی آراء کا گجراتی ترجمہ کر کے دارالعلوم ماٹلی والا سے شائع ہونے والے گجراتی پرچہ ''پیغام رحمت'' میں شائع کیا، تو بہت سارے احباب نے اس پر تحسینی کلمات فرمائے، دعوت وتبلیغ کے ذمہ دار علمائے کرام خاص کر کے حضرت مولانا اسماعیل گودھروی صاحب دامت برکاتہم، مولانا عثمان کاکوسی صاحب دامت برکاتہم وغیرہ نے اس کو بہت غور سے پڑھا، اور ہمارے ایک رشتہ دار نے حضرت مولانا ابراہیم صاحب دیولوی دامت برکاتہم کو بھی پڑھکر سنایا تو حضرت نے بھی اس کو بہت ہی سراہا، اور اس کی ضرورت واہمیت ذکر فرمائی، اس کے بعد یہ فکر انگیز خطاب المعہد الاسلامی مانک مؤ سہارنپور سے اردو میں شائع ہوا، اور اس کا عنوان ''تعلیمی، تدریسی اور فکری بیداری فنی اساتذہ کرام ہی پیدا کر سکتے ہیں'' رکھا گیا۔

اسی طرح مکاتب کے اساتذۂ کرام کو جمع کر کے ایک خطاب باٹلی (U.K.) شہر میں فرمایا، اس کو بھی ''پیغام رحمت'' میں گجراتی ترجمہ کے ساتھ شائع کیا گیا، بعد میں مولانا رشید احمد ندوی خانپوری صاحب نے ہماری اجازت سے اس کو کتابی شکل میں شائع کروایا۔

حضرت کا لقب ہی ''مفکر ملت'' ہے جو اسم بامسمیٰ ہے، کیوں کہ آپ امت مسلمہ کے تمام طبقات کے دین کی فکر کرتے ہیں، خصوصا مدارس، مکاتب کے ساتھ آپ کو اسکول کالج کے مسلم طلبۂ عزیز و اساتذۂ کرام کی بھی بہت فکر دامن گیر رہتی ہے۔

اس کے لئے آپ وقتاً فوقتاً اسکول کے طلبہ واساتذہ کے سلسلے میں لکھتے رہتے ہیں، نیز بیانات میں بھی ان کی رہنمائی فرماتے ہیں۔

لارڈ میکالے کے لادینی نظام تعلیم کے تدارک کے لئے آپ نے ایک چھوٹا سا رسالہ گجراتی زبان میں شائع فرمایا ہے، جو درحقیقت سورتی سنی وہورا کمیٹی کی ۲۵/ سالہ تقریب کے موقع پر آپ کا دیا ہوا خطاب ہے، اسی طرح اس وقت کی حکومت نے جو نیا تعلیمی نظام و پالیسی پیش کی ہے اس سے بھی آپ بہت فکر مند ہیں، چنانچہ حضرت کے ایماء پر ہی بندہ نے اسکول کی پانچویں کلاس سے لیکر بارہویں تک کے نصاب کا مطالعہ کیا اور اس میں جو چیزیں عقائد، تاریخ، فلسفہ، سماجیات، سیاسیات، سائنس، اقتصادیات اور اصول قانون کے عنوان سے پڑھائی جاتی ہے، ان میں اسلام کے خلاف نظریات یا ان میں اسلامی نقطۂ نظر کا ذکر نہ کرنا ایک مسلمان طالب علم اور استاذ کو ذہنی و قلبی طور پر پریشان کرتا ہے، وہ یہ سمجھتا ہے کہ اس سلسلے میں اسلام کوئی رہنمائی ہی نہیں کرتا ہے، جبکہ اسلام کی ہمہ گیر تعلیمات میں اس کا بدل یا اس کا حل موجود ہوتا ہے۔

اس کے تدارک کے لئے بندہ نے عقائد، تاریخ، سماجیات، سیاسیات، سائنس، اقتصادیات اور اصول قانون کے موضوع پر گجراتی میں کتابیں لکھنے کا آغاز کیا ہے اور الحمدللہ تعالی عقائد، تاریخ اور اقتصادیات کے موضوع پر کتابیں تیار ہو چکی ہیں، اور دیگر موضوعات پر بھی کام چل رہا ہے، الحمد لله تعالی علی ذالك .

اس سلسلے میں حضرت مفکر ملت نے ایک کتاب ’’مسلم سائنسدانوں کی

گراں قدر سائنسی خدمات'' کا گجراتی ترجمہ مولانا فرید بیگ فلاحی صاحب سے کروا کر دوبارہ اس کو شائع کروا کر مختلف اسکول کے ٹیچروں کو پہونچایا ہے۔

مختلف علوم وفنون میں ہمہ جہتی وافراد سازی

حضرت مفکر ملت کی ایک بہت بڑی خصوصیت افراد سازی کی ہے، آپ نے فلاح دارین میں قیام کے دوران اس بات کا بہت خیال رکھا کہ جس طالب علم میں جس فن کی صلاحیت ہو اس کے مطابق اس کو آگے بڑھایا جاوے دیوبند، سہارنپور، ندوہ وغیرہ میں طلبہ عزیز کو ان کی فنی صلاحیت وذوق (حدیث، تفسیر، فقہ، ادب) کے اعتبار سے بھیجنے کی کوشش کی ؛ تا کہ ہمارے مدارس کے لئے رجال کار تیار ہوں، قاری صدیق صاحب جب فارغ ہوئے تو وہ آگے پڑھنا چاہتے تھے۔آپ نے فرمایا کہ نہیں؛ تمہیں آئندہ سال یہاں پڑھانا ہے۔قاری صاحب نے عرض کیا کہ قاری انیس صاحب کی موجودگی میں کیسے پڑھا سکتا ہوں، تو مفکر ملت نے فرمایا کہ ان کی موجودگی میں ہی پڑھانا ہے تا کہ آپ کو کوئی اشکال ہو، کوئی عبارت حل کرنا ہو تو قاری انیس صاحب سے دریافت کر سکتے ہو۔

قاری داؤد کوساڈی صاحب کو پڑھانے کے لئے تیار کیا، ان کے گھر کے حالات ٹھیک نہیں تھے تو ان کو کہا کہ ہم آپ کو کچھ گھنٹے پڑھانے کے لئے مقرر کریں گے اور کچھ گھنٹے آپ قاری انیس صاحب کے پاس قراءت سبعہ عشرہ پڑھنے میں مصروف رہیں۔اسی طرح مولانا یوسف صاحب ٹنکاروی کو بھی سبعہ پڑھنے کی ترغیب دی، ان کے دو گھنٹے خالی رکھے، یہ سب اس لئے تھا کہ قراءت کے کچھ متخصصین پیدا ہوں۔

جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ سے ایک وفد رمضان المبارک کے مہینہ میں بنارس اور مالیگاؤں میں آتا تھا، بنارس سے فلاح دارین میں خط آیا کہ آپ کے مدرسہ کے کچھ طلبہ کو امتحان کے لئے بھیجیں تو حضرت مفکر ملت نے مولانا رشید دیولوی، مولانا داؤد دہگامی اور تیسرے ایک ساتھی کو بنارس جانے کے لئے تیار کیا۔ رمضان المبارک کی وجہ سے ان لوگوں نے پس وپیش کیا تو مفکر ملت نے فرمایا کہ یہ میرا حکم ہے تم کو جانا ہوگا، یہ لوگ گئے اور دیر سے جانے کی وجہ سے پچھلی نشست گاہ پر جگہ ملی، آنے والے وفد نے چند نحوی وصرفی سوالات کئے تو ان فلاحی فارغین کے علاوہ کوئی اچھے جوابات نہیں دے سکا۔ جب انہوں نے روزانہ اچھے جوابات دیئے تو آنے والے وفد کے ارکان نے ان کو آگے کی نشست گاہ پر بٹھایا اور پھر قطر الندیٰ و شرح شذور الذہب کے کچھ سوالات کئے، انہوں نے بہت تشفی بخش جواب دئے تو بہت خوش ہو گئے، اور ان کا جامعہ اسلامیہ کے لئے انتخاب ہوگیا۔ اسی طرح مولانا فاروق صاحب بڑودوی نے بھی مالیگاؤں آنے والے وفد کو بہترین عربی اسلوب میں اطمینان بخش جوابات دیئے تو وہ حضرات بھی خوش ہو گئے، اور مولانا فاروق صاحب کا بھی جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ میں داخلہ ہوگیا، اس سے پہلے حضرت مولانا اقبال صاحب دیولوی اور حضرت مولانا ایوب صاحب کوساڈی کو بھی ندوۃ العلماء بھیجا، ان حضرات نے وہاں محنت کی اور ان کا بھی سعودی جانا ہوگیا، انہوں نے بھی وہاں ممتاز پوزیشن حاصل کی۔

ایک مرتبہ فلاح دارین میں حضرت مولانا سید ابوالحسن علی میاں ندویؒ کی آمد پر مولانا اقبال صاحب کا استقبالیہ خطبہ سن کر حضرت مولانا ابوالحسن علی میاں

ندویؒ بہت خوش ہوگئے اور اپنے خطاب میں مولانا کی عربیت کی تحسین فرمائی، اسی طرح مولانا یوسف صاحب ٹنکاروی اور مولانا رشید خانپوری صاحب اور مولانا ارشد اعظمی صاحب کو تدریب المعلمین کی نسبت سے ریاض بھیجا گیا۔

فلاح دارین میں عربی مجلّات ورسائل جمع کرکے ''الصحاف العربیة الیوم'' کے عنوان سے طلبہ کے لئے ایک خصوصی مجلس رکھی؛ تاکہ طلبۂ عزیز عالم عربی کے مجلّات وصحائف سے واقف ہوں۔اسی طرح طلبۂ عزیز کی تحریری صلاحیت اجاگر کرنے کی غرض سے مختلف عنوانات پر مقالات ومحاضرات لکھوائے گئے،سوالات وجوابات کی مجالس منعقد کروائی تاکہ طلبہ اس موضوع پر علی وجہ البصیرت معلومات حاصل کرسکیں۔حفظ حدیث کا سلسلہ شروع کروایا گیا تاکہ طلبۂ عزیز کو روایات کا ایک ذخیرہ زبانی یاد ہو۔

اسی طرح طلبۂ عزیز کے لئے مدینہ منورہ میں داخلہ کی محنت اور متعلقہ محکمات سے مسلسل رابطہ رکھنا ،حضرت مولانا علی میاں ندویؒ سے خصوصی تعلقات وغیرہ چوطرفی محنت کے نتیجہ میں اللہ پاک نے کامیابی عطا فرمائی۔ یہی حال علیگڑھ یونیورسٹی سے تبادلہ اور فلاح دارین کے لئے اس کی منظوری حاصل کرنے کے مراحل بھی بہت محنت وپیہم کوشش کے بعد پایۂ تکمیل تک پہنچے۔

یہ سب طلبہ کی ذہن سازی اور ان کی صلاحیت کو اجاگر کرنے کی مختلف محنتیں تھیں،ان کے علاوہ آپ ہمارے لئے کیا کیا فکریں سوچتے ہوں گے اور ان کو عملی جامہ پہنانے کے لئے کیا کیا تدابیر کرتے ہوں گے؛ وہ تو مفکر ملت اوران کو فکر عطا کرنے والی ذات ہی جانتی ہوگی،حق تعالی شانہ اپنے دین متین

کے لئے فکر کرنے والے اس بندے کی محنتوں کو قبول فرمائے اور ہم کو بھی اپنے طلبۂ عزیز کے لئے اس فکر اور کڑھن کا کچھ حصہ عطا فرمائے۔آمین..

عربی زبان کے ساتھ والہانہ تعلق

عربی زبان کے ساتھ والہانہ تعلق نے آپ کو صاف ستھری سلجھی ہوئی بہترین عربی زبان ارتجالاً بولنے پر قدرت عطاء فرمائی۔ گجرات بلکہ ہندوستان کے چند ہی مہتمم حضرات کو ہم نے بہترین عربی اردو زبان بولنے والا پایا،آپ کو عربی کے سینکڑوں اشعار زبانی یاد ہیں،اسی طرح عربی نثر کے بھی مختلف جملے آپ کو زبانی یاد ہیں،آپ نے دیوبند سے نکلنے والے پرچے ''الیقظۃ'' میں جو حضرت مولانا وحید الزماں صاحب کیرانوی کی زیرِ نگرانی اور حضرت مولانا عمید الزماں (رئیس التحریر) ومولانا سید ارشد مدنی دامت برکاتہم (سیکریٹری التحریر) کی مشترکہ کوششوں سے شائع ہوتا تھا،اس میں شعبان المعظم ۱۳۸۰ھ مطابق فروری ۱۹۶۱ء میں کئی مضامین لکھے ہیں،جن میں سے ایک مضمون کی چاشنی سے آپ کو بھی محظوظ کرنا چاہتا ہوں:

....ونحن نعيش الآن في عهد قد تطورت طرق الحياة الاجتماعية وشاعت النظريات الجديدة والفلسفات الغربية الضالة المضلة وقد تفرقت الشعوب شيعا واحزابا، فهولاء يدعون الى اللا دينية ، وهولاء ينادون الشيوعية، وهولاء يهتفون بالقومية والوطنية وبتعبير فضيلة الاستاذ ابى الحسن على الندوى ''ردة ولا ابابكر لها'' فواجبنا ان نتسلح بسلاح جديد لمحاربتها والدفاع عن الاسلام.(شعبان المعظم سنة ١٣٨٠هـ مطابق فبرائر سنة ١٩٦١ء)

اسی پرچہ کے ایک دوسرے شمارہ (اگست ۱۹۶۱ء) میں مولانا عمید الزماں صاحب اپنے اور حضرت مفکرملت کے حضرت مولانا علی میاں ندویؒ کی خدمت میں الیقظہ کے سلسلے میں حاضری کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

قد حظيت انا وصديقى الاستاذ عبدالله السورتى بزيارة فضيلة الشيخ ابى الحسن على الحسنى الندوى فى شهر ذى القعدة فى مدينة "ميرته" وكانت هذه هى المرة الاولى التى تشرفت فيها بزيارة سماحته ، فعرفنا (انا والاستاذ عبدالله) انفسنا اليه فاستقبلنا الشيخ استقبالا حارًّا يليق بالصّغار واظهر لنا حفاوة زائدة وعاملا مُعاملة اب عطوف واستاذ كريم ومستشار مخلص وبالغ فى اكرامنا عند ما علم اننا نقوم بادارة اليقظة واعرب عن ارتياحه الكبير وسروره البالغ باصدارنا هذه الجريدة وشجعنا كثيرا على مواصلة هذا العمل المثمر واستغرقت زيارته ساعة كاملة وتحدثنا معه ووجهنا إليه بعض الاسئلة كما طلبنا اليه ان يبدى رأيه من الكتاب القديرين فى مصر كالدكتور طٰهٰ حسين واحمد امين وحسن زيات ومحمود عباس العقاد فعلّق لنا على اسلوب كتابتهم ونقدهم واظهر لنا ما هى ميزات كل منهم وما يوجد فى كتب بعضهم من نقص فى ناحية البحث والحديث.

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ نے آپ دونوں بزرگوں کی خدمات کو سراہتے ہوئے اور حوصلہ افزائی فرماتے ہوئے وقیع کلمات سے نوازا، چنانچہ فرماتے ہیں:

ولٰكن صدور صحيفة باللغة العربية من دارالعلوم ديوبند كبرى المدارس العربية فى الهند ، حادث يسترعى الانتباه ويثير الاهتمام

ویستحق التهنئة والتشجیع وتعقد به اٰمال کبار لذلک نهنئ القائمین علی شئون هذه المجلة علی نشاطهم ویقظتهم ونتمنی لهم التوفیق والنجاح. (ابوالحسن علی الحسنی الندوی، میرٹھ ۸۰/۱۱/۵ھ)

فضیلۃ الشیخ محمد مجذوبؒ جو جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ سے تشریف لائے تھے، اور بعد میں ان کی ہی سعی سے فلاح دارین کا جامعہ مدینہ منورہ سے الحاق ہوا تھا، آپ نے فلاح دارین میں چندروز گذارے تھے، حضرات اساتذہ کرام سے بھی آپ کی کئی مجالس ہوئی، حضرات اساتذۂ کرام کے ساتھ کئی مسائل پر بحث ہوئی، اس میں ''مؤلفۃ قلوب'' کو زکوۃ دینے کے سلسلہ میں حضرت مفتی احمد بیمات صاحبؒ (شیخ الحدیث) اور حضرت مولانا ابرار صاحبؒ سے مباحثہ ہوا، اس کے بعد فجر میں حضرت مفکر ملت کے سامنے ان اساتذۂ کرام کی بہت تعریف وتحسین فرمائی، مدینہ منورہ جانے کے بعد حضرت مفکر ملت کی شخصیت، عربیت، اخلاق حمیدہ وغیرہ سے متأثر ہوکر ایک مضمون آپ کی سوانح پر لکھا، اس میں حضرات اساتذۂ کرام کے متعلق ایک جملہ لکھا ہے:

وبلغ مدرسوها الواحد والثلاثین، وفیهم من یضاهی اکابر علماء العالم الاسلامی.

فلاح دارین کے متعلق لکھا ہے

والداخل الی ساحته لا یستطیع الا الموافقة علی قول سماحة الشیخ ابی الحسن الندوی عنها بانها (جنتان عن یمین وشمال) وحدث ولا حرج، عن مدرسة الراسخین فی العلم، وعن طلابه النظامیین الذین وجدنا فیهم من یستظهر الاجزاء الکثیرة من کتاب الله، ویتلوها فی

تـجـويد يكاد يزاحم به كبار المقرئين المشهورين، وهو الذى لم يبارح سن الحداثة.

اسی مضمون میں ایک خط شیخ مجذوبؒ نے مفکر ملت کی تعریف وتحسین اورخاص کرکے آپ کی عربیت ،فصاحت وبلاغت اورمعلومات کی وسعت کے متعلق لکھا ہے، یہ ایک بڑے عرب عالم اورشیخ کی شہادت علمیہ ہے، جوعالم اسلام کے ہزاروں علمائے کرام سے ملاقات کرچکے ہیں، اورجن کی فلاح دارین اورحضرت مفکر ملت کی ذات سے کوئی دنیوی منفعت وابستہ نہیں تھی۔

فضیلۃ الشیخ مجذوب فرماتے ہیں:

السلام عليكم ورحمة الله وبركاته..

ولـكـم أخلص الشكر على هديتكم النفيسة (أضواء على تاريخ الـحـركة العلمية والمعاهد الإسلامية والعربية في غجرات) وإنه كتاب قيـم أتـمـنـى لـو يتـاح تـوزيـع مقادير منه على ذوي الثقافة في المواطن الـعـربية ليتـعـرفـوا مـن خـلالـه جهـاد الأجيـال من أئمة العلوم العربية والإسـلامية فـي الهند ، أولئک الجهابذة الذين ما انفكوا يتتابعون على إعـلاء كلمة اللّٰه تحت راية القرآن والسنة ، وفي حراسة اللسان المبين الذي جعله اللّٰه الوسيلة المثلى لفهمهما والاستضاء ة بنورهما....

والـحـق إنـنـى لم افاجأ بروعة المضمون ولا بسلامة الأسلوب ، لأن الذي عرفته عنكم خلال الأيام المباركة التي تلاقينا بها في تركيسر ونـدوـة الـعـلـمـاء قد ملأ نفسي إعجابا بمواهبكم (وعربيتكم) وانتظام أفـكـاركـم الـعـمـيـقة، لذلک كانت مطالعتي في الكتاب فرصة جديدة لاستـئـنـاف ذلک الـلـقـاء السعيد، الذي أضاف إلى شخصكم الكريم

صحبة العشرات من فضلاء الأمة الذين كان لهم النصيب الأوفى من الفضل في الدعوة إلى الوحيين ، وفي إعطاء العربية موطنا جديداً تخرج فيه الأكبرون من حماة الفصحى وآدابها.

وحسب الكتاب بعد ذلک أن يضع بين يدي طلبة العلوم الإسلامية فيضا عَمَمًا من المعرفة في صفحات محدود ة دون المئتين عددا، ومن أولى ثمراتها أن تزيد وشائج الأخوة بين مسلمي الهند والربوع العربية قوة وتوثيقا. وقد قدح جهدكم المبرور في نفسي خاطرة وددت لو تجد قبولا لدى أولي الفكر والأدب لا في الهند فقط بل في مختلف ربوع الإسلام.

لقد وفيتم حق غجرات بما عرضتم من وجوه إسهاماتها في نطاق الحضارة الإسلامية على مر العصور فرأينا مواكب العلماء والحكام الصالحين والمنشآت العلمية على اختلاف مستوياتها، ولم تغفلوا الحديث عن لغتها وتفاعلها مع لغة القرآن العظيم....وما إلى ذلک من ألوان النشاط الذي كان له مردوده الملموس في عالم الفكر الإسلامي على امتداد أمكنته وأزمنته....فجزاكم الله خير ما يستحق هذا الجهد من بركاته .

فضیلۃ الشیخ مجذوبؒ کا مضمون بارہ صفحات پر مشتمل ہے، طوالت کے خوف سے اس کو نقل نہیں کرسکتا ہوں، اس میں انہوں نے حضرت مفکر ملت کی سوانح کا پورا خاکہ، آپ کی شخصیت، اخلاق واعمال اور فلاح دارین کے شب وروز وغیرہ پر ایک ماہر نفسیات کے انداز میں بہت طویل کلام کیا ہے، حضرت مفکر ملت کی کتاب ''الاضواء'' کے پرانہ نسخے کے سلسلہ میں یہ لکھا گیا تھا، اگر شیخ

اس کے موجودہ نئے نسخے کو دیکھتے تو بہت خوش ہوتے، اوراس پر مزید کلام فرماتے۔

اسی طرح چند دن پہلے مسجد نبوی شریف اور مدینہ منورہ کے استاذ فضیلۃ الشیخ حامد اکرم البخاری، اور مسجد نبوی شریف کے استاذ فقہ ومقاصد شریعت کے ماہر فضیلۃ الشیخ عامر بن محمد فداء بہجت حفظہما اللہ تعالیٰ کا پودرہ تشریف لائے تھے، انہوں نے بھی اپنے خصوصی خطاب میں علمی تأثرات کے ضمن میں اور نجی مجلس میں بھی جن کلمات عالیہ سے حضرت کو خطاب فرمایا یہ حضرت کی عنداللہ مقبولیت کی دلیل ہے، حضرت دامت برکاتہم نے بھی ان مہمانوں کا استقبال محض مدینہ منورہ کی عظیم نسبت کی وجہ سے کیا، جنوبی گجرات کے اساتذۂ حدیث کو بھی مسلسل بالاولیت والی پررونق مجلس میں دعوت دے کر آپ نے عرب مہمانوں کو علمائے گجرات کی خدمات سے واقف کرایا اور شاندار دعوت بھی فرمائی، فجزاہ اللہ تعالیٰ احسن الجزاء

حضرت دامت برکاتہم کے علمی خطوط

حضرت مفکر ملت نے اس ناچیز کے نام کئی خطوط لکھے ہیں، جن میں علمی حقائق، تاریخی معلومات اور جدید کتب کی جانکاری سے متعلق قیمتی باتیں ذکر فرمائی ہیں، ان کا نمونہ پیش خدمت ہے۔

عزیزم مولوی اقبال صاحب ٹنکاروی ودیگر احباب
واساتذہ کرام

السلام علیکم ورحمة الله وبركاته

بعد سلام مسنون...امید ہے کہ آپ سب بعافیت ہوں گے، بندہ محمد یوسف نجرامی کی کتاب کا مطالعہ کرر ہا تھا، اس کتاب کا نام ”العلاقة السياسية و الثقافة بين الهند و الخلافة العباسية “ ہے، دارالفکر، بیروت ،لبنان سے طبع ہوئی ہے، اچھی دل چسپ کتاب ہے۔

ص:۱۷۱ پر النشاط الثقافی فی بغداد کے عنوان کے ماتحت یہ بات معلوم ہوئی کہ گندھار ضلع بھروچ کی لڑکیاں دارالخلافہ بغداد تک پہنچتی تھیں، جن میں بچوں کی تربیت کرنے والیاں بھی ہوتی تھیں اورگانے والیاں بھی، ان میں خمار ہندیہ بہت ہی مشہور گانے والی تھی، جوگندھار کی باشندہ تھی اوراس کو خدیجہ بنت ہارون بن عبداللہ الربیع کے دادا نے دولاکھ درہم میں خریدا تھا، اصل عبارت یہ ہے:

”وخلال دراستنا للعصر العباسی نجد النشاط الثقافی للهنود بارزا فی بغداد، وقدمت الی بغداد كثير من النساء الهنديات من السند وغجرات بجنوب الهند وعشن فی بلاط الخلفاء وامتلئت بهن الاسواق والندوات ودخلن بيوت العرب كسيدات ومربّيات الاطفال ومطربات وكانت من اشهر تلك الهنديات(خمار القندهارية) هذه حكايتها كما روتها خديجة بنت

هارون بن عبد الله الربيع انها كانت من مدينة
قندهار ، اشتراها جد خديجة بمائتى الف درهم"
یہ پڑھ کر مجھے یہ عنوان ذہن میں آیا:
بھروچ کی حسینائیں بغداد کے شاہی محلات میں
چوں کہ ایک تاریخی معلومات ہے، تحریر کردی جس سے
بھروچ اور بغداد کے وسیع تعلقات کا پتہ چلتا ہے،"
وامتلئت بهن الاسواق والندوات' بتلاتا ہے کہ کثیر
تعداد میں یہاں کی عورتیں بغداد جاتی تھیں، اوراس
طرح دارالخلافہ اور بھروچ کا مضبوط تعلق قائم ہوا، کاش
کہ کوئی باہمت شخص گجرات کی قدیم تاریخی کتابوں سے
اس موضوع پر مواد جمع کرے، کیا گجرات کے کسی مؤرخ
نے بھی اس پر روشنی ڈالی ہے؟ اس کے لئے گجرات کے
تاریخ دانوں سے رابطہ کرنے کی ضرورت ہے۔

بھروچ شہر میں کوئی قدیم تاریخ ہے جو بھروچہ ہال میں تھی؛ تحقیق فرماویں۔

اس کے جواب میں تحقیق کے بعد یہ خط میں نے حضرت کے نام روانہ کیا تھا، اوراس کے بعد ایک کتاب ''عرب ممالک اور صوبۂ گجرات کے تعلقات'' نامی ۴۸۴ صفحات کی بھی لکھی ہے، جس پر حضرت مفکر صاحب دامت برکاتہم کی تقریظ بھی ہے۔ بندہ نے حضرت کے استفسار پر خط میں ذکر کردہ تاریخی معلومات کے سلسلہ میں تحقیق کرکے اپنی معلومات کے مطابق

مضمون لکھا تھا، وہ بھی پیش خدمت ہے:

بخدمت گرامی قدر مفکر ملت جناب حضرت الاستاذ مولانا عبداللہ صاحب

دامت برکاتہم

السلام علیکم رحمۃ اللہ وبرکاتہ

بعد سلام مسنون! بندہ خیر وعافیت سے ہے اور آپ محترم کی خیریت وعافیت کا بارگاہ رب العزت میں خواہاں ہے۔

ہندوستان سے ہزاروں میل کی دوری کے باوجود حضرت والا محترم ومکرم کے علمی وادبی، تاریخی اور تربیتی مضامین سے ہم طلاب مستفید ہوتے رہتے ہیں، حق تعالی شانہ آپ کے علمی، ادبی وتربیتی اس فیض کو ہم پر تا حیات مستعار جاری وساری فرمائے اور آپ کو صحت وعافیت کے ساتھ خوش وخرم رکھے۔ آمین

دیگر عرض یہ کہ حضرت والا نے زیر مطالعہ کتاب " العلاقة السياسية والثقافية بين الهند والخلافة العباسية" کے گندھاروالے مضمون کا ذکر فرمایا اس سے خلافت عباسیہ کے ساتھ بھروچ کے مراسم قدیمہ کا پتہ چلتا ہے۔

آپ مکرم ومحترم نے گجرات کے مؤرخین کا تذکرہ فرمایا کہ اس سلسلہ میں وہ کیا کہہ رہے ہیں؟ خاص کر کے بھروچ کی قدیم تاریخ، (بھروچہ ہال والے کتب خانے میں) تلاش کرنے کا ذکر فرمایا، تو بندہ بھروچ کے اس کتب خانے (رائے چنڈ ڈپ چنڈ لائبریری) میں تاریخ کی تمام کتابیں دیکھ کر آیا، بھروچ کی تاریخ کے حوالہ سے قابل اعتناء اور تاریخی مواد والی صرف دو چار

کتابیں دستیاب ہوئیں؛ لیکن ان میں بھی ہمارے موضوع سے متعلق کوئی بات نہیں تھی، بھروچ کے بندر سے عرب ممالک جانے والے مال یا وہاں سے آنے والے سامان کا ہی صرف اجمالاً تذکرہ ہے، ثقافتی رشتہ کے متعلق کوئی تذکرہ نہیں ہے؛ بلکہ بھروچ اور گندھار کے سلسلہ کی باتیں مسلم مؤرخین (علامہ بلاذری اور ابن بطوطہ) کے حوالے سے ہی ذکر کی ہیں، ایک کتاب ''بھانگیو بھانگیو بھروچ'' میں گندھار کی تاریخی معلومات ہیں؛ لیکن وہ بھی جن مذہب کے مندروں سے متعلق ہے، ہال کی منتظمہ صاحبہ سے بھی اس سلسلے میں گفتگو ہوئی، انہوں نے بھی لاعلمی کا اظہار کیا، البتہ دوسرے کتب خانوں اور اہل تاریخ سے اس سلسلہ میں دریافت کر کے معلومات فراہم کرنے اور ہر قسم کا علمی تعاون کرنے کا وعدہ کیا ہے۔

بندہ نے بروڈہ ایم۔ایس۔کالج اور سورت کے جنوبی گجرات یونیورسٹی کے کتب خانے سے بھی رابطہ قائم کیا ہے، لیکن ابھی تک وہاں سے کوئی جواب نہیں ملا ہے، جواب ملنے پر ان شاء اللہ آپ محترم کو اطلاع دی جائے گی، دارالعلوم ماٹلی والا کے مکتبہ میں ایک کتاب العصر العباسی (دکتور شوقی ضیف) ہے، اس میں اجمالاً مغنیات ہندیہ کا تذکرہ ہے، اسی طرح کتاب الاغانی میں بھی اجمالاً تذکرہ ہے، البرامکہ نامی کتاب میں خاندان برامکہ کے زمانۂ عروج میں طب و مغنیات ہندیہ کا اجمالی تذکرہ ہے۔

قاضی اطہر مبارک پوری صاحب نے ''العقد الثمین'' میں لکھا ہے:

کانت جواری السند وامائها مشهورة فی القیام علی مصالح الاولاد واداء الواجبات فی تربیتها، وحسن خدماتها، ولذا کان النجباء

والشـرفاء من المسلمين يرغبون الى اتخاذ السنديات جوارى وسرارى .(ص: ۳۰)

اسی طرح (ص:۱۲۰) پر لکھا ہے: وغـزا عبـاد بـن زيـادثغر الهند من سـجستـان فأتى سناروذ ثم اخذ على حوى كهز الى الروذبار من ارض سـجستـان الـى الهـنـد مند، فنزل كش (كچھ) و قطع المفازة حتى اتى الـقـنـدهـار فقاتل اهلها فهزمهم وفلهم وفتحها بعد ان اصيب رجال من الـمسـلـمـيـن ورای قـلانـس اهلها طوالا فعمل عليها فسميت العبادية، وقال ابن المفرغ :

كـم بـالـجـروم وارض الهـنـد مـن قـدم ÷ ومـن سـرائنک قتلى لاهم قبـروابقـنـدهـار، ومـن يكتب منيته÷ بقندهار يرجم دونه الخبر(فتوح البلدان :ص/۴۲۲)

(قـال القاضى) كش ويقال لها قصة ايضا بين السند والكجرات، وهـى كـچـھ. قـال الحموى: كش مدينة بارض السند، و ايضا كش او كـس مـديـنـة تقارب سمرقند وقرية من جرجان، واما القندهار كما قال الـحـمـوى: مدينة من بلاد السند والهند مشهورة فى الفتوح . وقال فى ظـفـر الـوالـه: قـندهار بندر صغير على خور كنبايت ، وهى اليوم تدعى بـگـنـدهـارا مـن تـوابـع بهـروچ ، واما كابل وقندهار فليس مراد ههنا. (ص: ۱۲۱)

اسی طرح قاضی رشید بن زبیر کے حوالے سے ''ہندوستان عربوں کی نظر میں'' (حصہ اول:ص/۱۱۵) بھی گندھار کا تذکرہ ہے،خلیفہ منصور عباسی کے عہد میں ۱۵۱ھ کو ہشام بن عمرو تغلبی نے ہندوستان پر حملہ کیا اور سندھ کو عبور کر کے قندھار (گندھار ضلع بھروچ، گجرات) پر حملہ کیا تو یہاں اس نے لوہے کا ایک

موٹا سا ستون پایا جو ایک سو ساٹھ (۱۶۰) ہاتھ لمبا تھا، ہشام نے مقامی لوگوں سے اس بارے میں دریافت کیا تو انہوں نے بتایا کہ یہ اہل فارس کی اس زمانے کی تلواریں ہیں جب انہوں نے تبع حمیری کے ساتھ حملہ کر کے ہمارا یہ ملک فتح کیا۔ قندھار کے فتح کرنے کے بعد انہوں نے اپنی تلواریں اکھٹا کر کے توڑ ڈالیں، انہیں ٹوٹی ہوئی تلواروں سے یہ ستون بنایا گیا، اہل یمن کا خیال ہے کہ تبع نے اس موقع پر یہ شعر کہا تھا ؎

ولو نعرت بقندهار نعرة

خرت صوامعها وكل عمود

(ص: ١١٦)

فتوح البلدان (ص:۴۳۱) پر لکھا ہے: واتى القندهار فى السفن ففتحها وهدم البُدَّ وبنى موضعه مسجدا ، فاخصبت البلاد فى ولايته وتبركوا به ودوخ الثغر وحكم اموره . (ص: ۴۳۱) گندھار ہمیشہ سندھ کے تابع رہا۔ (تاریخ سندھ:ص:۱۵۵-۱۵۸)

حضرت مفکر ملت نے اس خط کے جواب میں پھر حوصلہ افزا جواب لکھتے ہوئے فرمایا:

عزیزم مولوی اقبال احمد صاحب ٹنکاروی فلاحی زادکم اللہ فضلا وعلماً ودیگر ارباب ذوق

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

بعد سلام مسنونہ! کافی انتظار کے بعد آپ کا مفصل محبت نامہ موصول ہوا، آپ نے تاریخی معلومات کے لئے جو محنت فرمائی اس سے دل بہت خوش

ہوا، ہم طالب علموں کا کام جستجو میں لگا رہنا ہے، بغیر محنت اور بغیر طلب کے علم میں اضافہ مشکل ہے، اللہ تعالی آپ سب کو علمی کاموں کے لئے مزید ہمت اور توفیق عطا فرماویں۔آمین

اس عریضہ کے ساتھ رزین بن معاویہ العبدریؒ کے بارے میں کچھ معلومات ارسال کرتا ہوں۔ اس لئے کہ صاحب مشکوۃ شریف نے بعض روایتوں کو ان سے نقل فرمایا ہے،اور رواہ رزین کہہ کر خاموش ہو گئے ہیں، بندہ نے جس سال مشکوۃ شریف پڑھائی تھی اس وقت ان کے بارے میں جستجو کی تھی ،مگر تفصیلات نہ مل سکی تھی ،سوائے نام کے،اس کو حاشیہ پر نقل کر دیا تھا، هو رزين بن معاوية العبدری ؛مگر ابھی علامہ شوکانیؒ کی الفوائد المجموعة فی الاحاديث الموضوعة کا مطالعہ کر رہا تھا،جس پر عبدالرحمٰن بن یحییٰ المعلمی الیمانی کی تعلیقات ہیں اور الازہر کے كلية الشريعه کے استاذ عبدالوہاب عبداللطیفؒ نے اس کی تصحیح کی نگرانی فرمائی ہے۔رزین کے بارے میں کچھ نئی باتیں سامنے آئیں ؛وہ مشکوۃ شریف کے اساتذہ کے کام کی ہیں۔ ترکیسر، ہانسوٹ ، کنتھاریہ، جمبوسر کے اساتذہ کو مطلع فرمائیں اور اگر ان کے پاس مزید معلومات ہوں تو بندہ کو مطلع فرما کر احسان فرمائیں ،میرے جیسے طالب علم کیلئے آپ کا تعاون مفید ثابت ہوگا،ان شاءاللہ۔

حضرت مفکر ملت نے اس کے بعد ایک طویل مضمون علامہ رزین کے متعلق تحریر فرمایا ہے،جس کو طوالت کے خوف سے چھوڑ رہا ہوں۔

آگے فرماتے ہیں:

مشکوۃ شریف کے اساتذہ کو چاہئے کہ صاحب مشکوۃ رحمہ اللہ نے جن سے روایتیں نقل فرمائی ہیں ان کے حالات کی تحقیق فرمائیں۔ ہمارے نوجوان مدرسین نے اگر اس پر کام کیا ہوتو ضرور بندہ کو مطلع فرمائیں، مولانا یوسف ٹنکاروی، مولانا ابوبکر موسالی، مولانا احمد ٹنکاروی، مولانا احمد دیولوی فلاحی وغیرہ علماء کو اس کی فوٹو کاپی ارسال فرمائیں، ڈابھیل مفتی عبدالقیوم صاحب راجکوٹی کو بھی نقل بھیج دیں، تاکہ وہاں اساتذہ سے مزید معلومات مل سکے، فوٹو کاپی کرلی جائے، زحمت تو ہوگی مگر علمی کام میں تعاون کا اجر بھی ملے گا۔ ان شاء اللہ

منقولہ عبارت سے بندہ کو یہ بات معلوم ہوئی کہ: رزین بن معاویہ العبدری کی کنیت ابوالحسن تھی، اور وہ مالکی المذہب تھے، مکہ معظّمہ میں سکونت رکھتے تھے، ان کا زمانہ پانچویں اور چھٹی صدی ہجری کا ہے، انہوں نے صحاح ستہ کو ایک کتاب میں جمع کرنے کی سعی فرمائی اور اس میں اور روایتیں بھی داخل فرمائی ہیں، وہ ناقل حدیث تھے، ناقد حدیث نہیں تھے، ان کی سند بھی نازل تھی، فیروز آبادیؒ نے ان کے بارے میں جو تبصرہ فرمایا ہے اس کے بعد ان سے جو روایتیں نقل ہوئی ہیں اس کو علماء محدثین کے اصول کے مطابق جانچ پرکھ کر ہی قبول کرنا چاہئے۔

مجھے امید ہے کہ میرے جو احباب مشکوۃ شریف کا درس دے رہے ہیں اس پر مزید تحقیق فرما کر ناچیز دور افتادہ غریب الدیار کو مطلع فرما کر ممنون فرمائیں گے۔ دعاؤں کا محتاج غریب الدیار عبداللہ غفرلہ کاپودروی۔

ہمارے اسلاف کی زندگیوں اور حالات وسوانح کا مطالعہ کرنے سے یہ

معلوم ہوتا ہے کہ اسلاف میں علمی طلب وتحقیق اور ذوق وشوق غالب تھا، ہر وقت علم کی طلب اور دھن لگی رہتی تھی، اسی طلب اور دھن کا نتیجہ تھا کہ علم کے اعلی معیار پر پہنچے تھے اور اسلاف کی عملی زندگی کا مطالعہ اس بات کا بھی غماز ہے کہ علم کی طلب وجستجو کرتے کرتے علم کا طالب جوں جوں ترقی کرتا رہتا ہے؛ یونہی اس کی پیاس بڑھتی جاتی ہے، کسی مقام پر سیرابی نہیں ہوتی؛ بلکہ وہ هل من مزيد کا مصداق ہوتا ہے۔

حدیث شریف میں فرمایا: منهومان لا يشبعان؛منهوم في العلم لا يشبع منه،و منهوم في الدنيا لايشبع منها.(مشكوة المصابيح : كتاب العلم ، الفصل الثالث، رقم الحديث: ۲۶۰، ص:۸۶، ج:۱،ط: المكتب الإسلامي بيروت)

حضرت الاستاذ کے مذکورہ حالات سے یہ نتیجہ اخذ کرنا مشکل نہیں ہے کہ آپ محترم بھی اس حدیث کے مصداق اور جیتی جاگتی عملی تشریح ہیں، آپ کی علم کی حرص اور بھوک کبھی سیر نہیں ہوتی، میرے خیال میں اہل علم کی نظر میں وقت کی قدر کیا ہوتی ہے اس کو سمجھنے کے لئے حضرت کی مجلس میں بیٹھنا چاہئے۔

بندہ کی تصنیفات پر آپ کی حوصلہ افزائی

اس ادارہ سے اردو، عربی اور گجراتی میں شائع ہونے والی جتنی بھی کتابوں پر تقریظ تحریر کرنے کے لئے آپ کو زحمت دی گئی، آپ نے پیرانہ سالی اور بیماری ومرض کا خیال کئے بغیر ہر مرتبہ تقریظ کے علاوہ حوصلہ افزا کلمات بھی تحریر فرمائے؛ بلکہ یہاں کی شائع شدہ کتابیں ملک وبیرون ملک اہل علم کی خدمت میں بھی پہنچانے کا آپ التزام فرماتے ہیں۔ آپ کی تقریظ خلاصہ ہوتی

ہے، مذکورہ تصنیف میں لوگوں کے لئے کیا فوائد ہیں ان کی بھی نشاندہی فرماتے ہیں، اگر کتاب میں عصر حاضر کے مسائل کی بابت کوئی تذکرہ ہو تو حضرت معاشرہ کی ان مسائل کی طرف توجہ ضرور مبذول کرواتے ہیں تاکہ لوگوں کو اس کی ضرورت واہمیت کا احساس ہو۔

جمع کتب کا اہتمام

مسلمانوں کے علمی عروج کے دور میں مسلمان ملکوں میں جگہ جگہ کتب خانے قائم ہوئے، جن میں کتابوں کی بڑی تعداد ہوتی تھی، یہ کتب خانے حکومتی سطح کے بھی ہوتے تھے اور ذاتی سطح کے بھی، اس ملک میں بھی ہمارے اسلاف کا یہ معمول رہا ہے کہ وہ اپنی استطاعت کے مطابق کتابیں جمع کرتے تھے، گجرات جیسے صوبہ میں جہاں مطالعہ وتحقیق کا ذوق نہ ہونے کے درجہ میں ہے؛ حضرت دامت برکاتہم نے معیاری کتابیں جمع کی ہیں، بلکہ کتب خانہ قائم کرتے ہوئے اس کے دروازے ہمیشہ علماء ومحققین کے لئے کھلے رکھے ہیں۔

آپ کے کتب خانے میں ہر فن کی معیاری کتابیں جمع کی گئی ہیں، جن سے آپ کا اعلیٰ ذوق اور علمی حرص وطلب جھلکتی ہے، بندہ کی رائے یہ ہے کہ شاید گجرات میں کسی کے پاس کما وکیفا اتنا بڑا ذاتی وشخصی کتب خانہ نہیں ہوگا۔ اگر ہم بھی ان اسلاف کا سا شوق وذوق پیدا کرنا چاہیں تو ضروری ہے کہ ہمیں بھی بیدار مغزی کے ساتھ پیچھے مڑ کر اپنے اسلاف اور حضرت دامت برکاتہم کی زندگی کا آئینہ دیکھنا ہوگا۔

اوصاف حمیدہ

یہ مضمون لکھ رہا تھا کہ استاذ محترم حضرت مولانا قاسم صاحب آنتی دامت برکاتہم تشریف لائے، حضرت سے اس کا تذکرہ کیا اور دریافت کیا کہ آپ کا حضرت مولانا سے بہت پرانا تعلق ہے تو آپ حضرت مفکر ملت کے سلسلے میں اپنا تجربہ بیان فرمائیں۔

حضرت مولانا قاسم صاحب نے فرمایا کہ میرا مفکر ملت کے ساتھ ۱۹۵۵ء سے تعلق ہے، میں نے ان میں جو خوبیاں دیکھی وہ دوسروں میں بہت کم دیکھی ہیں:

(۱) ان کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ ان میں تعصب (علاقائی، اداری، قومی، مسلکی یا مشربی) بالکل نہیں ہے، ان کا دل مخلص ہے، (لیس فی قلبك غش لاحد کا مصداق ہے۔)

(۲) کسی بھی چھوٹے کو بڑا بنانا، چاہے وہ آپ کے برابر ہو جائے یا آپ سے بڑھ جائے، اس کی ان کو فکر ہوتی ہے، یہ بہت جگر گردہ کی بات ہے، آج کل تو استاذ ہی نہیں چاہتا ہے کہ شاگردان سے آگے بڑھ جاوے۔

(۳) غیبت آپ کو بالکل پسند نہیں ہے، کسی سے رائے کے اختلاف کی بنیاد پر عداوت بالکل نہیں رکھتے ہیں، کسی کی کوئی بات پسند نہ ہو تو زیادہ سے زیادہ صرف اتنا فرمادیتے ہیں کہ یہ بھی ایک رائے ہے۔

(۴) آپ کے معاشی حالات ابتداء میں اچھے نہیں تھے، پھر بھی مہمان نوازی میں کبھی کمی نہیں کرتے تھے، عشاء کے بعد طلبہ کو مسجد میں یا دارالاقامہ میں بھیجتے تھے کہ کوئی مہمان ہو تو گھر پر لے آؤ۔

(۵) کسی سے ملتے ہیں تو اس کی اچھائیاں ہی مدنظر رکھتے ہیں، اس کی برائیاں جانتے ہوئے بھی ذکر نہیں کرتے ہیں۔

تصنیفات مفکر ملت

(۱) أضواء على تاريخ الحركة العلمية والمعاهد الإسلامية والعربية في غجرات الهند

(۲) علامہ بدرالدین عینی اور علم حدیث میں ان کا نقش دوام

(۳) دیوان امام شافعیؒ (ترجمہ وتشریح)

(۴) نصیحۃ المسلمین (ترجمہ حواشی وتعلیقات)

(۵) چالیس احادیث (عربی، گجراتی، انگلش)

(۶) حضرت حاجی امداداللہ اور ان کے نامور خلفاء (گجراتی)

(۷) علامہ قطب الدین نہروالیؒ اور ان کی علمی خدمات

(۸) علامہ یوسف بنوریؒ اور خدمات حدیث

(۹) افکار پریشاں (جلد اول)

(۱۰) افکار پریشاں (جلد دوم)

(۱۱) صدائے دل (جلد اول)

(۱۲) صدائے دل (جلد دوم)

(۱۳) صدائے دل (جلد سوم)

(۱۴) صدائے دل (جلد چہارم) زیر ترتیب

(۱۵) گلشن کا پودرا (گجراتی)

(۱۶) رشد و ہدایت کے منار جن سے میں نے کسب فیض کیا

یہ حضرت کی زندگی کے چند منتشر اوراق ہیں، اللہ تعالیٰ ہم کو حضرت دامت برکاتہم کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق نصیب فرمائے۔آمین یارب العالمین!

(حضرت مولانا) اقبال بن محمد ٹنکاروی (صاحب)

(مہتمم وشیخ الحدیث دارالعلوم ماٹلی والا، بھروچ، گجرات)

❖❖❖

استاذ محترم حضرت مولانا عبداللہ صاحب کاپودروی
دامت برکاتہم العالیہ کے متعلق چند طالب علمانہ تاثرات

حضرت مولانا عبد الرؤف صاحب
لاجپوری مدظلہٗ
مُجاز بیعت مسیح الامت حضرت اقدس مولانا
مسیح اللہ خان صاحب نور اللہ مرقدہٗ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

استاذ محترم کی چند صفات حمیدہ کا اجمالی ذکر

استاذ محترم حضرت مولانا عبداللہ صاحب کاپودروی دامت برکاتہم العالیہ کی عبقری شخصیت گوناگوں فضائل وکمالات کا مجموعہ ہیں، جن میں سے چند ایک یہ ہیں، آپ متبحر عالم، عمل صالح کے پابند، عربی زبان پر مکمل عبور، انتظامی صلاحیت، افراد سازی، چھوٹوں پر شفقت ومحبت، اکابرین کا حد درجہ احترام ومحبت، اکابرین کا حضرت استاذ سے محبت کا تعلق اور آپ پر اعتماد، زمانہ کے حالات وانقلابات سے باخبر رہنا اور اس کے لئے اخبار و رسائل کا باقاعدہ اہتمام سے دیکھنا اور غور سے ان کو پڑھنا، اور پھر اس کی خبر کو سامنے رکھ کر خداداد فراست وتجربات کی روشنی میں حضرت الاستاذ کا ان پر اپنا تجزیہ، اور ان سے نمٹنے کے لئے بہترین رہنمائی، مطالعۂ کتب کا شوق، ہندو بیرون ہند سے نکلنے والے ماہنامے، جرائد ورسائل (اردو، عربی، گجراتی) کا مطالعہ، صبروتحمل، ذہانت وسادگی، استقلال وتوکل، اتباع حق، عقل ودانش، فہم و فراست، علم ووقار، حسن تدبر اور نظم ونسق وغیرہ کی بے پناہ صلاحیتیں اللہ تعالی نے آپ کے اندر ودیعت فرمائی ہیں، آپ کی شخصیت گجرات بلکہ ہندوستان کے ان منتخب علماء چنیدہ قائدین، اور مؤقر دانشوروں میں سے ہے کہ جن پر بجاطور پر ملک وملت کو فخر ہی نہیں بلکہ مکمل اعتماد ہے، آپ کی علمی، دینی، ملی، فکری، اصلاحی اور دعوتی خدمات بجاطور پر مسلم ہیں۔

حضرت مولانا مفتی سعید احمد صاحب پالنپوری دامت برکاتہم العالیہ آپ کے متعلق لکھتے ہیں کہ آپ مدبر، مفکر، عالی ظرف، اور سیر چشم سراپا جہد وعمل اور دوسروں کی ترقی کے خواہشمند رہتے ہیں۔

حضرت مولانا کا ایک خاص وصف

"الحکمة ضالة المومن اخذها حیث وجدتها، "کا معنی خیز مفہوم حضرت مولانا دامت برکاتہم العالیہ کی گویا سرشت میں داخل اور گھٹی میں پلایا گیا ہے جس کا نتیجہ یہ ہے کہ آپ اتباع حق کے پابند نظر آتے ہیں اور تمرد و ضد سے آپ کی سرشت وطبیعت عالیہ کو انکار ہے۔

نصیحت آموزی

حضرت الاستاذ کا ایک وصف "نصیحت آموزی"، ہے ایک مرتبہ کسی واقعہ سے سبق حاصل کرلینا اور آئندہ اس کا خیال ولحاظ رکھنا آپ کی عادت ہے۔

آپ کا علمی ذوق

حضرت الاستاذ کا ایک خاص وصف "علمی ذوق"، ہے جو کہ آپ کی زندگی کے ہر شعبہ پر غالب رہا ہے، اسی کا نتیجہ ہے کہ عمر کے اس پڑاؤ پر بھی جبکہ آپ کی عمر اسی سال سے متجاوز ہو چکی ہے حضرت برابر کتابوں کا مطالعہ فرماتے رہتے ہیں اور صرف مطالعہ ہی نہیں فرماتے بلکہ جو کتاب یا جو مضمون آپ کو پسند آتا ہے اس کو اپنی برادری کے لوگوں تک بھی اپنی بساط اور وسعت کے مطابق پہنچاتے رہتے ہیں، اور سفر میں بھی آپ کی یہ مطالعہ کی عادت نہیں

چھوٹتی اس میں بھی موقعہ کے ملنے پر کتابوں کو دیکھتے ہیں بلکہ یہ دیکھا گیا کہ آپ کے بیرون ہند کے سفر میں اگر وقت اجازت دیتا ہے تو جس ملک میں گئے ہیں وہاں کی لائبریری میں جانا اور اس میں خاص کر اسلامیات کا جو شعبہ ہوتا ہے اس میں کتابوں کو دیکھنا یہ گویا کہ لازمی ہوتا ہے، آپ نے اپنا ایک سفرنامہ لکھا ہے ''سفرنامہ امریکہ''، اس میں حضرت ایک جگہ لکھتے ہیں کہ مفتی جمیل احمد صاحب کی ملاقات کے بعد جب باہر نکلے تو حافظ حبیب الرحمٰن نے فرمایا کہ اب ہم ''پرنسٹن یونیورسٹی'' جائیں گے ان کو یہ معلوم ہو گیا تھا کہ مجھے ''کتب خانوں'' کا شوق ہے، ہم نے اسلامی لائبریری کے بارے میں معلومات حاصل کی اور اسکی عمارت میں داخل ہوئے یہ صرف شعبۂ اسلامیات کی لائبریری ہے ساڑھے چار لاکھ کتابیں موجود ہیں بڑے بڑے وسیع ہال ہیں اور اس کتب خانہ کے ممبر بننے کے لئے ۱۵ ڈالر فیس ادا کرنی ہوتی ہے، اس لائبریری میں مخطوطات کی تعداد ۱۰ ہزار ہے ہم نے اس کمرہ کا رخ کیا جہاں مخطوطات ہی رکھے ہوئے ہیں، پھر ہم اس کمرہ میں داخل ہوئے جہاں میز پر عربی مخطوطات کی تین جلدیں ہمارے لئے رکھدی گئیں تھیں پہلی جلد میں پانچ ہزار دو سو کتابوں کے نام ہیں دوسری جلد میں تین ہزار تین سو نام ہیں اور تیسری میں بارہ سو ہیں اس طرح مجموعی ۹۷۰۰ کتابوں کی فہرست ہے۔

ظاہر ہے اتنی ضخیم جلدوں کے مطالعہ کے لئے چند گھنٹے کافی نہیں ہو سکتے مگر ہم نے ''تین گھنٹوں'' تک ''پہلی جلد'' کا مطالعہ کیا صرف تفسیر اور حدیث شریف کی بعض کتابوں کے نام دیکھ سکے بہت ہی اہم اور نادر نسخے

موجود ہیں، دل حسرت کررہا تھا کہ کاش! یہ علمی خزانہ ہمارے ملکوں کی لائبریریوں میں ہوتا البتہ جس حسن وخوبی کے ساتھ ان مخطوطات کو یہاں رکھا گیا ہے شاید ہمارے ملکوں میں ان کو اس اہتمام کے ساتھ نہ رکھا جاسکے، اس لئے ایک طرح خوشی بھی ہوتی ہے کہ اللہ تعالی نے انکی حفاظت کا انتظام کردیا ہے، فللہ الحمد و الشکر (بتغیر)

انصاف پسندی

ایک بات اس تحریر سے یہ بھی معلوم ہوئی کہ حضرت کی طبیعت کی انصاف پسندی دیکھئے کہ جہاں ان کے کمال کو دیکھا تو ان کی صرف تعریف ہی نہیں کی بلکہ اس پر خوشی کا اظہار اور اللہ تعالی کا شکر بھی ادا کیا کہ ان مخطوطات اور کتابوں کو جہاں ہونا چاہئے تھا وہ وہیں پر ہیں اور اسی میں عافیت بھی ہے۔

ایک طرف علم دوستی تو دوسری طرف جلسہ جلوس

ایک اور جگہ ان کی علم دوستی کے متعلق لکھتے ہیں کہ ''اس عظیم کتب خانہ کو دیکھ کر مغربی اقوام کی علم دوستی اور علم کے لئے بے دریغ خرچ کا اندازہ ہوتا ہے ہمارے ملکوں میں جلسہ جلوس قوالی اور مجالس پر خرچ ہوتا ہے اور یہ قومیں جامعات و مدارس کتب خانوں اور تحقیقی مراکز (ریسرچ سینٹر) پر لاکھوں ڈالر خرچ کرتی ہیں۔

کاش! ہماری قوم بیدار ہو

پھر آگے چل کر اپنے دل کی بات لکھتے ہیں کہ ہمارے گجرات کے

سب ہی عربی اداروں کو ملا کر بھی دس ہزار مخطوطات نہیں ہوتے اور یہاں صرف ایک یونیورسٹی کا یہ حال ہے کہ اس یونیورسٹی میں مختلف قسم کی بڑی بڑی دس لائبریریاں ہیں کاش کہ ہماری قوم بیدار ہو اور بہترین کتب خانے تعمیر کرائیں۔

طبیعت سلیمہ

اس واقعہ سے حضرت کی علم دوستی، ذوق مطالعہ، علم اور علمی کتابوں کی قدردانی کرنے والوں کی تعریف یہ سب باتیں معلوم ہوئیں اور یہ سب باتیں حضرت کی طبیعت سلیمہ کی طرف اشارہ کرتی ہیں۔

اکابرین سے محبت وتعلق کا اہتمام

حضرت الاستاذ کا ایک خاص وصف اکابرین سے محبت اور ان سے تعلق رکھنا اور ان کی خدمت میں ان کے مقام پر جا کر ملاقات کرنا اور ان سے استفادہ کرنا اور اسی طرح وقتاً فوقتاً ان کو ادارے میں دعوت دے کر بلانا اور دوسروں سے زیادہ خود ان سے استفادہ کرنا یہ عادت حضرت کی رہی ہے اور عمر کے اس پڑاؤ پر بھی اس میں کمی نہیں آئی ہے، آپ نے کن کن بزرگوں کی خدمت کی، کن کن بزرگوں کو فلاح دارین ترکیسر بلایا اور کن کن بزرگوں کو اپنے گاؤں کا پودرا مدعو کیا اس کی ایک جھلک دیکھنی ہو تو حضرت دامت برکاتہم کی تصنیف ''رشد وہدایت کے منار،، کا مطالعہ کرنا چاہئے۔

کام کرنے والوں قدر

اللہ تعالی نے ایک خوبی یہ بھی عطا فرمائی ہے کہ آپ دین کے کسی بھی

شعبہ میں کوئی لگا ہو اور دین کی خدمت کر رہا ہو اس کی خوب حوصلہ افزائی فرماتے ہیں اور اس سے ملاقات پر اس کے مناسب حال ضرورت محسوس فرمانے پر مشورہ بھی دیتے ہیں۔

حوصلہ افزائی

اور آپ ہمیشہ اپنے چھوٹوں کی حوصلہ افزائی فرماتے رہتے ہیں اور ان کے ادنی کام کو بھی اس کی نگاہ میں بڑا بنا کر پیش فرماتے ہیں تا کہ ان کی ہمت اور حوصلہ مزید بڑھے (لیکن اس میں مبالغہ آرائی نہیں ہوتی انداز ایسا ہوتا ہے کہ گویا آپ نے بڑا علمی کام کیا ہے) اور آپ سے آپ کا کوئی شاگرد یا کوئی ادنی تعلق رکھنے والا اپنی لکھی ہوئی کوئی کتاب یا کتابچہ کو دیکھنے کی فرمائش کرتا ہے تو آپ اس کو حتی الوسع مایوس نہیں فرماتے اس کی کتاب یا رسالہ یا مضمون پر نظر فرماتے ہیں اور پھر آپ سے اس پر کچھ لکھنے کی بھی فرمائش کی جاتی ہے تو آپ اس پیشکش کو بھی بخوشی قبول فرماتے ہیں، بندہ کی ایک کتاب پر بھی حضرت کی تقریظ موجود ہے۔

میں نے حضرت الاستاذ سے قصص النبیین پڑھی تھی

میں نے دو سال ۱۹۶۵ء اور ۱۹۶۶ء میں فلاح دارین میں درجۂ عالمیت کی تعلیم حاصل کی ہے پہلے سال جب داخلہ لیا تو اس وقت فلاح دارین کے مہتمم حضرت مولانا غلام محمد نور گت صاحبؒ تھے اور میرے تعلیم کے دوسرے سال حضرت الاستاذ کی مہتمم کی حیثیت سے دار العلوم فلاح دارین میں تشریف آوری ہوئی تھی اور اس سال میں نے حضرت الاستاذ دامت برکاتہم سے قصص

النبیین پڑھی۔

اخیر میں اللہ رب العزت سے دعا گوں ہوں کہ اللہ تعالیٰ استاذ محترم کا سایۂ عاطفت عافیت کے ساتھ تادیر ہمارے سروں پر قائم فرمائے، اور آپ کے فیوض و برکات سے ہمیں مزید مستفیض ہونے اور استفادے کا موقع نصیب فرمائے، آمین۔

(حضرت مولانا) عبدالرؤف لاجپوری (صاحب مدظلہٗ)

حال مقیم، باٹلی، یو۔کے

۲۶ جمادی الاخری ۱۴۳۸ھ مطابق ۲۵ مارچ ۲۰۱۷ء

حضرت مولانامحمد ایوب صاحب
سورتی مدظلہٗ
مجاز بیعت حضرت مولانا شاہ ابرار الحق
صاحب ھردوئی نور اللہ مرقدہٗ

بسمہ سبحانہ

مفکر ملت ،فخر گجرات حضرت مولانا عبد اللہ کاپودروی صاحب مدظلہ العالی

رئیس جامعہ فلاح دارین، ترکیسر، گجرات، الہند

پہلی زیارت

اس عاجز فقیر کو حضرت مولانا مدظلہ کی پہلی زیارت اس وقت ہوئی جب آپ مدرسہ مفتاح العلوم تراج کے سالانہ امتحان کیلئے تشریف لائے۔ اس مدرسہ کی یہ روایت رہی کہ اسکے سالانہ امتحانات کیلئے جامعہ ڈابھیل کے اساتذہ تشریف لاتے ہیں، اور پھر یہاں کے طلبہ پڑھکر جامعہ ڈابھیل میں داخل ہوں تو ان کا امتحان داخلہ نہیں ہوتا بلکہ اسی سابق امتحان کے مطابق اس سے اگلے درجہ میں داخلہ ہو جاتا ہے، احقر کی طالب علمی کا پہلا سال درجہ فارسی اول کا تھا اور اس کا سالانہ امتحان (شعبان ۱۳۸۳ھ) حضرت مولانا عبداللہ صاحب کے سپرد ہوا، اس وقت احقر کی عمر دس سال بھی نہیں تھی اسلئے امتحان کے مشمولات تو محفوظ نہیں رہے مگر اس وقت کا مولانا کا حلیہ اور شکل وصورت اب تک ذہن میں محفوظ ہے، یہ دور حضرت مولانا کی جواں عمری کا تھا۔ پھر وقت گذرتا گیا اور احقر تعلیمی مدارج طے کرتے ہوئے فارغ ہوا۔

اکرام

یاد ہے کہ فراغت کے بعد رمضان ۱۳۹۲ھ میں دارالعلوم فلاح دارین حاضری ہوئی، اپنی نوخیزی کی عمر تھی، خیال تھا کہ کہیں پڑھانے کی جگہ

ابتدائی درجات میں مل جائے، اسی نیت سے ترکیسر حاضری تھی، مولانا نے اس نووارد کا بڑا اکرام کیا۔ مدرسہ کی تعطیل کے باوجود مدرسہ اور خاص طور سے کتب خانہ کا معاینہ کرایا اور اچھا وقت دیا، جس کا قلب پر گہرا اثر پڑا۔

تقرر

یہ حقیر گھر سے دور دیگر مدارس میں کئی برس مدرس رہا، ایک عرصہ گذرنے کے بعد سفر طویل کی دشواریوں کا شدید احساس ہونے لگا جس پر ذوالحجہ ۱۳۹۹ھ میں دارالعلوم چھاپی شمالی گجرات کو چھوڑ کر گھر پر آگیا اور نیت تھی کہ قریب کے کسی مدرسہ میں جگہ مل جائے تو وہیں پڑھاؤں گا۔ انہی عید الاضحیٰ کی تعطیلات میں فلاح دارین ترکیسر حاضر ہوا، یہ سوچکر کہ مہتمم صاحب سے ملاقات کی جائے اور ان سے ذکر کیا جائے شاید وہاں یا ان کی وساطت سے کسی جگہ پر تقرر ہو جائے۔ ترکیسر پہونچا ملاقات کی اور عرض مدعا کیا، حضرت مہتمم صاحب بڑی بشاشت سے ملے اور فرمایا کہ یہاں ایک مدرس دوماہ کی رخصت لیکر انگلینڈ گئے ہوئے ہیں ان کی طرف سے ابھی کوئی اطلاع نہیں کہ وہ آتے ہیں یا سال بھر وہاں قیام کریں گے، (ہم نے دوماہ کیلئے وقتی طور پر ایک مدرس کا ادب کیلئے تقرر کیا ہے) اگر وہ نہیں آتے ہیں تو جگہ بن سکتی ہے، احقر ان سے ملکر گھر آگیا۔ چندروز بعد ہی یوکے سے ان مدرس صاحب کا خط آیا اور مہتمم صاحب سے پورے سال قیام کی اطلاع اور رخصت کی درخواست کی، مہتمم صاحب نے اسے منظور فرمایا اور پھر ایک طالب علم کو احقر کے گھر تراج بھیجا، (کہ والد صاحب ان دنوں تراج میں مدرس تھے) اور وہ

اپنے ساتھ ترکیسر لے آئے، مہتمم صاحب نے فرمایا ہم نے عارضی طور پر ایک مدرس کو جو مدینہ منورہ پڑھ رہے ہیں اور دو ماہ کی رخصت پر آئے ہوئے ہیں مدرس رکھا ہے، ان کی مناسبت سے ان کو ادب کی کتابیں دی ہیں، وہی کتابیں آپ پڑھائیں تو موجود ہیں، درمیانی سال میں تبدیلی دشوار ہوتی ہے، احقر نے ان کتابوں کی تدریس کی حامی بھر لی اور اس طرح تقرر ہو گیا۔ الحمدللہ! پورا سال اطمینان سے گذرا، طلبہ بھی مطمئن رہے، اور پھر یہ عارضی تقرر استقلال میں تبدیل ہو گیا۔

سنہری دور

پانچ سال حضرت مہتمم صاحب کی قیادت علمی میں گذرے۔ یقیناً میں اس دور کو اپنی علمی ترقی کا شاندار دور کہتا ہوں، اسلئے کہ مہتمم صاحب کا ذوق علمی، فکری اور انتظامی تھا و الناس علیٰ دین ملوکھم اور پھر حضرت نے اپنے دور اہتمام میں قابل و فاضل اساتذہ کو چن چن کر رکھا، احقر کو بھی وہ معیار باقی رکھنا تھا، اس کیلئے محنت بھی کافی کرنی پڑی اور اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ حسن قبول نصیب ہوا۔

چند عالی اوصاف

اس دوران احقر نے جو مہتمم صاحب کو دیکھا اور جانچا تو یقیناً ان میں اس دور کا مدبر، مبصر، مکارم اخلاق سے متصف، عفو و درگذر کی شان رکھنے والا اور اعلیٰ ذوق کی قدر کرنے والا پایا۔ انہیں لکھنے پڑھنے کا اچھا شعور اور عربی ادب سے خاص شغف ہے،، ان کی زندگی متحرک زندگی ہے، بیدار مغز اور ہر

کام میں چوکس، طلبہ کی تربیت اور ان کی علمی اور فکری نشو ونما کی طرف خاص توجہ، مار پٹائی سے زیادہ ذہن سازی کرتے، جس کی وجہ سے طلبہ میں بھی شعور بیدار ہوتا اور سستی اور کوتاہی سے دور رہ کر علمی ترقی میں مشغول ہوتے، کبھی اساتذہ کسی طالب علم کی شکایت کرتے تو اس پر خاص توجہ کرتے، اسے بار بار سمجھاتے یا مناسب سزا دیتے۔ طلبہ کو فجر سے پہلے جگانا ملازم اور چوکیدار کی ذمہ داری ہوتی ہے مگر مولانا ہی اس مہم کو انجام دیتے۔ مولانا کی آواز سنتے ہی طلبہ جلد جلد اٹھ کر نماز کی تیاری میں مصروف ہو جاتے۔ خود بھی چند اسباق اپنے ذمہ رکھتے اور جب کوئی استاذ رخصت پر ہوتا تو اس کے گھنٹہ میں جا کر سبق سنتے یا وعظ ونصیحت اور ادب واخلاق کا درس دیتے۔

اصلاح کا انوکھا انداز

ایک مرتبہ ظہر کے بعد کا پہلا گھنٹہ احقر کے ذمہ ’سفینۃ البلغاء‘ کا تھا، ظہر کے بعد ویسے بھی کچھ کسل کا وقت ہوتا ہے، اس دن مجھے پہونچتے دس پندرہ منٹ دیر ہوگئی، میری درسگاہ مشرقی سیڑھی سے متصل تھی، جیسے ہی سیڑھی چڑھکر میں درسگاہ کی طرف مڑا تو درسگاہ میں سے مہتمم صاحب کی آواز سنی، میں فوراً خفت اور شرمندگی کے مارے پیچھے پیر مڑ کر گھر چلا گیا۔ عصر کے بعد مہتمم صاحب سے ملاقات ہوئی پوچھا کیا آپ بیمار تھے؟ عرض کیا بیمار تو نہیں تھا آپ کو درسگاہ میں دیکھ کر واپس چلا گیا۔ فرمایا یہ طلبہ استاذ نہ ہونے کی وجہ سے شرارت کرتے رہتے ہیں، میں بیٹھ جاتا ہوں، کچھ باتیں کہہ دیتا ہوں۔ بہر حال مہتمم صاحب نے ناگواری کا اظہار نہ فرمایا مگر اپنے عمل سے دیر سے نہ

آنے کا سبق دے دیا۔

بے نفسی

حضرت مولانا کی ایک بے نفسی اور عفو ودرگذر اور چھوٹوں سے معافی مانگ لینے کا ایک واقعہ بھی عرض کرتا چلوں، جو خود میرے ساتھ پیش آیا کہ ایک مرتبہ امتحان کے موقع پر سوالات کے پرچے تقسیم ہوئے (اس زمانہ میں امتحانات اساتذہ کی درسگاہوں میں ہی ہوتے تھے، ہر مدرس اپنی درسگاہ میں مع ایک دو دیگر مدرس کے نگران ہوتا) ابھی پرچے تقسیم ہوئے اور طلبہ ان کو حل کرنے میں لگے تھے کہ احقر نے تنشیط طبع کیلئے کوئی مزاحیہ فقرہ کہہ دیا، طلبہ ہنسنے لگے، عین اسی وقت مہتمم صاحب میری درسگاہ میں داخل ہوئے اور طلبہ کو ہنستا ہوا دیکھ کر ناراض ہوکر چلے گئے۔ واللہ اعلم مہتمم صاحب کے دل میں یہ خیال آیا ہو کہ میں نے ان کی شان میں کوئی فقرہ کہا اور طلبہ ہنسے یا کوئی اور وجہ ہو۔ دو لمحہ کے بعد دوبارہ مہتمم صاحب میری درسگاہ میں داخل ہوئے اور مجھے فرمایا کہ درسگاہ سے چلے جاؤ، یہاں آپ نہ رہیں، میں نکل کر گھر چلا گیا اور سخت رنجیدہ ہوا، پھر کچھ ناگواری ہی میں صبح کے چوتھے گھنٹہ میں سخت لہجہ میں مہتمم صاحب کو خط لکھا کہ آپ ایسا کیوں سمجھے کہ میں نے آپ کی شان میں کوئی جملہ کہا، میں نے تو ویسے ہی تفریحی فقرہ کہا جس پر بچے ہنسے تھے۔ خیر دوپہر کی پہلی گھنٹی ہی میں مہتمم صاحب کا جواب آیا اور اپنی غلطی کا اعتراف فرما کر معافی مانگی۔ یہ تھا مہتمم صاحب کا عفو وصفح اور چھوٹوں سے ماتحتوں سے معافی مانگ لینا۔ آج کل عام طور سے مہتمم صاحبان اپنے کو صدر مملکت سے اور اپنے حکم کو وحی سے کم نہیں

سمجھتے، اپنی بات کو منوانا ضروری سمجھتے ہیں، وہ جو کہہ دیں حرف آخر ہوتا ہے، اپنے کو بے قصور اور مدرس کو سراپا قصور سمجھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ تمام مسؤلین کو صحیح طریقہ سے اپنی مسؤلیت ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

پابندئ وقت

حضرت مولانا وقت کے انتہائی پابند ہیں اور اس وصف میں انہیں اور حضرت مولانا ابرار الحق صاحب ہردوئی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو ممتاز پایا ہے۔ جس جگہ پر پہونچنے کا جو وقت مقرر ہوتا اس کی پہلے سے تیاری کرتے اور مقرر وقت پر پہونچتے۔ ایک مرتبہ لیسٹر میں احقر نے انہیں ناشتہ کی دعوت دی، صبح ۸ بجے کا وقت طے ہوا، گرمی کا زمانہ تھا، فجر چار ساڑھے چار بجے پڑھ کر سونا ضروری ہوتا ہے، آنکھ ذرا دیر سے آٹھ سے کچھ ہی قبل کھلی، میں نے گھر میں کہا کہ فکر نہ کرو آتے ہوئے بھی دیر تو ہو ہی جائے گی، اتنے میں ناشتہ تیار ہو جائے گا، پھر احقر نے دروازہ کھولا کہ باہر کا منظر دیکھوں، دیکھا تو یہ دیکھا کہ مولانا برابر اپنے وقت پر تشریف لا رہے ہیں۔ خیر چند احباب اور بھی تھے، تشریف لاتے ہی کسی موضوع پر گفتگو شروع ہوئی ادھر کو کر کا زمانہ ناشتہ بنتے بھی زیادہ دیر نہ لگی۔ مولانا کا یہ معمول ہر پروگرام اور جلسوں وغیرہ میں برابر رہا کہ وقت پر پہونچنے کی کوشش کرتے۔ آج یہ وصف عنقا ہوتا جا رہا ہے، بالخصوص علماء میں، وقت بتانا صرف دل بہلانے کیلئے ہوتا ہے، پھر اپنی مرضی ہوتی ہے، جب چاہے پہونچے، بلکہ تاخیر سے آنا اور لوگوں کو انتظار کرانا اور پروگرام ادھر سے ادھر کرنا ہی کمال سمجھا جاتا ہے، افسوس!

اکابرین سے استفادہ

حضرت مولانا کا تمام اکابر سے برابر ربط و تعلق رہا، ان کے ساتھ خادمانہ اسفار کئے، بالخصوص شیخ الاسلام حضرت مدنی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، حضرت مولانا مسیح اللہ خاں صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، حضرت مولانا ابوالحسن علی ندوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، حضرت مولانا قاری صدیق صاحب باندوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ وغیرہ حضرات۔ ہرایک کے شمع سلوک واحسان سے برابر استفادہ کیا، بالخصوص حضرت مولانا علی میاں ندوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے غیر معمولی تعلق رہا، ان کے افکار وخیالات سے بھرپور استفادہ کیا، ان کے زبان وادب سے حظ وافر حاصل کیا، حتیٰ کہ وہی فکر ورنگ حضرت مولانا کے بیانات ومجالس میں خوب نظر آتا ہے۔

ایک نرالی سوچ

حضرت مولانا تعلیمی نظام میں قدیم صالح اور جدید نافع کے قائل تھے۔ جس نصاب سے طالب علم میں زبان و بیان اور تقریر وتحریر کی صلاحیت پیدا ہوتی ہو ایسی نئی کتابیں داخل نصاب فرمائیں اور درس نظامی کی بنیادی کتابیں بھی داخل درس رکھیں۔

کڑھن

بچوں کو مطالعہ کا شوق دلاتے، اکابر سے اور ان کے حالات سے ان کی سیرت سے واقف کراتے، ان کے حالات پڑھنے پر زور دیتے، ابھی ماضی قریب میں کینیڈا کے ایک بیان میں فرمایا۔

''ہمیں اسلاف کے ان کارناموں پر نظر کرنے کی ضرورت ہے کہ انہوں نے کس طرح مشکل حالات میں کام کیا، ہماری یہ حالت ہوگئی ہے کہ ہم اپنے بزرگوں کے نام اوران کے کارناموں سے بھی واقف نہیں ہیں۔
ایک طالب علم سے پوچھا کہ حضرت مولانا محمود الحسن شیخ الہند کون تھے؟ تو کہا کہ حضرت مدنی کے والد صاحب تھے، ہمیں اتنا افسوس ہوا کہ یہ اوپر کے درجے کا طالب علم ہے اور اسے شیخ الہند کے بارہ میں معلوم نہیں ہے کہ وہ کون تھے۔ چالیس سال جس نے دار العلوم دیوبند کے مسند درس پر حدیث پڑھائی اور پورے ہندوستان میں مسلمانوں کے سلسلہ کی خدمات کیں، مالٹا کی جیل میں گئے اور اپنی ہڈیاں گلادیں اسلام اور مسلمانوں کیلئے، اس شخص کے بارہ میں ہمارا حلقہ ناواقف ہے، تو یہ بڑی کمزوری کی بات ہے، میں ہمارے ان فضلاء سے خاص طور سے یہ درخواست کرتا ہوں کہ وہ اکابر کے حالات سے پوری طرح واقف رہیں کہ کون تھے یہ لوگ، کیسے کام کئے، کون تھے حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ، کون تھے حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ، کون تھے سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ اور کون تھے مولانا محمد

قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، جن کی کوششوں سے آج دنیا کے کونہ کونہ میں علم کی باغ و بہار ہے، آج ہم بچے ہوئے ہیں یہ حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کی دعائیں ہیں، حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کی محنتوں کا نتیجہ ہے۔ کون تھے حضرت مولانا ابوالحسن علی ندوی رحمۃ اللہ علیہ، کون تھے مولانا سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ۔ ہم کو معلوم ہونا چاہئے کہ کس طرح انہوں نے اپنی زندگی گذاری۔ محمد علی جوہر کے بارے میں لوگ نہیں جانتے کہ کون تھے۔ ہندوستان میں چار مولانا ایسے ہیں جنہوں نے ملت اسلامیہ ہندیہ کو بیدار کیا جب لوگ انگریزوں کے ظلم سے دبے ہوئے تھے۔ چار علماء پیدا ہوئے جنہوں نے اپنے قلم سے اپنی تقریروں سے پوری امت کو بیدار کیا۔ مولانا ابوالکلام آزاد رحمۃ اللہ علیہ، مولانا محمد علی جوہر رحمۃ اللہ علیہ، مولانا حسرت موہانی رحمۃ اللہ علیہ، شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ۔ مولانا آزاد نے 'الہلال' رسالہ نکالا تو قوم بیدار ہوگئی۔

میرے علمی محسن

میں حضرت مولانا کو اپنے علمی محسنین میں شمار کرتا ہوں، وہ گو میرے رسمی استاذ نہیں لیکن استاذ سے بڑھکر سمجھتا ہوں، دل میں ویسا ہی ادب ولحاظ

ہے جیسے اپنے تمام اساتذہ کا ہے۔یہی وجہ ہے کہ دارالعلوم فلاح دارین ترکیسر کے زمانۂ تدریس میں 'موطاامام مالک' کے ختم پراور ایک دومرتبہ 'مشکوۃ شریف' کے ختم پر میں نے مولانا موصوف کو ہی ختم اور دعا کیلئے دعوت دی جس کو بخوشی قبول فرمایااور میری درسگاہ میں تشریف لائے۔

روحانی کشش

ایک مدت گذارنے کے بعد احقر نے اپنے معاشی حالات کی بنا پر بجبوری برطانیہ کا سفر کیا، واقعہ یہ ہے کہ انگلینڈ آتو گیا لیکن فلاح دارین کے ماحول سے اس قدر انس ہو گیا تھا کہ یہاں مدتوں جی نہ لگا،اس کا احساس حضرت مہتمم صاحب کو بھی تھا، چھ ماہ کے بعد کسی وقت میرے بہنوئی مولانا عبد الاول صاحب زید مجدہ برطانیہ سے ہندوستان گئے اور فلاح دارین پہونچ کر مہتمم صاحب سے ملاقات ہوئی تو ان سے فرمایا کہ ایوب سے کہہ دینا کہ اگر وہاں جی نہ لگے تو فلاح دارین واپس آجائیں، یہاں ان کی جگہ خالی ہے، یہ حضرت مہتمم صاحب کے وسعت ظرف کی بات ہے کہ مدرس کی علیحدگی کے بعد بھی اسے یاد کیا،اوراپنے یہاں دوبارہ تقرر پر راضی رہے،لگتا ہے کہ ان کا یہ حسن تعلق اور حسن ظن ہے کہ ایک طویل مدت گذرنے کے بعد بھی فلاح دارین سے تعلق قائم کرنے پر مجبور ہوا،اور مہتمم صاحب کی روحانی کشش نے پھر دارالعلوم فلاح دارین پہونچادیا۔

استعفا

حضرت مہتمم صاحب نے ۲۷ برس دارالعلوم کے منصب اہتمام پر قائم

رہ کر بوجوہ واعذار استعفا دیا، مگر مؤسسین اور ذمہ داروں نے اس علیحدگی کو برداشت نہیں کیا اور کسی نہ کسی عنوان سے آپ کو ادارہ کا سرپرست اور مشیر خاص سمجھتے رہے، اور پھر حضرت مہتمم صاحب نے بھی اس تعلق کو پوری زندگی برابر نبھایا۔ آپ دنیا کے شمالی مغرب کینیڈا میں بیٹھ کر بھی دارالعلوم فلاح دارین کی تعمیر وترقی کی برابر فکر فرماتے ہیں۔ کوئی عمدہ کتاب یا رسالہ دیکھتے یا مضامین لکھتے ہیں تو فلاح دارین کے اساتذہ کو بھیجتے ہیں، انہیں مفید مشورے دیتے ہیں، اور جب وطن کا پودرا میں مقیم ہوتے ہیں تو وقتاً فوقتاً مدرسہ میں آکر دفتر اہتمام کو زینت بخشتے ہیں۔

دل کی شہادت

دل شہادت دیتا ہے کہ جس طرح آج سے پچاس برس پہلے گجرات کے افق پر چند قدآور علمی شخصیات سے گجرات روشن تھا اور ان کے علوم وفیوض سے اہل گجرات مستفید ہو رہے تھے، جیسے حضرت مفتی عبد الرحیم صاحب لاجپوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، حضرت مولانا محمد رضا اجمیری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، حضرت شیخ مولانا احمد اللہ صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، حضرت مولانا احمد اشرف راندیری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، حضرت مولانا محمد سعید بزرگ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، حضرت مولانا محمد سعید راندیری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، حضرت مولانا علی محمد تراجوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ وغیرہ وغیرہ حضرات، اس دور کے پچاس برس میں جن علمی شخصیات سے اہل گجرات مستفید ہو رہے ہیں ان میں سرفہرست حضرت مولانا کا نام نامی ہے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ حضرت مہتمم صاحب (یعنی رئیس جامعہ

فلاح دارین ترکیسر حضرت مولانا عبداللہ صاحب کاپودروی مدظلہٗ) کو صحت و عافیت کاملہ کے ساتھ حیات طیبہ عطا فرمائے اور حضرت کے فیوض وافاضات سے عالم کو مستفید ہونے کی توفیق بخشے۔

وما ذالک علی اللہ بعزیز

وانا الاحقر الافقر

(حضرت مولانا) محمد ایوب سورتی (مدظلہٗ)

مجلس دعوۃ الحق، یوکے

۲۹ ج ۲ / ۱۴۳۸ھ ۲۸ / ۳ / ۲۰۱۷ء

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد سلیم دھورات صاحب مدظلہٗ
بانی و شیخ الحدیث اسلامک دعوہ اکیڈمی، لیسٹر، برطانیہ

جامع الکمالات شخصیت

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پہلی ملاقات

مفکّرِ ملّت حضرت مولانا عبداللہ صاحب کاپودروی دامت برکاتہم سے پہلی ملاقات ۱۹۸۶ء میں دار العلوم بری میں ہوئی، میرے والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مولانا کا گجرات کے مشہور ادارے، مجلس خدّام الدین کے حوالے سے قدیم تعلّق تھا اور آپ کی اس سلسلے میں ہمارے گاؤں 'بھوریا' تشریف آوری بھی رہتی تھی، اس لئے والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے آپ کا نام بچپن ہی میں سن چکا تھا، پھر گجرات کے مشہور تعلیمی ادارے دار العلوم فلاح دارین کے حوالے سے ذکرِ خیر کانوں میں پڑتا رہا، اس لئے دل میں حضرت مولانا کی عظمت اور محبت کا بیج بہت پہلے سے پڑ چکا تھا، بندے کے ذہن میں آپ کے بارے میں ایک پُر جلال 'ہٹو بچو' اور رعب و دبدبہ والی شخصیت کا تصوّر تھا، لیکن جب ملاقات ہوئی تو آپ کو اس کے بالکل برعکس پایا، عظیم ہونے کے باوجود بالکل سادہ طبیعت مرنجاں مرنج اور تکلّف سے دور کا بھی واسطہ نہیں تھا۔

حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا حوالہ دے کر ملاقات کی، بہت خوش ہوئے اور بغیر کسی تکلّف کے گجراتی میں گفتگو کی، اس پہلی ملاقات ہی نے دل کو موہ لیا اور عظمت و محبت میں اضافہ ہوا، اور پھر تیس سال پر محیط دسیوں ملاقاتوں اور صحبتوں میں محبت بڑھتے بڑھتے عشق میں اور عظمت عقیدت میں تبدیل ہوگئی، دوسری طرف حضرت مولانا کی بلند خوبیوں میں سے ایک بڑی

خوبی دین کے خدّام بلکہ ادنیٰ کارکن کی بھی قدردانی اور ہمت افزائی ہے، اس لئے ۱۴۱۲ھ مطابق ۱۹۹۱ء میں اسلامک دعوہ اکیڈمی کے قیام کے بعد حضرت مولانا کی توجّہ، محبت اور شفقت میں بھی اضافہ ہی ہوتا چلا گیا، اور برطانیہ تشریف آوری کے موقع پر اپنے دو حقیقی بیٹوں کے یہاں لندن اور بولٹن آمد کے ساتھ اپنے اس مجازی بیٹے کے یہاں لیسٹر بھی تشریف آوری کا پروگرام ضرور بنتا، اللہ تعالیٰ شانہٗ بندے کو اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ کا مصداق بنا کر آخرت میں بھی آپ کی معیّت میں انبیاء علیہم السلام، صدّیقین، شہداء اور صالحین رحمۃ اللہ علیہم کی رفاقت نصیب فرمائے۔ (آمین)

جامع الکمالات

حضرت مولانا بڑی خوبیوں کے مالک ہیں، اس قحط الرجال کے دور میں کسی ایک فرد میں ایسی خوبیوں کا ایک جا پایا جانا ممکن نہیں تو مشکل ضرور ہے، اللہ تعالیٰ کی عام سنّت یہ ہے کہ وہ فردِ واحد کو گنی چنی چند خوبیوں سے نوازتے ہیں، اور خاص سنّت یہ ہے کہ اپنے بعض مخصوص اور منتخب بندوں کو بہت ساری خوبیوں اور خصلتوں سے آراستہ فرما کر جامع الکمالات بناتے ہیں، آپ بھی اسی منتخب طبقے کے ایک فرد ہیں، آپ کی ذات ایک انجمن ہے، آپ بیک وقت مفکّر بھی ہیں اور مصلح بھی، مدرّس بھی اور مربّی بھی، مہتمم بھی ہیں اور ناظم بھی، خطیب بھی ہیں اور صاحبِ قلم بھی، حق گو بھی ہیں اور اُمّت کے خیر خواہ، غم گسار اور ہمدرد بھی، اسی وجہ سے آپ عوام وخواص، اصاغر واکابر، اپنے اور پرائے، الغرض سب ہی کے لئے محبوبیت ومقبولیت کا مرکز ہیں۔

ادب اور احترام

حضرت مولانا کی زندگی میں ادب، احترام اور وقار بہت اعلیٰ درجے کا ہے، چاہے بیماری ہو یا تھکاوٹ، سفر ہو یا حضر، بندے نے کبھی بھی حاضرین کے ساتھ کیف ما اتّفق بیٹھے ہوئے نہیں دیکھا، ہمیشہ مناسب لباس، سر پر ٹوپی، (کبھی اس کے ساتھ رومال) زیب تن کرکے ادب اور وقار کے ساتھ بیٹھے ہوئے پوری توجّہ سے آنے والوں کے ساتھ ملاقات کرتے ہیں، چاہے آنے والا چھوٹا ہو یا بڑا، واردین و حاضرین کو کبھی اشارۃً و کنایۃً بھی یہ محسوس نہیں ہونے دیتے کہ اب مجلس برخواست ہونی چاہیئے، یہ بات کہنے میں تو بہت آسان ہے مگر عمل کرکے دکھانا بڑی ہمّت کا کام ہے، ابھی چند مہینوں پہلے کنیڈا کے سفر کے دوران دیکھا کہ ملاقات کے اوقات سے پہلے صاف ستھرے نفیس کپڑوں میں ملبوس ہوکر اپنی کرسی پر تشریف فرما ہوتے ہیں اور بیماری کے باوجود پورے وقار کے ساتھ اخیر تک وہی نشست رہتی ہے۔

نظافت و نفاست

صفائی ستھرائی اور نفاست آپ کی فطرت میں کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی ہے، آپ خود بھی نفیس، آپ کی گفتگو بھی نفیس، آپ کا لباس بھی نفیس، آپ کی تقریر بھی نفیس، آپ کی تحریر بھی نفیس، آپ سراپا نفاست ہیں، آپ کو دیکھ کر اَلنَّظَافَةُ مِنَ الْاِیْمَانِ کا نہ صرف جملہ یاد آجاتا ہے، بلکہ اس کی عملی تشریح بھی سمجھ میں آتی ہے، پھر اس کے ساتھ سادگی اتنی اور تکلّف و تصنّع سے اس قدر دوری کہ آپ اَلْبَذَاذَةُ مِنَ الْاِیْمَانِ کا مظہر بھی نظر آتے ہیں۔

علمی پختگی

آپ کی علمی استعداد بہت مضبوط اور پختہ ہے، میں نے بعض بزرگوں سے سنا ہے کہ جاہل رہنا ہو تو وہ مدرسے کا اہتمام سنبھالے، مگر حضرت والا نے جہاں اہتمام کی ذمّہ داری کو کماحقّہٗ نبھایا وہاں اپنے علمی ذوق کو بھی باقی رکھا بلکہ اسے پروان چڑھایا، اس کی جھلک آپ کی تقاریر میں بھی پائی جاتی ہے، موضوع کوئی بھی ہو، بہترین تقریر کرتے ہیں، اس موضوع کے متعلّق نئ معلومات کا ایک دفتر کھول دیتے ہیں اور علماء وطلبہ عش عش کرتے رہ جاتے ہیں۔

اکیڈمی میں جب دورۂ حدیث کا آغاز ہوا تو حسن اتّفاق سے جس دن بخاری شریف کی حدیث کی بسم اللہ تھی اسی دن حضرت والا کی تشریف آوری ہوئی، ہمارے لئے یہ تشریف آوری نعمتِ غیر مترقّبہ تھی، ایک سنہرا موقع ہاتھ آیا تھا، موقع کو غنیمت جان کر حضرت والا سے بسم اللہ کرنے کی درخواست کی، عذر فرمایا مگر ہماری طرف سے اصرار کے بعد ہمیشہ کی طرح شفقت فرما کر ہماری درخواست کو شرفِ قبول نصیب کیا، آپ نے بہترین درس دیا، فلاح دارین کے شیخ الحدیث اور حضرت ہردوئی رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ، حضرت مولانا محمد ایوب سورتی صاحب دامت برکاتہم بھی مجلس میں موجود تھے، درس کے بعد آپ نے فرمایا کہ آج کے درس سے مجھے بھی بہت فائدہ ہوا۔ آپ کو عربی، فارسی، اردو اور گجراتی چاروں زبانوں پر یکساں عبور ہے۔

عملی زندگی

علمی پختگی کے ساتھ آپ کی عملی زندگی بھی اعلیٰ ہے، آپ کے ظاہری اخلاق آپ کے باطنی فضائل کے ترجمان ہیں، عبادات، معاملات، معاشرت اوراخلاقِ حسنہ کا اہتمام بھی آپ کی زندگی کا حصّہ ہیں، آپ کی روز مرّہ کی زندگی میں سنّتِ نبوی کی جھلک بھی نمایاں طور پر نظر آتی ہے، آپ ہر چھوٹے بڑے کو پوری توجّہ کے ساتھ خندہ پیشانی سے ملتے ہیں، آنے والوں کے لئے اکراماً کھڑے ہوجاتے ہیں، سلام اور مصافحہ کرتے ہیں اور اس کو اس کی حیثیت کے مطابق مناسب جگہ میں بٹھاتے ہیں، لب پر ہمیشہ مسکراہٹ ہوتی ہے، ہر ایک کے ساتھ نظریں ملاکر بات کرتے ہیں، ہر ایک کی بات توجّہ سے سنتے ہیں اور مناسب جواب بھی دیتے ہیں، کبھی کسی کے ساتھ بے اعتنائی کا معاملہ کرتے نہیں دیکھا، ہر چھوٹے بڑے کے ساتھ اس کی استعداد کے مطابق بات کرتے ہیں اور ہر ایک کے مزاج کو سامنے رکھ کر اسے اللہ سے اور دین سے قریب کرنے کی کوشش کرتے ہیں، آپ کی مجلس اور صحبت سے علماء و مدرّسین، مرشدین و مصلحین، دین کے خدّام، طلبہ، جدید تعلیم یافتہ، عوام، بوڑھے اور جوان سب مستفید ہوکر اٹھتے ہیں۔

مہمان نوازی

آپ کی طبیعت میں مہمان نوازی بھی کوٹ کوٹ کر ودیعت کی گئی ہے، اپنے وطن انڈیا میں ہوں یا کنیڈا میں، یا پھر برطانیہ میں اپنے صاحب زادوں کے یہاں، فَلْیُکْرِمْ ضَیْفَهٗ کا مظہرِ اتم ہوتے ہیں، درجنوں آدمی ملنے کے

لئے آتے جاتے ہیں، مشروبات اور ناشتے سے سب کی خاطر ہوتی ہے، اگر کھانے کا وقت ہو تو پُر تکلّف کھانوں کا بھی اہتمام ہوتا ہے اور بہت زیادہ مسرور نظر آتے ہیں، دسترخوان پر ہر ایک کا خیال رکھتے ہیں اور مہمان زیادہ ہوں تو ہر ایک کا نام لے کر خدّام کو خاطر کرنے کی تاکید فرماتے ہیں، ذوقعدہ ۱۴۳۷ھ مطابق اگست ۲۰۱۶ء میں حضرت مولانا کی زیارت اور ملاقات کی غرض سے کنیڈا حاضر ہوا تو کھانے پر کئی لوگ مدعو تھے اور قسما قسم کے کھانے چنے گئے تھے، بندے کے کچھ عرض کرنے پر فرمایا کہ آج تمہارے آنے کی وجہ سے میرے لئے عید ہے۔

آداب المعاشرت

آداب المعاشرت کا بھی آپ کی زندگی میں اہتمام ہے، ہر وقت یہ خیال رہتا ہے کہ کسی کو ادنیٰ تکلیف بھی نہ پہنچے، آپ **اَلْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ لِّسَانِهٖ وَيَدِهٖ** کے رنگ میں ایسے رنگے ہوئے ہیں کہ کسی اور کے عمل سے کسی کو تکلیف پہنچتی ہے اس سے بھی آپ کو رنج ہوتا ہے، کبھی وعظ کے پروگرام کے دوران اعلان ہوتا ہے کہ کسی کی گاڑی غلط جگہ پر کھڑی ہے تو چہرے پر تکلیف کے آثار نمایاں ہوتے ہیں اور دردِ دل کے ساتھ اس غلطی کی اصلاح فرماتے ہیں، ایسے موقع پر آپ اس خیال سے بے چین ہو جاتے ہیں کہ اس قسم کی حرکتوں کی وجہ سے غیر مسلم بدظن ہو کر اسلام اور مسلمانوں سے دور ہو جاتے ہیں۔

۱۴۲۸ھ مطابق ۲۰۰۷ء میں سفرِ ہندوستان کے دوران حضرت کے

پاس آپ کے وطن کا پودرا میں ایک رات قیام رہا،سونے سے پہلے مکان کی بالائی منزل میں تشریف لائے اور جس کمرے میں ہمیں سونا تھا وہاں سے بیت الخلاء تک خود لے جا کر بیت الخلاء کی جگہ بتلائی، بستر کے قریب ٹیبل پر پانی سے بھرا ہوا جگ(jug) اور اس کے ساتھ گلاس رکھوایا اور ایک ٹورچ (torch) بھی تا کہ ہم مہمانوں کو تکلیف نہ ہو،صبح حضرت مولانا کی معیّت میں فلاحِ دارین ترکیسر کی حاضری ہوئی ، وہاں سے فارغ ہوکر میرے والد صاحب کے ہمعصر حضرت مولانا آدم پٹیل صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی ملاقات کر کے کیم کے مدرسے میں پہنچنا تھا اور پھر آگے دارالعلوم کٹھور، کچھ تاخیر بھی ہوگئی تھی ،فلاحِ دارین کی مسجد سے حضرت کے ساتھ نکل رہے تھے کہ کسی نے حضرت مولانا ذوالفقار صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا پیغام پہنچایا کہ میں سورت پہنچ چکا ہوں اور تھوڑی دیر میں فلاحِ دارین پہنچ رہا ہوں اور ملاقات کا متمنّی ہوں۔ حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ بندے کے محسن بزرگوں میں سے تھے اس لئے بندے کی بھی بہت چاہت تھی کہ زیارت و ملاقات کا شرف حاصل ہو،مگر حضرت والا نے یہ کہہ کر مجھے روانہ کردیا کہ میں مولانا سے بات کرلوں گا،آپ چلے جائیں ورنہ آگے کے تمام پروگراموں میں گڑبڑ رہے گی اور میزبان منتظمین کو تکلیف ہوگی۔

وقت کی حفاظت

آپ وقت کی پابندی کا بہت اہتمام کرتے ہیں،آپ کا ہر کام نظم و ضبط کے ساتھ وقت پر ہوتا ہے، چاہے ذاتی ہو یا کسی اور کے متعلق، کہیں جانا

ہوتا ہے تو ہمیشہ وقت سے پہلے تیار ہوجاتے ہیں اور وقت سے پہلے پہنچ جاتے ہیں، اس سلسلے میں کوتاہی سے آپ بہت تکلیف محسوس کرتے ہیں، نماز کے لئے بھی وضوء وغیرہ کر کے نماز کے وقت سے بہت پہلے تیار ہوجاتے ہیں اور جماعت سے پہلے مسجد میں پہنچ کر نماز، تلاوت اور ذکر میں مشغول ہوجاتے ہیں، تلاوت ہمیشہ تدبّر کے ساتھ کرتے ہیں، تلاوت کرتے ہوئے چہرے پر کبھی سرور تو کبھی حزن کے آثار نظر آتے ہیں، کبھی کبھی خوف کی وجہ سے جسم پر شکستگی بھی ظاہر ہوتی ہے اور کبھی محوِ سرور ہوکر خوشی میں جھومتے ہوئے بھی نظر آتے ہیں، جاہ، مال، دنیا اور دنیاداروں سے مستغنی رہنے میں **اَلزَّاهِدُ فِی الدُّنْیَا وَالرَّاغِبُ فِی الْاٰخِرَۃِ** کے مصداق ہیں۔

اربابِ علم وفضل سے تعلّق ومحبت

اہلِ علم، مدارس اور خدّامِ دین کی بہت قدر فرماتے ہیں، حسبِ مراتب اربابِ علم وفضل کی تشریف آوری پر اپنی جگہ سے اٹھ کر کبھی دروازے تک، کبھی گاڑی تک اور کبھی اسٹیشن یا ائیرپورٹ تک بھی چلے جاتے ہیں، جہاں کہیں جاتے ہیں وہاں کے مقتدر علماء اور دین کے خدّام کی ملاقات کرتے ہیں، چاہے وہ عمر میں چھوٹے ہی کیوں نہ ہوں، صاحبِ کمال کے کمال اور صاحبِ فضیلت کی فضیلت کا برملا اعتراف اور اظہار میں کبھی بخل نہیں کرتے، بلکہ عوام وخواص کو ان کی طرف متوجّہ کر کے استفادہ کی تلقین کرتے ہیں، ہندوستان کے علاوہ دوسرے ممالک کے علماء اور خدّامِ دین سے ملاقات کا بہت اہتمام کرتے ہیں، ملنے کے لئے خود سعی فرماتے ہیں اور بہت ادب و

احترام سے ملاقات کرتے ہیں۔

دین سے تعلّق رکھنے والی چیزوں کا احترام

آپ کے دل میں دین اور دین سے تعلّق رکھنے والی ہر چیز کا بہت زیادہ احترام ہے، ۲۰۰۱ء میں یہ روسیاہ باربا ڈوس اور پناما جاتے ہوئے حضرت والا کی خواہش پر کنیڈا پہنچا، آپ علیل چل رہے تھے، بندہ واقف تھا اس لئے حضرت والا کی خدمت میں فون سے عرض کیا کہ آپ ہرگز ائیر پورٹ تشریف نہ لائیں، برادرِ مکرّم مولانا اسماعیل صاحب کو بھی اس سلسلے میں بہت تاکید کی، مگر امیگریشن (immigration) سے نکلا تو حیران ہو گیا کہ حضرت والا انتظار میں سب سے آگے کھڑے ہیں، میرے کچھ عرض کرنے پر فرمایا کہ آپ ہزاروں میل کا سفر کر کے دین کی باتیں کرنے کے لئے آئے اور ہم دین کی نسبت پر آنے والے ایک خادمِ دین کے استقبال کے لئے آدھے گھنٹے کا سفر بھی نہ کریں؟ اس کے بعد اس سفر میں ہر بیان میں شرکت کی اور بیان سے پہلے اس بے حیثیت طالبِ علم کا بلند الفاظ سے تعارف کروا کے لوگوں کو اس کی طرف متوجہ کرتے رہے، جب تک صحت اچھی تھی اس وقت تک علماء میں سے کسی کا بھی ٹورنٹو ورود ہوتا، داعی چاہے کوئی بھی ہو، حضرت استقبال کے لئے ائیر پورٹ تشریف لے جاتے اور پروگراموں میں شریک رہتے، چاہے وہ اصاغر میں سے ہی کیوں نہ ہو۔

اسلاف سے والہانہ محبت اور عقیدت

آپ کو اسلاف بالخصوص اکابرِ دیوبند سے والہانہ محبت اور لگاؤ

ہے، عمومی وعظ ہو یا خصوصی مجلس، ہر موقع پر ان بزرگوں کا بڑی محبت سے وقیع تذکرہ فرماتے ہیں، آپ نے شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ سے لے کر مولانا علی میاں ندوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور قاری صدّیق باندوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ تک کئی بڑے اکابر سے استفادہ کیا اور ان کی توجّہات سے فیض یاب ہوئے، اکابر کی رحلت کے بعد بھی مشائخ کی ملاقات اور افادہ واستفادہ کا سلسلہ برابر جاری رہا، کئی بزرگوں نے اپنے اعتماد کا اظہار کرتے ہوئے اجازتِ بیعت سے بھی نوازا ہے، علماء کو نصیحت کرتے ہوئے اسلاف واکابر سے وابستگی اور تزکیہ واصلاح کے اہتمام کی تاکید فرماتے ہیں اور اسی کو فتن سے محفوظ رہنے کا طریقہ بتاتے ہیں، خدمتِ دین، اشاعتِ علم اور تبلیغِ اسلام کے لئے طریقۂ کار میں تجدّد اور تنوّع کی ضرورت کی طرف متوجّہ کرتے ہوئے افکار ونظریات میں تسلسل وتوارث کو ضروری قرار دیتے ہیں، اور عَضُّوْا عَلَيْهَا بِالنَّوَاجِذِ کی تاکید فرماتے ہیں۔

اسلاف سے کٹ گئے تو دین سے کٹ جائیں گے

اکیڈمی کا ابتدائی زمانہ تھا، حضرت کی تشریف آوری ہوئی، ہم نے مکاتب کے اساتذہ کے لئے ایک سمینار رکھا، حضرت والا کے خطاب کے بعد باہمی مذاکرہ ہوا جس میں بندے نے عرض کیا کہ مکتب کا تعلیمی نصاب اب انگریزی میں ہونا چاہئے، اس لئے کہ بچے اردو سے نا آشنا ہوتے جا رہے ہیں اور دین کی بنیادی تعلیم۔ عقائد، فقہ اور اخلاق۔ کمزور ہو جائے گی، لیکن ہر مکتب میں اردو کو بحیثیتِ زبان ضرور سکھانا چاہئے تا کہ ہمارے بچے اکابر اور ان کی

تعلیمات سے وابستہ رہیں۔ایک نوعمر فاضل نے اس پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا کہ تعلیم سے مقصود اکابر سے جوڑنا ہے یا دین سے؟ ابھی میں کچھ عرض کرسکوں اس سے پہلے حضرت والا نے فرمایا کہ اس کا جواب میں دوں گا، اور فرمایا کہ دین سے جوڑنے ہی کے لئے اسلاف واکابر سے جوڑنا ضروری ہے، اسلاف سے کٹ گئے تو دین سے کٹ جائیں گے۔

اصاغر پروری

اصاغر پروری بھی آپ کی ایک بڑی خصوصیت ہے، دین کے کسی خادم کو آپ سے ملنے کے لئے جانے سے پہلے اپنا جو کام معمولی نظر آتا ہے وہ آپ کی ملاقات کے بعد غیر معمولی محسوس ہوتا ہے، حضرت مولانا کی مجلس سے دین کا ہر خادم خدمتِ دین کے جذبے سے سرشار ہوکر اٹھتا ہے، حال ہی میں بندے کے دو رسالے 'علماء کا آپس میں احترام اور' دین کی خدمت اور دعوت و تبلیغ کے مختلف طریقے' خوب اہتمام کے ساتھ گجرات کے تمام مدارس میں تقسیم کرائے، ملاقات کے لئے آنے والے علماء کو بھی دیتے رہے اور بندے پر بقلمِ خود خط لکھ کر اس کی خبر بھی دی، آپ کی اصاغر نوازی سے فیض یاب ہونے والا دل ہی دل میں کہتا ہوگا بَجَّحَنِیْ فَبَجِحَتْ اِلَیَّ نَفْسِیْ۔

رجال سازی

آپ اس اعتبار سے بھی بہت ممتاز ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ سے رجال سازی کا کام لیا، آپ صرف مدرّس یا مہتمم ہی نہیں، بلکہ صاحبِ نظر مزاج شناس مربّی بھی ہیں، سنگ ریزوں میں گوہر کو پہچان لینے کا ملکہ رکھتے ہیں اور

خاک آلود ہیروں کو پرکھنے، تراشنے اور چمکانے کا ہنر جانتے ہیں، اسی لئے آپ کے تربیت یافتہ فضلاء پوری دنیا میں پھیل کر مختلف میدانوں میں دین کی قابلِ قدر خدمت انجام دے رہے ہیں۔

تعصّب وتحزّب سے دوری

آپ تعصّب، تحزّب، گروہ بندی اور حلقہ بازی سے بہت دور ہیں، تمام اہل حق کو اپنا سمجھتے ہیں، بندے کو تعلّقِ خاطر کی وجہ سے مفید ہدایات اور مشوروں سے نوازنے کا معمول رہا، لیکن تیس سال میں بندے کا کبھی کسی کے خلاف ذہن بنانا تو بہت دور کی بات ہے، کبھی اشارہ بھی نہیں کیا، حضرت کے سامنے حضرت سے اختلاف کرنے والوں کی اچھائی بیان کرتے ہوئے کبھی جھجک محسوس نہیں ہوتی، اس لئے کہ خوبی اور فضیلت کسی کی بھی بیان کی جائے ہمیشہ خوش ہوتے ہیں۔

مُتَوَاصِلُ الْاَحْزَان

جس طرح آپ کو دین اور اُمّت کی ترقی سے بے حد خوشی ہوتی ہے، اسی طرح آپ دین اور اُمّت کے نقصان سے درد بھی بہت محسوس کرتے ہیں اور بے چین ہوجاتے ہیں، آپ مُتَوَاصِلُ الْاَحْزَانِ دَائِمُ الْفِكْرَةِ نبی کے سچے وارث ہیں، آپ کی فکر ونظر جس طرح آفاقی ہے اسی طرح آپ کے قلب وجگر کا درد بھی آفاقی ہے، دنیا کے ہر خطّے کے مسلمانوں کی دینی یا دنیوی، چھوٹی یا بڑی، ہر تکلیف کا درد محسوس کرتے ہیں، اور آپ کی خصوصی اور عمومی مجلسوں میں اسی کا تذکرہ رہتا ہے، عوام اور خواص دونوں کو ان کی

صلاحیتوں کے مطابق اُمّت کے مسائل کی طرف متوجّہ فرماتے ہیں اور حل کرنے کا طریقۂ کار بھی بتلاتے ہیں۔

فراست و دانائی

اللہ تعالیٰ شانہٗ نے آپ کو اعلیٰ درجے کی فراست سے بھی نوازا ہے، بڑے بڑے مشکل مسائل کی گتھیاں منٹوں میں سلجھا دیتے ہیں، میرے حاجی فاروق صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے میں نے حضرت مسیح الامت رحمۃ اللہ علیہ کا یہ ملفوظ سنا تھا کہ دو اوصاف بہت اہم ہیں، موقع شناسی اور مردم شناسی، اللہ تعالیٰ نے حضرت والا کو ان دونوں اوصاف کا وافر حصّہ نصیب فرمایا ہے اور دار العلوم فلاح دارین میں آپ کا دورِ اہتمام اس کا منہ بولتا ثبوت ہے۔

اَیُنْقُصُ الدِّیْنُ وَاَنَا حَیٌّ

اپنے متعلّقین اور دین کے دیگر خدّام کو خطوط لکھ لکھ کر دین کی ضروری خدمتوں کی طرف متوجّہ کرتے ہیں، اسی طرح جو جس میدان میں سرگرمِ عمل ہے، اس کے لئے جو چیز کارآمد ہوتی ہے، مثلاً کوئی مشورہ، کتاب یا مضمون، وہ اس پر روانہ کرتے ہیں، جماعتوں، جمعیتوں، تحریکوں، مدارس اور دینی کاموں کے ذمّہ داران کو بھی موقع اور مناسبت سے خطوط لکھ کر رہنمائی فرماتے ہیں اور کمزوریوں کی نشاندہی کرتے ہیں، ساتھ ساتھ اچھائی اور خوبیوں کی تعریف کرکے ہمّت افزائی بھی کرتے ہیں، آپ خوش اخلاق ہونے کے ساتھ حق بات کے برملا اظہار میں لَا یَخَافُوْنَ فِی اللّٰہِ لَوْمَۃَ لَائِمٍ کے مظہر ہیں، آپ کی زندگی جہدِ مسلسل سے تعبیر ہے، آپ ہر وقت قوم و ملّت کی فلاح و

بہبودی کے لئے فکر مند اور کوشاں رہتے ہیں، امراض وعوارض کے باوجود اس پیرانہ سالی میں بھی آپ اَیُنْقُصُ الدِّیْنُ وَاَنَا حَیٌّ کی جیتی جاگتی تصویر ہیں۔

ذوقِ مطالعہ

جمعِ کتب اور کتب بینی دونوں کا خوب ذوق وشوق ہے، کون سی کتاب کس مصنّف کی کس کی تحقیق کے ساتھ کہاں چھپ رہی ہے، اس کی معلومات رکھتے ہیں اور پھر اپنے متعلقین کو بھی آگاہ کرتے ہیں اور ہوسکتا ہے تو حاصل کر کے بھیجتے بھی ہیں، بندے پر بھی ہر آنے والے کے ساتھ کوئی نہ کوئی کتاب ضرور ارسال کرتے ہیں، آپ کے ذاتی کتب خانے میں بھی کتابوں کا بہت بڑا ذخیرہ ہے جن میں کئی نایاب کتابیں ہیں، آپ نے یہ تمام کتب جامعہ قاسمیہ کھروڈ کو وقف کردی ہیں اور وہاں ایک شان دار کتب خانہ، مکتبۃ الشیخ عبداللہ الکابودروی کی تعمیر کا منصوبہ شیخ الحدیث مولانا محمد حنیف لوہاروی صاحب مدظلہم کی نگرانی میں تیار ہورہا ہے۔

تِلْکَ آثَارُنَا

ان شاء اللہ تعالیٰ یہ کتب خانہ اور آپ کی سرپرستی میں پروان چڑھنے والے سینکڑوں ادارے (بالخصوص دارالعلوم فلاح دارین جس کو آپ نے اپنے خونِ جگر سے سینچا ہے) اسی طرح پوری دنیا میں پھیلے ہوئے آپ کے تربیت یافتہ درجنوں علماء وفضلاء آپ کے لئے صدقۂ جاریہ ہوں گے اور ان سب کا اجر وثواب آپ کے میزانِ حسنات میں ہوگا۔

تِلْکَ آثَارُنَا تَدُلُّ عَلَیْنَا ، فَانْظُرُوْا بَعْدَنَا اِلَی الآثَارِ

اعترافِ تقصیر

حضرت کی ذاتِ ستودہ صفات کے بارے میں میرے جیسا بے بضاعت آدمی کیا لکھ سکتا ہے؟ مشہور مقولہ ہے: لِکُلِّ فَنٍّ رِجَالٌ، حضرت والا کو دیکھتا ہوں تو رَجُلٌ لِکُلِّ فن نظر آتے ہیں، ان کو پہچاننے کے لئے علم و فضل والی آنکھیں چاہئے، اِنَّمَا یَعْرِفُ ذَا الْفَضْلِ مِنَ النَّاسِ ذَوُوْہُ، لعل و گوہر کی صحیح تعریف ایک اچھا جوہری ہی کرسکتا ہے، اور اس کا کماحقّہٗ تعارف بھی اسی کا حق ہے، یہ ناکارہ نہ جوہری ہے نہ اس کے پاس اور کوئی صلاحیت ہے، پھر وہ گجرات کے اس ہمہ گیر انمول ہیرے کے بارے میں کیا تبصرہ کرسکتا ہے؟ برادرِ مکرّم، صاحبِ علم و فضل، شیخ الحدیث مولانا ادریس صاحب مدظلہم کے اصرار پر بڑی شرمندگی اور اعترافِ تقصیر کے ساتھ چند بے ربط سطور سپردِ قرطاس کردی ہیں، اللہ تعالیٰ کمی کوتاہی کو معاف فرمائے اور حضرت والا کے سایۂ عاطفت کو کامل عافیت کے ساتھ مدّتِ دراز تک اُمّت پر قائم رکھ کر سب کو مستفیض فرمائیں۔ (آمین)

وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالیٰ عَلٰی خَیْرِ خَلْقِہٖ مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی آلِہٖ وَصَحْبِہٖ اَجْمَعِیْنَ

حضرت مولانا محمد دودھات، کونڈھوی، فلاحی صاحب مدظلہٗ
استاذِ حدیث دار العلوم زکریا، جنوبی افریقہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمدللہ لھلہ والصلوٰۃ والسلام لاھلہ

میرے لئے یہ بڑی خوشی کی بات ہے کہ عزیز محترم مولانا ادریس کولیا، کوسمبوی، فلاحی زادت فیوضھم اپنے محسن ومخدوم حضرت مہتمم صاحب اطال اللہ بقائہ بالخیر والعافیۃ کی شان میں کلمات تشکراور خراج تحسین وعقیدت کا جذبہ پیش کرنے کے لئے بے چین ہیں جس میں آں عزیز حق بجانب ہیں۔

تیری طلب بھی کسی کے کرم کا صدقہ ہے
قدم یہ اٹھتے نہیں ہیں اٹھائے جاتے ہیں

رئیس الجامعہ فلاح دارین کی شان میں یہ تحریری دستاویز ان شاء اللہ تعالیٰ خوش آئند بھی ہے اور حاضرین وغائبین کے حق مین درس نصیحت ورغبت بھی ہے۔ موصوف کے اصرار پیہم پر یہ ٹوٹے پھوٹے چند جملے بھی حاضر خدمت ہیں، جو درحقیقت سورج کو چراغ دکھلانے کے مترادف ہیں، امید ہے کہ اہل فلاح کے اس نذرانہ میں شرف قبولیت پالیں، وکفیٰ بنا فخرا۔

احقر دارالعلوم فلاح دارین میں تقریباً پانچ سال زیر تعلیم رہا، صاحب تذکرہ حضرت مولانا عبد اللہ صاحب کاپودروی دامت برکاتہم ڈابھیل سے بحیثیت مدرّس تشریف لائے تھے۔ حضرت سے شرح وقایہ، مختارات، ریاض الصالحین اور قرآن پاک کی منتخب سورتوں کو پڑھنے کی سعادت حاصل ہوئی، ہم پہلے ہی سن چکے تھے کہ مولانا مدظلہٗ کو اللہ جل شانہٗ نے علم ادب وتاریخ اور انتظامی صلاحیت اور مہارت کا وافر حصّہ عطا فرما رکھا ہے، اخذِ فیض کے لئے

دل میں شوق انگڑائیاں لینے لگا، درمیانِ درس خوب گُل فشانی ہوتی، ادب میں تو ماشاء اللہ۔ اردو، گجراتی، فارسی اور عربی میں یکساں ملکہ رکھتے تھے، جس کا اظہار حسبِ موقع بہترین محفوظات، ملفوظات، مقالات، لطائف وظرافت کی صورتوں میں ہوتا تھا۔ بہت سے مصنّفین کی کتابوں پر ازراہِ خیر خواہی وعنایت آپ کی تقریظ زینت وتوثیق بنی ہوئی ہے۔ دلجوئی وہمت افزائی آپ کا شیوہ تھا، خود میری گجراتی تالیفات بھی اس شرف سے بہرہ ور ہیں، مولانا کا مطالعہ جدید وقدیم کتب کا بڑا وسیع تھا۔

اسی طرح اکابر سے واقفیت بھی بڑی گہری تھی، جس کے نتیجہ میں ان کی مجلسِ درس وتقریر بھی بڑی دلچسپ ہو جاتی، جس سے متعلّمین، علماء وعوام کے دلوں میں ایک عجیب لطف وسُرور پیدا ہوتا جس پر بے اختیار زبان سے نکل جاتا:

داتا رکھے آباد ساقی تری محفل کو

گاہے رفیق محترم مولوی احمد بوبات ڈونگریؒ کے ساتھ دولت خانہ پر حاضری ہوتی، بہت بے تکلف بات کرتے، آدمی کو سمجھنے اور سمجھانے کی کوشش کرتے اور ماحضر حضور سے دریغ نہ فرماتے۔

تم سلامت رہو ہزار برس
ہر برس کے ہوں دن پچاس ہزار

جامعہ ہذا کی گھاٹ پر اترنے والا شاید ہی کوئی طالب علم ہوگا جو حضرت موصوف کی شفقت اور احسان سے محروم رہا ہو۔ الحمدللہ! اس تذکرہ

میں مضمون نگار احباب نے کافی شرح وبسط سے ذاتی وجزوی مفید گوشوں کو الم نشرح کرنے کی سعیٔ بلیغ کی ہے۔

ایں کار راز نیہاں آید مرداں چنیں کنند

فجزاہم اللہ احسن الجزاء، بعدازاں دوراہتمام بھی دیکھا، مردم شناسی، موقع شناسی میں اپنی مثال آپ معاصرین کے ممدوح، اپنے بڑوں کے معتمد ومنظورنظر، علماء وطلباء کے دلدادہ، عوام میں باعزّت وذی اقتدار، تعلیم پیشہ افراد کے لئے بہترین معلم، مشیر و رہنما، اپنے اور پرائے کے خیر خواہ وغم گسار، الغرض:

قدر گوہر شاہ بداند یا بداند جوہری

اپنے اکابرؒ میں حکیم الامّت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے مواعظ وملفوظات کے علمبردار وداعی اور عامل تھے، حضرت شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے مجاہدے، تواضع اور مہمان نوازی کے مدّاح، نیز مفکر الاسلام حضرت مولانا علی میاں ندوی قدس سرّہٗ کے ذوق و مشرب کے حامل و پیامی تھے، نیز دیگر اکابر کی سیرت وخدمات سے متاثر و معترف رہتے، ان کی سوانح حیات کا مطالعہ کرنے کی خاص تاکید وترغیب دیتے، اہتمام کے بارے میں کہتے میں اس کو سیکھنے، سننے کے لئے بڑوں کے پاس آمدورفت رکھتا تھا، ہر کام صحبت اور اصلاح کا محتاج ہے۔

ہنسنے کی بات پر ہنستے، خوش طبعی بھی کرتے، البتہ رونے کی بات پر جلد آنکھیں اشکبار ہو جاتی تھیں، قاری محمد رمضان صاحب میواتیؒ ایک مرتبہ کسی

کی نازیبا حرکت پر غصّہ اور جلال میں کھڑے ہوگئے، طلباء سیڑھیوں سے نیچے بھاگنے لگے اور حضرت مہتمم صاحب صحن میں کھڑے تماشا دیکھ کر ہنس رہے تھے۔

نمازوں کی ادائیگی کے لئے جلد از جلد مسجد کا رُخ فرماتے، قرآن مجید کی تلاوت کرتے، ذکر کی عادت تھی، تسبیح ہاتھ میں رکھتے۔ رسمی صوفی نہیں تھے، ساؤتھ افریقہ کا پہلا سفر ہوا تو یہاں کے ماحول میں خلیفہ اور مفتی کی بہتات دیکھ کر فرمایا مولوی محمد صاحب! ہم ہی اس شرف اور لیبل سے محروم رہے، جس کو دیکھو یہ ہے اور وہ ہے! مولانا کی زبان سے سنے ہوئے چند اشعار:

آسائش دوگیتی تفسیر ایں دو حرف است
بادوستاں تلطّف بادشماں مدارا

❁ ❁ ❁ ❁ ❁

یقیں محکم، عمل پیہم، محبت فاتح عالم
جہاد زندگی میں یہ ہیں، مردوں کی شمشیریں

❁ ❁ ❁ ❁ ❁

نگاہ بلند، سخن دلنواز، جاں پر سوز
یہی ہے رختِ سفر میر کارواں کے لئے

❁ ❁ ❁ ❁ ❁

مشتے نمونہ از خروارے، دھڑ میں سے مُٹھی بھر یعنی تھوڑے سے نمونے سے کل چیز کی اصلیت معلوم ہو جاتی ہے۔

(مولانا) العبد محمد دودھات، کونڈھوی، فلاحی غفرلہ

۳/رجب ۱۴۳۸ھ (دار العلوم زکریا، جنوبی افریقہ)

حضرت مولانا عبّاس بن آدم سریگت ڈڈھالوی صاحب مدظلہٗ
استاذِ حدیث دار العلوم زکریا، جنوبی افریقہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

گرامی قدر مولانا ادریس صاحب زید مجدکم السامی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بعد تسلیم مسنون امید ہے کہ مزاجِ گرامی بعافیت ہوگا۔

دیگر عرض یہ ہے کہ حضرت مولانا اقبال صاحب کے مضمون میں آں جناب کی جس تحریر کا حوالہ دیا گیا تھا الحمد للہ وہ نظر نواز ہوئی، یہ دونوں مذکورہ بالا تحریریں جو حضرت مفکر ملت حفظہ اللہ ورعاہ کے حوالہ سے قلمبند کی گئی ہیں، امید ہے کہ سابقین، موجودین اور لاحقین کے لئے مشعلِ راہ اور منارۂ نور ثابت ہونگی، انشاءاللہ۔

حقیقت یہ ہے کہ موصوف کے متعلق جن مخفی گوشوں کو منظرِ عام پر لاکر اور سینہ کی امانت کو سفینہ پر منتقل کرنے کی یہ جدوجہد قابلِ تحسین اور مبارک باد ہے۔

واقعۃً حضرت مولانا محترم فراخ دلی، وسعت ظرفی، خردنوازی، حوصلہ افزائی، اعتراف کمال خوبیوں کو نمایاں کرنا، کمیوں کی پردہ پوشی کرنا جیسے اوصاف سے متّصف رہیں۔

یہ ناکارہ تقریباً پچھلے ۱۰ سال سے رمضان المبارک کی مناسبت سے کینیڈا حاضر ہوتا ہے، جب وہ وہاں تشریف فرما ہوتے تو گھر حاضری کی دعوت دیتے، اگر حاضری میں تاخیر ہوتی تو یاددہانی فرماتے اور وہاں کے احباب سے دریافت فرماتے۔

حاضری کے موقع پر گراں قدر ملفوظات سے محظوظ فرماتے، عرب وعجم کی مطبوعہ نئی کتابوں سے واقف فرماتے، مطالعہ کی جانب رہنمائی فرماتے، اور یہ آدھ پون گھنٹہ کی مجلس سے اپنا دامن بھر کر واپسی ہوتی۔

پچھلے سال عید الفطر کے بعد تشریف لائے، حسبِ معمول باریابی کا شرف حاصل ہوا، احقر کے خیر وعافیت دریافت کرنے پر فرمایا 'رضاء بالقضاء' یہ ہمارا ایمان ہے، موت کا ایک وقت اللہ تعالی نے طے کر رکھا ہے، اس میں تقدیم وتاخیر کا کوئی سوال ہی نہیں، یہ کلمات جب فرمارہے تھے تکلف وتصنع سے خالی، اور یوں محسوس ہو رہا ہے جیسے کوئی تکلیف نہیں ہے، حالانکہ بیماری مزید طول طویل سفر سے تشریف لائے ہوتے تھے۔

جب حضرت کے ماموں باجی پٹیل صاحبؒ نے یہاں جنوب افریقہ میں وصال فرمایا احقر علی الفور ایک تعزیتی تحریر جو (قریب المرگ سے لیکر تجہیز و تکفین وتدفین کے احوال پر مشتمل تھی) حضرت کی خدمت میں ارسال کی۔

خط موصول ہوتے ہی فون سے رابطہ کرنے کی کوشش کی، فون پر رابطہ نہ ہونے کی صورت میں تحریراً خط کے وصولیابی کی اطلاع فرمائی اور حوصلہ افزائی فرماتے ہوئے لکھا کے خط کی نقل فلاحِ دارین کے اساتذہ کو روانہ کی گئی، نیز اس کا گجراتی ترجمہ کرا کے گجراتی ماہناموں میں شریک اشاعت کیا گیا۔

حق تعالیٰ نے رئیس فلاحِ دارین کو نہ صرف گجرات بلکہ بیرونِ گجرات بھی مقبولیت ومحبوبیت عطاء فرمائی۔ احقر کا قیام جن دنوں دار العلوم ندوۃ العلماء میں بغرض تعلیم تھا، اس وقفہ کے درمیان ۱۹۸۴ء میں ندوۃ العلماء میں

نصابِ تعلیم پر غور وفکر کے لئے ایک عظیم سیمینار ہورہا تھا، اس میں شرکت کے لئے ہندوستان بھر سے حضرات علماء کرام تشریف لائے ہوئے تھے۔ گجرات سے حضرت بھی تشریف لائے ہوئے تھے، جب حضرت مولانا السید ابوالحسن علی ندویؒ کی خدمت میں مغرب کے بعد زیارت وملاقات کے لئے تشریف لے گئے، حضرت مرحوم ومغفور نے کھڑے ہوکر استقبال فرمایا، نیز مصافحہ ومعانقہ کے بعد قریب ہی نشست میں تشریف رکھنے کے لئے اشارہ فرمایا، یہ واقعہ جہاں مرحوم ومغفور کی بلند اخلاقی کا پتہ دیتا ہے، وہاں یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ حضرت موصوف کی حضرت والا کی نگاہ میں کیا قدرومنزلت تھی، نیز دوروزہ سیمینار کے اختتام کے موقع پر تجویز مرتب کرنے کے لئے جو سہ رُکنی کمیٹی کا اعلان کیا گیا تھا اس میں سرفہرست قاضی مجاہد الاسلامؒ کے ساتھ دوسرا نام مولانا ہی کا تھا۔ غرض نہ صرف گجرات بلکہ بیرون گجرات ہی نہیں بیرون ہند بھی ان کی آراء کو پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھا گیا، قبول کیا گیا اور عملی جامہ پہنایا گیا، **ذلک فضل اللہ۔**

حضرت والا کی زندگی کے کئی پہلو ہیں جن میں ہمارے لئے درس وعبرت ہے، یہاں چند کا ذکر بے جا نہ ہوگا:

(۱) ہمیں ان کی زندگی سے یہ سبق حاصل ہوتا ہے کہ بڑوں کو اپنے چھوٹوں کے ساتھ کس طرح برتاؤ کرنا چاہئے۔

(۲) ان کی امتیازی خصوصیت ہر آنے والے سے ملاقات اور اس کے مقام و مرتبہ کے اعتبار سے سلوک، نیز ہر ملاقات کرنے والا ان کی محبت کی خنکی کے

بغیر واپس نہ ہوتا۔

(۳) کوئی شخص ان کی ملاقات کے لئے آئے اور کچھ کھائے پیئے بغیر چلا جائے یہ ممکن نہیں ہے۔

(۴) بزرگوں کا احترام، معاصرین کا اعتراف، خوردوں کے ساتھ شفقت، یہ ان کا زندگی بھر معمول رہا۔

(۵) ان کی علمی وادبی کاموں کا اہم گوشہ یہ ہے کہ انہوں نے تصنیف سے زیادہ باذوق اصحابِ تصنیف اور اصحابِ درس وافتاء تیار کئے، تقریباً ہر فن کے ماہرین کی ایک پوری ٹیم تیار کردی جن کا ذکر طوالت کا باعث ہوگا۔

(۶) مضمون زیر قلم تھا حضرت مولانا خالد سیف اللہ رحمانی حفظہ اللہ صاحب کی کتاب ''وہ جو بیچتے تھے دوائے دل'' زیر مطالعہ تھی، ایک مضمون نظر سے گزرا جو انہوں نے حقیقت میں مولانا ذوالفقار صاحب کے حوالہ سے لکھا تھا، اس کا ایک اقتباس نام کی تبدیلی کے ساتھ نقل کر کے مضمون ختم کرتا ہوں۔ واقعہ یہ ہے کہ مفکر ملت نہایت کامیاب مدرّس، مخلص مربّی، شخصیت کی تعمیر میں مہارت کے حامل، بلند اخلاق، بلند نگاہ، محبت وشفقت کے پیکر، صاحبِ ذوق اور صاحب قلم عالم دین، استاذ، داعی اور مربّی جیسے اوصاف سے متّصف رہے اور ان سے استفادہ کرنے والے طلبہ ان کے اندر باپ کی شفقت اور ماں کی ممتا کو اس طرح پاتے تھے کہ گھر کی جدائی کا احساس کم ہوجایا کرتا تھا، اس لئے ان کی پاکیزہ مثالی زندگی پر مرتّب ہونے والی یہ تحریریں تو تمام ہی لوگوں کے لئے مفید ہیں، لیکن خاص طور پر دینی درسگاہوں کے ذمہ داروں اور اربابِ

انتظام وانصرام کے لئے تو چشم کشا ہیں، وہ اس آئینہ میں اپنی تصویر دیکھ سکتے ہیں، اور صاحبِ تذکرہ کی زندگی سے سبق حاصل کر سکتے ہیں کہ ایک کامیاب استاذ، مقبول معلم، بافیض مربّی اور باکمال منتظم کی زندگی کیسی ہونی چاہیئے؟ دعا ہے اللہ تعالیٰ صاحب تذکرہ کی طویل دینی وعلمی خدمات کو قبول فرمائے اور نئی نسل کو ان کے نقش قدم پر چلنے کا حوصلہ بخشے، آمین۔

(وہ جو بیچتے تھے دوائے دل، ص ۱۱۵ بتغییرٍ یسیرٍ)

امید ہے کہ یہ اقتباس حضرت مفکر ملت کے حق میں جاءفی اوانہ مکانہ کا مصداق ہوگا۔

(حضرت مولانا) عبّاس بن آدم سریگت دڈھالوی (صاحب مدظلہ)

دارالعلوم زکریا، جنوبی افریقہ

۱۴/رجب ۱۴۳۸ھ

عصر حاضر کی ایک عبقری شخصیت

مولانا محمد حنیف صاحب
رویدروی مدظلہ
امام مسجد ھدایہ، مانچسٹر، برطانیہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

عصر حاضر کی ایک عبقری شخصیت، مفکر دوراں، مفکر ملت، محبوبی حضرت مولانا عبد اللہ صاحب دامت برکاتہم، سابق رئیس الجامعہ فلاح دارین، ترکیسر اللہ تعالی قلم کی امانت قرطاس کے حوالے کرنے کی مطلوبہ صلاحیتیں عطا فرمائے۔

سفر برطانیہ کے موقعہ پر حضرت دامت برکاتہم کی دو اہم نصیحتیں

حضرت دامت برکاتہم کا اپریل ۲۰۱۴ء میں جو برطانیہ کا سفر ہوا تھا اس میں آپ تلامذہ، متعلقین کو مقاصد شریعت پر عبور حاصل کرنے کی طرف متوجہ فرماتے رہے، مقاصد شریعت پر عبور دور حاضر کے خادم دین کے لئے نہایت ہی لابدی اور ناگزیر ضرورت ہے، اس لئے کہ اقوام عالم کو دین متین سے برگشتہ اور متنفر کرنے کے لئے عقل و قیاس اور حسی مشاہدات ہی کو موضوع بنا کر پوری قوت ابلاغ کو استعمال کیا جا رہا ہے اور دوسری طرف مسلمانوں کی نئی نسلوں کو بھی شکوک وشبہات میں مبتلا کرنے کے لئے بھی عقل ونقل میں تصادم ثابت کرنے کی گھناؤنی حرکتیں اور سازشیں فضاؤں کو متعفن کر چکی ہیں، مقاصد شریعت پر مہارت دونوں محاذوں پر ناقابل شکست رہی ہے اور قیامت تک رہے گی۔

عقل سے ماوراء ہونا عقل کے مخالف ہونے کے بالکل مترادف نہیں

ہے، عقل و نقل کی مناسبت ہی کا دوسرا نام مقاصد شریعت پر عبور ہے، حضرت دامت برکاتہم دو بنیادی چیزوں کی طرف متوجہ فرماتے رہے (۱) یہ کہ مقاصد شریعت پر عبور حاصل کرو، (۲) دوسرا یہ کہ مقامی زبان پر اعلی مہارت پیدا کرو، حضرت کی یہ درد بھری اپیل رہی کہ بین الاقوامی حیثیت رکھنے والے مقامی اخبارات، جرائد و رسائل کے ایڈیٹوریل پڑھتے رہو مقامی اور بین الاقوامی چیلنج کا اس سے صحیح اندازہ ہوگا اور ان کا پڑھنا مقامی اعلی زبان اور اسکی عمدگی کے لئے معین ثابت ہوگا، ملک میں کیا کیا رجحانات پروان چڑھ رہے ہیں ان کا ادراک بھی ہوگا (حضرت دامت برکاتہم کے جو بیانات برطانیہ کے دارالعلوم میں ہوئے اس میں حضرت دارالعلوم کی انتظامیہ کو اس طرف بھی توجہ دلاتے رہے ہیں کہ تمہارے ادارے میں سے جو ذہین طلباء دورۂ حدیث مکمل کرتے ہیں ان کے لئے جیسے تخصص فی الحدیث اور تخصص فی التفسیر کے کورس کروائے جاتے ہیں اور اس کا بعض جگہوں پر انتظام ہے اسی طرح کا انتظام تم اپنے یہاں انگریزی زبان سے متعلق شروع کرو اور ذہین طلباء کو اعلی درجہ کی انگلش سکھاؤ تا کہ وہ اسلام مخالف جو مضمون اخبار میں لکھے جاتے ہیں ان کا جواب اسی طرز کی زبان و اسلوب میں دے سکیں)

حضرت دامت برکاتہم کی سیاسی بصیرت

خلیجی جنگ کے بالکل ابتدائی ایام میں حضرت نے فرمایا تھا کہ یہ سربراہ مملکت اور اس کی حرکتیں پورے عالم عرب کو خطرات سے دوچار کر دیں گی ایسا اندیشہ ہے، اور اندیشہ اور اندازہ سالوں کے بعد آج حقیقت بن چکا

ہے۔

یوم آزادی اور یوم جمہوریہ کے موقعوں سے جڑی ہوئی کچھ یادیں

یوم آزادی اور یوم جمہوریہ کے موقعوں پر حضرت دامت برکاتہم کا دار العلوم کی مسجد میں خطاب ہوتا شیخ الہندؒ اور ان کا فلسفہ اور نظریہ خلافت اور ان کی ہمہ جہتی شخصیت پر ان کا مفصل تعارف مختلف پہلوؤں سے یا تو حضرت دامت برکاتہم کے ان خطابات میں سنا ہوگا یا حضرت علامہ خالد محمود صاحب دامت برکاتہم سے سننے کا اتفاق ہوتا رہتا ہے ان خطابات کے یہ جملے حضرت دامت برکاتہم کے آج بھی گویا کہ سنائی دے رہے ہیں کہ جن کا پوری دنیا میں طوطی بولتا تھا اس برٹش ایمپائر کا یہ اعتراف شیخ الہندؒ کے متعلق کہ اس فرد نے تنہا پورے برٹش ایمپائر کو متزلزل کر دیا ہے، اور پورے برٹش ایمپائر کے ناک میں دم کر دیا ہے۔

اسلام پسندوں کی حضرت دامت برکاتہم کی نگاہ میں قدر

ماضی کی ایک صدر مملکتؒ کی زندگی کے مختلف گوشے ان کی زندگی ہی میں حضرت دامت برکاتہم سے سنے اور ان کی شہادت پر حضرت دامت برکاتہم نے ''اذکروا محاسن موتاکم،، کے ذیل میں اس مرحوم صدر مملکتؒ کے لئے مجلس کا اہتمام فرمایا تھا۔

اسلام بیزاری اسلام کے نام پر بنائے گئے............

حضرت دامت برکاتہم فلاح دارین کے کتب خانے کی کتابوں کے سلسلہ میں پاکستان تشریف لے گئے تھے ایک نئی حکومت کا پاکستان میں آغاز ہورہا تھا کامیابی اور فتح کے اظہار کے لئے اس کامیاب پارٹی کے نمائندوں نے مسجد میں نعوذ باللہ شامپین ڈالا تھا حضرت دامت برکاتہم نے بڑے بلیغ الفاظ میں اس واقعہ کو اپنے سفر پاکستان کے تأثرات میں بیان فرمایا تھا کہ یہ حرکت اسلامی جمہوریہ پاکستان میں اسلام بیزاری کی مثال فراہم کررہی تھی۔

یہ ایک سیاسی تدبیر تھی

مذکورہ ملک کے سربراہ مملکت دونوں ملکوں کے درمیان ہونے والے ون ڈے کرکٹ میچ دیکھنے پہنچے تھے حضرت دامت برکاتہم نے فرمایا تھا کہ کرکٹ میچ کا عنوان درحقیقت دونوں ملکوں کے درمیان تناؤ کو ختم کرنے کی سیاسی تدبیر تھی۔

امریکی سفارت خانے کے عملے کی فلاح دارین میں آمد

اپنے دور اہتمام میں حضرت دامت برکاتہم نے امریکی سفارت خانے کے عملے کو فلاح دارین میں مدعو فرمایا تھا عملہ نے فلاح دارین کا معائنہ تفصیل سے کیا تھا اور اپنے تأثرات کا بلند الفاظ میں اظہار کیا تھا۔

تعلیمی وتربیتی گہرے نقوش

اللہ تعالی مبالغہ سے بچائے ،ایسا لگتا ہے کہ افراد سازی کی صلاحیتوں

سے اللہ تعالی نے جن کو وافر حصہ عطا فرمایا تھا آئے دن ان کے دیدار کے لئے آنکھیں ترستی ہی رہے گی حضرت دامت برکاتہم انہی شخصیات کی بلند نمائندگی فرماتے رہے ہیں۔

میں یہ جملے حضرت دامت برکاتہم کے لئے مستعار لیتا ہوں

علامہ یوسف قرضاوی دامت برکاتہم کا جملہ جو انہوں نے مفکر اسلام مولانا سید ابوالحسن علی میاں ندویؒ کے متعلق فرمایا تھا کہ مفکر اسلامؒ افراد کار اور رجال دین کی ایک ٹیم دنیا میں اتار چکے ہیں کو حضرت دامت برکاتہم کے لئے مستعار لینا بیجا نہ ہوگا مقاررۃ الادیان، الغزوالفکری، اور قرآن وسنت کے علوم کو انطباقی اور تطبیقی نسبتوں سے مربوط رکھنے کی بھرپور کوشش حضرت دامت برکاتہم کے سنہری دور کے تعلیمی ڈھانچہ کی غمازی اور تصویر ضرور پیش کرے گی، اردو اور عربی ادب اور ان کے متعلقات کی طرف توجہ موڑنا حضرت دامت برکاتہم کی طرف سے مسلسل ہوتا رہتا ہے۔

آہ! مقام بلند پر ہونے کے باوجود اعتراف ورجوع کی مثال........

دارالعلوم فلاح دارین میں حفظ کی تکمیل کا اجلاس ہو رہا تھا پہلے طالب علم نے آخری سورتوں کی تلاوت کا آغاز ہی کیا تھا کہ حضرت مولانا شیر علیؒ نے مداخلت فرمائی مائیکروفون پر حضرتؒ غالبًا اول مرتبہ تشریف لائے ہوں گے جبال العلم علماء مجلس میں موجود تھے حضرتؒ نے فرمایا کہ تقریب سعید منعقد ہو رہی ہے تکمیل حفظ اور اہل علم کے درمیان اور ابتداء بالیمین کی سنت کا اہتمام

کیوں نہیں کیا جارہا ہے، حضرت رئیس الجامعہ دامت برکاتہم نے جواباً فرمایا کہ طالب علم کے اعتبار سے ابتداء بالیمین کی سنت کا اہتمام ہو ہی رہا ہے، حضرت مولانا شیر علیؒ نے اس روایت کو بطور دلیل پیش فرمایا کہ مشروب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پیش کیا گیا غالباً عبداللہ بن عباسؓ علی الیمین تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان سے اجازت لیکر حضرت ابوبکرؓ کو پیش فرمانا چاہتے تھے مگر حضرت عبد اللہ بن عباسؓ نے اپنے حق یمین پر تبرک کے حرص میں حضرت ابوبکرؓ کو ترجیح نہیں دی، اس روایت کو پیش فرما کر حضرت مولانا شیر علیؒ اسٹیج پر تشریف فرما ہونے کے اعتبار سے یمین کا استحقاق ثابت فرمارہے تھے، حضرت مفکر دوراں و مفکر ملت نے علی رؤس الاشہاد اپنی رائے کو مرجوح اور حضرت مولانا شیر علی صاحبؒ کی رائے کو راجح قرار دے کر اسی اعتبار سے ابتداء بالیمین کی سنت کا اتباع کروایا، آہ! مقام بلند پر ہونے کے باوجود اعتراف و رجوع کی مثال پیش کرنے والوں کو آنکھیں ترسیں گی۔

امت کے زوال کا ایک سبب

اس امت کے زوال کے اسباب میں سے ایک یہ ہے کہ افراد کا تیار ہونا ختم ہو گیا۔

اکابر کی اس دور کی مثال ہے حضرت دامت برکاتہم کا وجود

وقت پر اعتراف صلاحیتوں کی پہچان اور ان کے استعمال کا حرص حق کی بلندی کیلئے حق کے جذبات سے معمور اکابر کی اس دور کی مثال ہے حضرت رئیس الجامعہ دامت برکاتہم کا وجود۔

طبائع وذوق کے لحاظ سے مشورہ

مختلف خدام کومختلف کتابوں کے مطالعہ کی ترغیب دینا حضرت دامت برکاتہم کا معمول رہاہے جس میں متنوع طبائع کے ذوق وصلاحیت کی حضرت بھرپور رعایت فرماتے رہے ہیں۔

دینی اور دنیوی تقسیم کومٹانے کی کوشش اور..........

قرآن اللہ تعالی کا کلام ہےاور کائنات اللہ تعالی کا کام ہےاورقرآن اور کائنات دونوں آیات اللہ سے عبارت ہے دینی اور دنیوی کی تقسیم کومٹانا حضرت دامت برکاتہم کا مشن رہاہےعلی گڑھ یونیورسٹی کے وائس چانسلرسید حامد کی فلاح دارین آمد اسی سلسلہ کی حسین کڑی ہے مختلف جدید تعلیم یافتہ طبقہ کے افراد اس کی گواہی دیتے رہے ہیں۔

حضرت دامت برکاتہم کے چند اوصاف حمیدہ کا ذکر

تعلیمی وتربیتی گہرے نقوش کے اس عنوان کا معنون مزید تفصیلات کا متقاضی ہے اختصار کی غرض سے اتنے پر اکتفاء کرنے پر مجبور ہوں اسی طرح حضرت دامت برکاتہم کی قوت فیصلہ اخلاق کی بلندی اعتدال مہمان نوازی وغیرہ عنوانات کے گہرے نقوش حضرت سے وابستگی کی حسین یادگاریں ہیں تطویل کے خوف سے اسی پر اکتفاء کرنا مناسب سمجھتا ہوں۔

(مولانا) محمد حنیف رویدروی

خادم مسجد ہدایہ، مانچسٹر، یو، کے

۲۷ جمادی الاخری ۱۴۳۸ھ مطابق ۲۶ مارچ ۲۰۱۷ء

از:

حضرت مولانا عبد السلام صاحب لاجپوری مدظلہٗ

امام و خطیب مسجد قبا، اسٹامفورڈ ہل، لندن

مدت کے بعد پیدا ہوتے ہیں ایسے لوگ
مٹتے نہیں ہیں دہر سے جن کے نشاں کبھی

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پے روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

دور میں ساغر رہے گردش میں پیمانہ رہے
ہم مے کشوں کے سر پے پیر میخانہ رہے

استاذ الاساتذہ، رونق گجرات ،یادگار اکابر،نمونۂ اسلاف، مفکر اسلام، دردمندان قوم وملت ،محسن امت،سابق مہتمم فلاح دارین ،ترکیسر حضرت مولانا عبد اللہ صاحب کاپودروی دامت برکاتہم العالیہ کی حیات کے مختلف گوشوں کی ایک جھلک ۔

سعادت

کسی بھی اہم علمی شخصیت پر قلم اٹھانا آسان نہیں ہوتا اور پھر یہ کہ اگر وہ شخصیت مختلف الجہات اور متنوع کمالات کی حامل ہو تو معاملہ اور بھی زیادہ مشکل ہوتا ہے، جب مجھ سے استاذ الاساتذہ، فخر گجرات، سابق مہتمم دارالعلوم فلاح دارین، ترکیسر حضرت مولانا عبداللہ صاحب کاپودروی دامت برکاتہم العالیہ کی شخصیت سے متعلق کچھ لکھنے کی فرمائش کی گئی تو دل نے یہ کہا کہ یہ تیرے حق میں ایک بڑی سعادت ہے کیونکہ ''صالحین،، کا ذکر بھی موجب خیر وبرکت ہے اور لکھنے کی ایک حرص یہ بھی رہی کہ کیا عجب ہے کہ یہ لکھنا خود میرے لئے ذخیرۂ آخرت بن جائے، چنانچہ اسی حرص کے پیش نظر کچھ کلمات تحریر کرنے کی جسارت کر رہا ہوں۔

تیاری

جو مضمون میں نے تیار کیا ہے وہ حضرت دامت برکاتہم العالیہ سے جو باتیں سنی اور حافظہ کی گرفت میں رہ گئیں سوچا کہ ان میں سے کچھ باتیں ناظرین کے سامنے پیش کردی جائیں، امید ہے ان شاء اللہ وہ قارئین کے لئے خالی از فائدہ نہیں ہونگی، نیز حضرت کی تصنیفات وتالیفات میں سے چند باتیں اخذ کی ہیں اس امید پر کہ قارئین میں سے جو لوگ اب تک ان کتابوں کے براہ راست مطالعہ سے محروم رہے ہیں ان کے شوق مطالعہ کو مہمیز کیا جائے، اور کچھ خاص اوصاف جو بندہ نے حضرت دامت برکاتہم کی شخصیت میں نمایاں محسوس کئے ان کا ذکر کیا ہے۔

سرزمین کاپودرا

حضرت دامت برکاتہم العالیہ کا اصل وطن تو ''جیتالی،، ہے اور آپ کی پیدائش ''برما،، کی ہے مگر آپ کی پوری زندگی '' کاپودرا،، میں گذری ہے اور آپ کی وہاں سکونت سے '' کاپودرا،، کی سرزمین کو یہ شرف حاصل ہوا کہ بڑے بڑے اکابر کی آمد کاپودرا میں ہوئی اور اہل کاپودرا اکابر کی زیارت و ملاقات سے مشرف اور ان کی اصلاحی باتوں سے مستفیض ہوئے، کاپودرا کی بستی سے متعلق حضرت مسیح الامت مولانا مسیح اللہ خاں صاحبؒ کا ایک ملفوظ ذکر کرتا ہوں، حضرت دامت برکاتہم العالیہ خود لکھتے ہیں کہ مسیح الامت حضرت مولانا مسیح اللہ خاں صاحبؒ ناچیز پر عنایت فرما کر '' کاپودرا،، تشریف لائے اور چھوٹی سی بستی دیکھ کر مسرت کے ساتھ فرمایا کہ آپ کی بستی میں تو ''ذکر،، کرنے کو جی چاہتا ہے، عرض کیا گیا کہ اس بستی کے کئی لوگ حضرت حکیم الامتؒ سے بیعت تھے، اور حضرت حکیم الامتؒ کے مواعظ کو برسوں تک سبقاً سبقاً یہاں پڑھا گیا ہے، نیز حضرت کے مواعظ کو گجراتی زبان میں ترجمہ کر کے شائع کرنے کا کام بھی اس بستی کے ایک فاضل منشی محمود قاسم صاحبؒ نے کیا ہے یہ سن کر حضرت مسیح الامتؒ بہت مسرور ہوئے (رشد و ہدایت کے منارص ۱۴۶ بتغیر)

خوش نصیبی

میں نے (اور مجھ جیسے بہت سے طلباء نے) سابق مفتیٔ اعظم ہند حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ صاحبؒ، شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنی صاحبؒ، مجاہد ملت حضرت مولانا حفظ الرحمٰن صاحب سیوہاریؒ، حضرت

مولانا مفتی مہدی حسن صاحب شاہ جہاں پوریؒ،حضرت مولانا احمد بزرگ صاحبؒ،حضرت مولانا مفتی اسماعیل بسم اللہ صاحبؒ کونہیں دیکھا مگر جب استاذ الاساتذہ، بزرگوں کے منظورنظر،مفکرملت حضرت مولانا عبداللہ صاحب کاپودروی دامت برکاتہم العالیہ کی جب پہلی مرتبہ زیارت وملاقات ہوئی تو دل نے ایک خاص قسم کی خوشی محسوس کی (جس کوالفاظ میں بیان نہیں کیا جاسکتا)اور میں نے اپنے آپ سے یہ کہا کہ تو نے مذکورۂ بالاشخصیات کوتونہیں دیکھامگرآج تیری ایسی شخصیت سے زیارت وملاقات ہوئی ہے جس نے مذکورۂ بالا بزرگوں کی زیارت وملاقات کی ہے، یہ تیرے لئے بڑی خوش نصیبی کی بات ہے۔

۲۷برس تک فلاح دارین کے منصب اہتمام پرفائز رہے

اللہ تبارک وتعالی نے حضرت مولانا عبداللہ صاحب کاپودروی دامت برکاتہم العالیہ کوجن گوناگوں کمالات وخوبیوں سے نوازاہے ان میں ایک کمال اور خوبی ’’حسن انتظام،، ہے،حضرت مولانا نے گجرات کی مشہور دینی درسگاہ ’’دار العلوم فلاح دارین،، ترکیسر کا تقریباً ستائیس (۲۷) سال تک اہتمام وانتظام سنبھالا اورصرف سنبھالا ہی نہیں بحسن وخوبی سنبھالا اور یہ کہا جاسکتاہے کہ اس کاحق اداکردیااورآنے والوں کے لئےمشعل راہ چھوڑ گئے کہ اہتمام کے فرائض کیسے انجام دیئے جاتے ہیں۔

کہاجاتاہے کہ دنیامیں بظاہرجوچیزیں مشکل نظرآتی ہیں ان میں ایک چیزکسی بھی ادارے کاچاہے وہ ادارہ دینی ہو یادنیوی نظم ونسق اوراس کاانتظام و انصرام اوراہتمام ہے،ان میں بھی کسی دینی ادارے کااہتمام یہ چندوجوہات

کی بناء پر کوئی آسان کام نہیں ہے۔

اہتمام کانٹوں بھرا تاج ہے

خطیب الامت حضرت مولانا سید ابرار احمد صاحب دھلیوی رحمہ اللہ فرماتے تھے کہ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ اہتمام درحقیقت ''کانٹوں بھرا تاج'' ہے اور مدرسوں کی دنیا میں مدرس کا کام تو یہ ہوتا ہے کہ مطالعہ کرے اور درس دے، اور خدام کی شان یہ ہے کہ ان کے اوقات فکس ہیں مگر اہتمام ایک ''بلا،، ہے اور ''بلا،، کے دو معنی ہیں جیسا کہ آیت کریمہ ''**وفی ذلکم بلاء من ربکم عظیم**،، میں بلا کے دو معنی بیان کئے گئے ہیں ''ابتلاء،، اور ''انعام،، تو اہتمام میں ''بلا،، یعنی ''نعمت،، بھی ہے اور ''زحمت،، بھی ہے وہ کانٹوں بھرا تاج ہے، رات دو بجے بھی کوئی معاملہ یا کوئی مسئلہ پیش آئے تو مہتمم کو جگایا جاتا ہے کہ مدرسہ میں یہ سانحہ رونما ہوا، مدرسہ میں تعلیم ہو رہی ہو تب اور مدرسہ میں چھٹیاں ہوں تب بھی اس پر نظر، اپنے اس کو تلاش کرتے ہیں اور پرایا کوئی آجائے تو وہ بھی اسی کو تلاش کرتا ہے تو جتنی جہتیں ہیں ہر جہت سے اسکی ذمہ داری ہوتی ہے، یہ جو مشہور مصرعہ ہے کہ ؎

ہر درد کی دوا ہے صل علی محمد

اسی طرح مدرسوں کی دنیا میں

ہر درد کی دوا گویا مہتمم ہی ہوتا ہے۔

مہتمم اور صدر مدرس میں بردباری کا ہونا ضروری ہے

حضرت مولانا مسیح اللہ خاں صاحبؒ فرماتے تھے کہ جس شخص میں ''بردباری،، نہیں وہ ''مہتمم،، اور ''صدر مدرس،، بننے کے لائق نہیں ہے مہتمم

اور صدر مدرس میں بردباری کا ہونا بہت ضروری ہے،اور حضرت علیؓ کا ارشاد ہے کہ جو بردبار بنا وہ سردار بن گیا اور جو سردار بن گیا اس نے فائدہ اٹھایا۔

حضرت مولانا عبداللہ صاحب دامت برکاتہم العالیہ نے تقریباً ستائیس (۲۷) سال تک ''دارالعلوم فلاح دارین، ترکیسر،، کا اہتمام سنبھالا اور اس منصب کو زینت بخشی جیسا کہ میں نے ابھی ذکر کیا کہ حضرت مولانا مسیح اللہ خاں صاحبؒ فرماتے تھے کہ مہتمم میں حلم و بردباری کا ہونا بہت ضروری ہے اللہ تعالی نے حضرت دامت برکاتہم العالیہ کو یہ وصف بدرجۂ اتم عطا فرمایا ہے اور اسکی بین دلیل آپ کا ''دارالعلوم فلاح دارین،، کا بحسن و خوبی ستائیس سالہ دور اہتمام اور مدرسہ کی تعلیمی ترقی ہے۔

صدقۂ جاریہ

آپ نے ''دارالعلوم فلاح دارین،، میں ۲۷ سال تک طلبہ کی تعلیم و تربیت اور اس ادارے کی ادارت جس حسن و خوبی سے انجام دی اس کا نتیجہ یہ ہے کہ اس ادارے کی شہرت دور دراز ملکوں تک پھیلی ہوئی ہے،اور اس کے فاضلین بھی پوری دنیا بھر میں پھیلے ہوئے ہیں اور بہت اچھی طرح دین کی خدمت انجام دے رہے ہیں، یہ سب حضرت دامت برکاتہم العالیہ کے لئے یقیناً صدقۂ جاریہ ہے۔

فن پڑھانے والے اساتذہ کو ترجیح دی

آپ نے اپنے دور اہتمام میں اس بات کا بھرپور اہتمام کیا کہ دار العلوم فلاح دارین کی ''تدریس،، کے لئے ایسے اساتذہ کا انتخاب کیا جائے کہ

جوصرف کتاب نہیں بلکہ بچوں (طلباء) کو ’’فن،، پڑھائیں اور اس کے لئے آپ نے ہندوستان کے مختلف صوبوں اور علاقوں کا سفر کیا اور ’’فن،، پڑھانے والے اساتذہ کی ایک اچھی خاصی کھیپ ’’دار العلوم فلاح دارین،، میں لاکھڑی کی ،اور پھر کیا تھا مدرسہ تعلیمی میدان میں دن بدن دن دوگنی رات چوگنی ترقی کرتا چلا گیا اور صرف گجرات ہی کے اداروں میں اس نے اپنا ایک خاص مقام پیدا نہیں کیا بلکہ پورے ہندوستان کے دینی مدارس میں اس نے تعلیمی و تربیتی اعتبار سے اپنا ایک خاص مقام بنالیا۔

اکابرین کو فلاح دارین میں تشریف آوری کی خصوصی دعوت

آپ نے اپنے دور اہتمام میں اس کا بھی خوب اہتمام کیا کہ ہندو بیرون ہند سے چنیدہ صاحب علم ،صاحب تقوی ،اور علمی میدان کے ماہرین کو خصوصی دعوت دے کر دار العلوم فلاح دارین میں وقتا فوقتا بلایا اور اس طرح طلباء کو ان کی زیارت وملاقات اور ان کے علم اور ان کے تجربوں سے اور ان کی علمی واصلاحی باتوں سے استفادے کا موقع بھی خوب ملتا رہا۔

دور اندیشی

اللہ تعالی نے حضرت والا میں ایک خوبی یہ بھی ودیعت فرمائی ہے کہ آپ بہت دور کی بہت پہلے سوچتے ہیں اسکی ایک مثال ’’دار العلوم فلاح دارین،، میں طلباء کو انگریزی زبان سکھانے کا آپ کا فیصلہ تھا ،آپ نے فلاح دارین میں اس وقت طلباء کے لئے انگریزی زبان کو سیکھنا ضروری قرار دیا اور انگریزی زبان کو سکھانا شروع کرایا جبکہ اور مدارس والوں نے ابھی اسکی ’’نیت

،،بھی نہیں کی تھی، مگر قربان جائیے آپ کی تربیت پر کہ ایک طرف تو بچوں کو انگریزی زبان بھی سکھلائی اور انگریزیت کی ان میں بو بلکہ وسوسہ تک بھی نہیں آنے دیا۔

’’صدائے دل،، جلد سوم ص نمبر ۱۶۵، ۱۶۶ پر ہے حضرت دامت برکاتہم فرماتے ہیں کہ حضرت مولانا محمد سعید صاحب راندیریؒ (سابق مہتمم جامعہ حسینیہ راندیر، ضلع سورت) ایک مرتبہ دار العلوم فلاح دارین میں تشریف لائے، ہمارے گجرات کے کسی مدرسہ میں انگریزی داخل نصاب نہیں تھی اور ہم نے اسے نصاب میں داخل کیا تھا، اس زمانہ میں ہمارے بعض علماء کو اشکال تھا کہ انہوں نے ایک نئی چیز مدرسہ میں شروع کی، چنانچہ وہ تشریف لائے اور درسگاہ سے باہر کھڑے ہو کر طلبہ کو بغور دیکھتے رہے، میں سوچ رہا تھا کہ معلوم نہیں حضرت کیا دیکھ رہے ہیں؟ پھر جب مولانا اوپر دفتر میں تشریف لائے تو حضرت نے خود ہی فرمایا کہ مولوی صاحب! میں ہر درسگاہ کے پاس کھڑے ہو کر طلباء کو بغور دیکھ رہا تھا تو آپ کے دل میں یہ بات آئی ہوگی کہ یہ کیا تلاش کر رہا ہے، میں نے کہا حضرت یقیناً یہ بات میرے ذہن میں آئی تھی، پھر آپ نے فرمایا کہ میں یہ دیکھ رہا تھا کہ انگریزی زبان جو یہاں شروع ہوئی ہے تو کہیں انگریزی ثقافت تو طلبہ میں تو نہیں آرہی ہے، میں ان کے بالوں کی کٹ دیکھ رہا تھا کہ کسی طالب علم کے بالوں پر انگریزی ٹائپ کی کٹ تو نہیں ہے، پھر آپ نے فرمایا کہ الحمد للہ! مجھے ایک بھی طالب علم اس وقت ایسا نظر نہیں آیا اور پھر مجھ سے فرمایا کہ اس پر قائم رہو، زبان سکھلاؤ، لیکن انگریزی ثقافت کو داخل

مت ہونے دو۔(بتغیر)

جب فلاح دارین میں انگریزی زبان بچوں کو سکھانا شروع کیا گیا تو آپ کو لوگوں نے یہ طعنے بھی دیئے کہ یہ تو مودودی لگتا ہے ہمارے بزرگوں کے نہج سے ہٹ کر کام کررہا ہے لیکن حضرت اپنے بزرگوں کے نہج پر ہی کام کرنا چاہتے تھے اس لئے کہ دارالعلوم دیوبند کے بانیوں میں سے ایک حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتویؒ نے خود انگریزی زبان کی افادیت کو محسوس فرمایا تھا۔

حضرتؒ کے حالات میں لکھا ہے کہ حضرت ایک قافلہ میں مکہ معظّمہ جارہے تھے جن میں حضرت گنگوہیؒ وغیرہ بھی تھے تو جہاز کے کیپٹن کو جب یہ معلوم ہوا کہ ہندوستان کے یہ بڑے بڑے علماء ہیں تو اس نے ایک مرتبہ ملاقات کی اور اس نے کچھ دینی اور مذہبی چیزوں پر سوالات کئے، حضرت نانوتویؒ جواب دیتے رہے اور ایک صاحب اس کی ترجمانی کرتے رہے، اس وقت حضرت نانوتویؒ نے فرمایا کہ اگر میں انگریزی زبان جانتا تو اس شخص کو برابر اسلام سمجھاتا، حضرت مولانا عبد اللہ صاحب کاپودروی دامت برکاتہم العالیہ کی دوراندیشی نے اس آہ کو (حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کی) محسوس کیا اور دین کو پھیلانے کے لئے آپ نے انگریزی کلاس شروع کی اور اس میں حضرت کامیاب بھی رہیں۔

آج ہم اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں کہ انگلینڈ، کینیڈا اور دوسرے ممالک میں کہ جہاں کی اصل زبان انگریزی ہے فلاح دارین کے طلباء بلا

تکلف انگریزی زبان میں بیان کرتے ہیں اور نوجوانوں کے دینی سوالات کے جوابات بھی دیتے ہیں اور اس طرح نوجوانوں کی علمی پیاس بجھارہے ہیں، یہ سب حضرت دامت برکاتہم کی دوراندیشی کا ثمرہ ہے۔

مضمون کی مناسبت سے انگریزی زبان مدارس میں طلباء کو سکھلائی جانی چاہیئے یا نہیں؟ اس کے متعلق ہمارے چند اکابر کی آراء بھی پڑھیں۔

حضرت مولانا انظر شاہ صاحب کشمیریؒ اپنے مجموعہ مضامین ''لالہ و گل،، میں مولانا مناظر احسن گیلانیؒ کے ایک مکتوب کا اقتباس یوں نقل کرتے ہیں۔

یاد پڑتا ہے انگریزی میٹرک تک آپ نے پڑھ لی تھی، پہلے بھی عرض کرچکا ہوں کہ جو شدبد بھی انگریزی میں میسر ہوچکی ہے بجائے گھٹانے کے اس کو بڑھائے، حال ہی میں ''الفرقان،، میں مولانا نعمانی (مولانا محمد منظور نعمانی رحمہ اللہ) نے آپ کے والد ماجد قبلہ قدس سرہ (خاتم المحدثین حضرت مولانا انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ) کا خیال نقل کیا ہے کہ اسلام کی خدمت اس زمانہ میں انگریزی دانی کے بغیر مشکل ہے، خاکسار نے بھی ''نظام تعلیم و تربیت،، میں شاہ صاحبؒ کا کوئی قول اس سلسلے میں نقل کیا ہے، سچ تو یہ ہے کہ انگریزی کے ساتھ ساتھ اب تو ہندی بھاشا بلکہ سنسکرت تک کی اسلامی دین کے خدام کو ضرورت پیش آگئی ہے (لالہ و گل ص۱۰۴ بتغیر)

علامہ سید سلیمان ندویؒ ''حیات شبلی،، میں لکھتے ہیں کہ:

مولانا کو انگریزی زبان کی ضرورت کا احساس اتنا ہوگیا تھا کہ علماء کے لئے بھی

اس کا جاننا ضروری سمجھتے تھے اس احساس ضرورت کا ایک دلچسپ واقعہ انہوں نے ۱۹۱۲ عیسوی میں ایک تقریر میں بیان فرمایا تھا۔

علماء کے لئے انگریزی دانی کی ضرورت کے سلسلہ میں فرمایا جب میں ترکی سے واپس آیا تھا تو اتفاق سے گھر میں علالت تھی ایک رات کو ۱۲ بجے تار آیا میں نے اس کو کھولا دل میں شک و شبہ پیدا ہوا کہ کیا واقعہ ہے، خدا جانے کیسا تار ہے؟ خیر، میں دوڑا ہوا سر سید مرحوم کے نواسہ کے پاس گیا انہوں نے پڑھ کر سنایا کہ یہ تار نواب علی حسن خاں صاحب نے بھوپال سے بھیجا ہے، آپ کو ترکی سے بخیرت واپس آنے پر مبارک باد دیتے ہیں، یہ حال ہم مولویوں کا ہے، اسی لئے وہ ندوہ کے نئے مدرسہ میں انگریزی زبان پڑھانے پر بضد تھے، چنانچہ دار العلوم ندوہ کے نصاب میں اس کے داخل کئے جانے کی تحریک ۱۸۹۹ء میں کی، مگر کامیابی نہ ہوئی، آخر انہی کے اصرار سے ۱۹۰۳ء میں انگریزی ایک ضروری مضمون کی حیثیت سے شریک کی گئی۔

غالباً ۱۹۰۸ء کی بات ہے کہ میں نے مولانا سے عرض کیا کہ عربی کے ہر طالب علم کو انگریزی زبان پڑھنے پر کیوں مجبور کیا جاتا ہے، مثلاً جو لوگ فقیہ بننا چاہتے ہیں ان کو انگریزی کیا کام آئے گی، فرمایا عجیب بات کہتے ہو، اگر فقہاء انگریزی جانتے اور ہماری فقہ کو انگریزی میں منتقل کرسکتے تو ہدایہ وغیرہ کے انگریزوں اور غیر مسلموں کے کئے ہوئے غلط سلط ترجمے آج عدالتوں میں سند نہ قرار پاتے۔

اصل یہ ہے کہ مولانا کو یہ احساس تھا کہ اگر وہ انگریزی جانتے ہوتے

تو کیا کچھ اسلام کی خدمت کر سکتے تھے،اس لئے ’’من نہ کردم شما حذر بکنید،،کے اصول پر وہ چاہتے تھے کہ علماء ایسے ہوں جو اس خدمت کو بجا لاسکیں۔(حیات شبلی ص ۱۳۵ بتغیر)

انگریزی زبان آج کے دور میں ضروریات زمانہ میں آگئی ہے،اس لئے ضرورت،آفاقیت اور شیوع کی بنا پر اس سے صرف نظر کرنا ایک غیر دانشمندانہ عمل ہوگا۔

حضرت مولانا محمد منظور نعمانیؒ مسلمانوں کے مسائل کی ترجمانی کے لئے انگریزی اخبار کی اشاعت ضروری سمجھتے تھے اور اس کے لئے اپنی جیسی کوشش بھی کی مگر مکمل کامیابی نہ ہوسکی۔

مضمون کی مناسبت سے حضرت مولانا عبداللہ صاحب دامت برکاتہم العالیہ کا ایک ملفوظ جو انگریزی زبان سے متعلق ہے اس کو بھی ذکر کرتا ہوں۔

حضرت ایک بیان میں فرماتے ہیں کہ بعض مسلمان اسٹوڈینٹ ایسے ہیں کہ اگر ان پر محنت کی جائے تو وہ دین کا بہترین کام کرنے والے بن سکتے ہیں،لیکن شرط یہ ہے کہ ان کو کوئی انگریزی سکھائے،اب ہمارے جو علماء یہاں سے فارغ ہوکر جارہے ہیں وہ انگریزی سے نابلد ہیں،نوجوان نسل جس پر امت کا دارومدار ہے ان کو سمجھانے کے لئے ہم کو ان کی زبان سیکھنا پڑے گا کم سے کم ہمارے پاس کچھ بچے ایسے ضرور ہوں جو بہترین انگریزی جانتے ہوں، خصوصا وہ لوگ جن کو باہر کے ملکوں میں کام کرنا ہے کہ جہاں کی اصل زبان انگریزی ہے۔

میں نے حضرت نانوتویؒ کے حالات میں دیکھا کہ جب حضرت ایک قافلہ میں مکہ معظّمہ جارہے تھے جن میں حضرت گنگوہیؒ وغیرہ بھی تھے تو جہاز کے کیپٹن کو جب یہ معلوم ہوا کہ ہندوستان کے یہ بڑے بڑے علماء ہیں تو اس نے ایک مرتبہ ملاقات کی اور اس نے کچھ دینی اور مذہبی چیزوں پر سوالات کئے، حضرت نانوتویؒ جواب دیتے رہے اور ایک صاحب اس کی ترجمانی کرتے رہے، اس وقت حضرت نانوتویؒ نے فرمایا کہ اگر میں انگریزی جانتا تو اس شخص کو برابر اسلام سمجھاتا۔

علامہ انور شاہ کشمیریؒ کو اخیر عمر میں خیال ہوا جب علامہ اقبالؒ سے ان کا ربط پیدا ہوا اور علامہ اقبال نے کہا کہ نیوٹن نے فلانی چیز شائع کی ہے۔

تو علامہ انور شاہ کشمیریؒ نے کہا یہ نیوٹن نے اپنی طرف غلط نسبت کی ہے، یہ تو ’’عراقی ،، نے لکھا ہے، تو علامہ اقبال کو یقین نہ آیا کہ جرمنی کا اتنا مشہور سائنس داں کہہ رہا ہے اور آپ فرمارہے ہیں کہ عراقی نے لکھا ہے، تو حضرت نے ایک مسودہ نکالا اور علامہ اقبال کے سامنے رکھا اور کہا یہ پڑھ لو یہ بات چار سو سال پہلے عراقی نے لکھ دی ہے تو علامہ اقبال کو حضرت علامہ انور شاہ سے بہت عقیدت ہوگئی، چنانچہ وہ بار بار مجلسوں میں کہتے تھے کہ فقہ کی تشکیل جدید اگر کوئی کرسکتا ہے تو وہ علامہ انور شاہ کشمیریؒ ہیں، اس وقت شاہ صاحب کو یہ خیال ہوا کہ میں بھی انگریزی جانتا تو ان کے دلوں میں کسی طرح بات اتارتا۔(بتغیر)

چمن

حضرت نے اپنے دور اہتمام میں فلاح دارین میں چمن (Garden) بنوایا اس پر طعنہ دینے والوں نے یہ طعنہ دیا کہ یہ تو مدرسہ کو اسکول بنا رہے ہیں، حضرت نے اس کا جواب یہ دیا کہ صفائی ستھرائی تو اسلام میں مطلوب ہے (مفہوم) (حضرت دامت برکاتہم العالیہ ایک جگہ لکھتے ہیں کہ حضرت حکیم الاسلام قاری محمد طیب صاحبؒ ایک سفر میں عصر کے بعد ''فلاح دارین،، کے چمن میں مجلس تھی، تعلیم اور تعلیمی ماحول پر گفتگو فرماتے رہے، فرمایا کہ ابن خلدونؒ علمی درسگاہوں میں ''چمن،، کو پسند نہیں فرماتے تھے اور اس کو مخل خیال فرماتے تھے بعض لوگوں نے اس کو پسند فرمایا ہے اپنے اپنے ذوق و مذاق کی بات ہے۔ (رشد وہدایت کے منارص ۱۱۱۔۱۱۲)

بیت الخلاء کی صفائی کا اہتمام

چونکہ میں خود مدرسہ میں پڑھتا تھا یہ بات جو میں کہتا ہوں یہ کوئی طنز نہیں ہے بلکہ ایک حقیقت کو بیان کرنا ہے تاکہ اس پر جیسی توجہ ہونی چاہئے مدارس والے ویسی توجہ دے جیسا کہ حضرت مولانا دامت برکاتہم العالیہ نے اپنے دور اہتمام میں اس پر توجہ دی۔

وہ یہ ہے کہ جامعہ ہو یا دار العلوم یہ بات دیکھنے میں آتی ہے کہ طلباء جو ''بیت الخلاء،، استعمال کرتے ہیں اس کی صفائی کا جیسا اہتمام ہونا چاہئے ویسا نہیں ہوتا جب طالب علم قضائے حاجت کے لئے جاتا ہے تو یا تو گندگی اوپر نظر آرہی ہوتی ہے یا پھر یہ ہوتا ہے کہ فراغت کے بعد وہ گندگی پانی ڈالنے

پر بھی نیچے نہیں جاتا چونکہ اس کے جانے کا جو راستہ ہے وہ بھر چکا ہوتا ہے اور کبھی ساتھ میں یہ بھی دیکھنے میں آتا ہے کہ دروازہ ٹوٹا ہوا ہے یا یہ کہ لاک بگڑا ہوا ہے یا یہ کہ ٹب میں زرد نشان نظر آرہے ہیں یا پانی کے لوٹے میں سوراخ ہو گیا ہوتا ہے اور پانی اس میں سے ضائع ہو رہا ہوتا ہے وغیرہ وغیرہ حضرت کے دور اہتمام میں ان باتوں پر خصوصی توجہ دی جاتی تھی اور بیت الخلاء بالکل صاف شفاف ہوتے تھے۔

حضرت خود ایک واقعہ بیان فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ جدہ سے ایک وفد بمبئ آیا تھا بمبئ سے کہیں جاتے ہوئے انہوں نے ایک وکیل صاحب سے جو بمبئ میں رہتے ہیں کہا کہ ہم کوئی اسلامک ادارہ دیکھنا چاہتے ہیں تو ان کا فون آیا کہ ہم ان کو آپ کے یہاں فلاح دارین ترکیسر لانا چاہتے ہیں، وہ آئے انہوں نے گھوم کر مدرسہ دیکھا وہ سب تعلیم یافتہ لوگ تھے، کچھ انڈونیشیا کے تھے، کچھ جدہ کے تھے اور ایک شخص تھے علی نامی جو کہ الجزائر سے تعلق رکھتے تھے بہت ہوشیار اور ذہین آدمی تھے انہوں نے چلتے چلتے مجھ سے کہا کہ مجھے بیت الخلاء جانا ہے میں سمجھا کہ ان کو پیشاب کرنا ہوگا تو میں ان کو مہمان خانہ لے گیا اور میں نے کہا تشریف لائیے، تو انہوں نے کہا کہ جو بیت الخلاء طالب علم استعمال کرتے ہیں مجھے وہاں جانا ہے، اب میں حیران کہ اس کو پیشاب کی حاجت ہے یا کسی اور چیز کی؟ میں اس کو بیت الخلاء بتلا رہا ہوں تو یہ کہتا ہے نہیں طالب علموں کا بیت الخلاء، اسکی وجہ کیا ہے؟

خیر! میں وہاں لے گیا جہاں طلبہ کے لئے بیت الخلاء بنے ہوئے

تھے، چونکہ تعطیل کے ایام چل رہے تھے لہذا طلبا نہیں تھے اس لئے وہاں تالا لگا ہوا تھا، تالا کھول دیا، چونکہ ہمارے یہاں تو اہتمام تھا اس کا کہ روزانہ صبح و شام ان کی صفائی ہوتی تھی، کسی ٹب میں ذرا سا بھی داغ نہیں ہونا چاہئے، اس لئے میں نے بلاتکلف وہ سب بیت الخلاء اس کو بتائے جب وہ باہر نکلا تو اس نے کہا ''انا لا احتاج ان اری الاماکن الاخری،، اب مجھے دوسری کسی جگہ کو دیکھنے کی حاجت نہیں، کیوں کہ جب آپ کے یہاں مرحاض (بیت الخلاء) اتنا صاف ہے تو سب صاف ہی ہوگا۔ (صدائے دل بتغیر)

حضرت والا کے فلاح دارین کے اہتمام سے متعلق چند اکابر کے تاثرات

(۱) حضرت مولانا محمد پانڈور صاحب سملکیؒ ''دار العلوم فلاح دارین، تشریف لائے اور وہاں کا نظم و نسق، کتب خانہ وغیرہ دیکھ کر مسرت کا اظہار فرمایا اور چند ماہ بعد احمد آباد کے بعض سربرآوردہ لوگوں کو لے کر تشریف لائے اور ان کو ترغیب دیتے رہے کہ احمد آباد میں اس طرح کی درسگاہ قائم کریں۔ (رشد و ہدایت کے منارص۵۲ بتغیر)

(۲) حضرت مولانا محمد منظور نعمانیؒ نے اپنے ایک مکتوب گرامی میں تحریر فرمایا تھا کہ یونیورسٹی میں پڑھنے والوں کے لئے چار سالہ کورس بنا کر پڑھانے کی ضرورت ہے، اور اس کے لئے ''فلاح دارین، ترکیسر،، کو میں مناسب جگہ سمجھتا ہوں، ناچیز نے (حضرت دامت برکاتہم العالیہ) جواباً عرض کیا کہ حضرت والا کے ارشاد کے مطابق ان کالج و یونیورسٹی کے طلباء کا نظم

کرنے کے لئے ہم تیار ہیں،آپ اس کے نصاب کے خاکہ سے رہنمائی فرمائیں،اتفاقاً انہی دنوں میں مولانا حادثہ کا شکار ہوئے اور صاحب فراش ہوگئے اور ایسا کوئی نصاب نہ بن سکا۔(رشد وہدایت کے منار،بتغیر)

(۳)حضرت مولانا سید فخر الدین مراد آبادیؒ نے ’’دار العلوم فلاح دارین،، کا نظم دیکھ کر بہت مسرت کا اظہار فرمایا تھا اور معائنہ بک میں بہترین تاثرات تحریر فرمائے تھے۔(رشد وہدایت کے منار ص۱۰۲ بتغیر)

یہ صفت احسان نہیں ہے

چونکہ دار العلوم ہو یا جامعہ یا کوئی مدرسہ ہو اس کا اور چندے کا آپس میں ایک خاص جوڑ ہے اور اس میں بھی بعض مرتبہ بے احتیاطی دونوں طرف سے ہوتی ہے لہذا اس سلسلہ میں حضرت دامت برکاتہم العالیہ کا ایک واقعہ ذکر کرتا ہوں۔

حضرت والا فرماتے ہیں کہ آج لوگ ہم مدرسہ والوں کو دیتے ہیں اور پھر بہت زور لگاتے ہیں کہ ہم ان کی بے جا باتوں کو مانیں،کسی بچے کو داخلہ کے لئے بے وقت لاتے ہیں اور داخلہ نہ ہونے کی صورت میں دھمکی دیتے ہیں اچھا آپ ہمارے یہاں چندہ کرنے آتے ہیں،آئندہ آنا ہم دیکھ لیں گے،پھر فرمایا کہ ایک شخص مجھ سے ہی لڑ پڑا اور کہنے لگا کہ آپ کے آدمی آتے ہیں ہمارے پاس چندہ لیتے ہیں اب کیسا آتے ہیں ہم دیکھ لیں گے،میں نے کہا الحمد للہ!ہمارے مدرسہ کا تو آج تک چندہ ہوا ہی نہیں،آپ یہ کیا بات کر رہے ہیں؟کہا نہیں نہیں،آپ کا سفیر آیا تھا،میں نے کہا آج تک ہم نے کوئی سفیر

نہیں رکھا، وہ تو کچھ اللہ کے بندوں نے اپنے ذمہ خرچہ لے رکھا ہے اور ایک پیسہ کا چندہ نہیں ہوتا، ہاں البتہ کوئی آدمی مدرسہ میں آتا ہے اور وہ اپنے طور پر یہ کہتا ہے کہ مولانا! ہم چاہتے ہیں کہ طلباء کے لئے کچھ دعوت کردیں یا اور کچھ، تو ہم کہتے ہیں بہت اچھا آپ دے جائیں، ورنہ کبھی چندہ کے لئے ہمارے سفیر نہیں گئے، لیکن پھر بھی وہ مجھ پر دھونس جمارہا تھا، میں نے کہا اللہ کے بندے! اگر مان لو کہ تم نے ہمارے مدرسہ میں چندہ دیا تھا تو کیا اس کا مطلب یہ ہے کہ ہم اپنے ضابطہ کو تمہارے چندہ کی وجہ سے توڑ دیں، تو لوگوں کا ذہن ہمیں بتارہا ہے کہ پیسے دے کر ہم کو غلام بنانا چاہتے ہیں، یہ صفت احسان نہیں ہے۔(صدائے دل ج۲ص ۱۰۸ بتغیر) اسی طرح بعض مرتبہ مدارس والے چندہ دہندگان کے دباؤ میں آکر اپنے اصول اور ضوابط کے خلاف کام کرجاتے ہیں اس واقعہ سے اشارہ ملتا ہے کہ یہ بھی ٹھیک نہیں ہے۔

تصنیف وتالیف

رہتا قلم سے نام زمانے تلک ہے ذوق
اولاد سے تو ہے یہی دو پشت چار پشت

حضرت مولانا دامت برکاتہم العالیہ نے جہاں وعظ وتقریر کے ذریعہ دین متین کی خدمت کی وہیں پر آپ نے تحریر کے ذریعہ بھی دین کی خدمت کو انجام دیا ہے، آپ نے چند کتابیں اور اپنا سفرنامہ تحریر فرمایا ہے اور دونوں ہی چیزیں یعنی آپ کی تصنیفات اور سفرنامہ پڑھنے سے تعلق رکھتے ہیں۔

اور کہتے ہیں کہ تحریر کی عمر ہزاروں سال ہوا کرتی ہے اسی لئے کہتے ہیں

کہ تحریر کا فیض تقریر کے فیض سے ہمیشہ زیادہ ہوتا ہے، ان شاء اللہ یہ حضرت والا کے لئے صدقۂ جاریہ ہے، اور حضرت کی تالیفات میں بطور خاص ''دیوان امام شافعیؒ''، بڑی بہترین تالیف ہے، یہ ایک پوشیدہ خزانہ تھا اسے حضرت منظر عام پر لے آئے ہیں جس سے اب آسانی سے استفادہ کیا جا سکتا ہے۔

''صدائے دل''، سے متعلق چند باتیں

''صدائے دل''، حضرت دامت برکاتہم العالیہ کے وعظ و نصیحت کا ایک بہترین مجموعہ ہے۔

وعظ ایسی باتوں سے نصیحت کرنے کو کہتے ہیں جو دل کو نرم کردیں، اسی طرح اس تنبیہ کو کہتے ہیں جس میں ڈرانا بھی ہو، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کو وعظ و نصیحت فرمائی اور اعمال کے انجام کار سے متنبہ فرمایا، وعظ و نصیحت ایک مفید و مؤثر چیز ہے کہ انسان خواب غفلت سے بیدار رہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے خوش بخت وہ ہے جو دوسرے سے نصیحت حاصل کرے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد صحابہ کرام رضی اللہ عنھم نے اس مسند رشد و ہدایت کو سنبھالا چنانچہ خلفاء اربعہ اور دوسرے صحابہ سے کثرت سے مواعظ منقول ہیں، اس کے مؤثر ہونے کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ بعض اوقات انسان خود قرآن و حدیث سے سرسری طور پر گذر جاتا ہے سن لیتا ہے اور اس کا ذہن اسے عملی طور پر اپنانے کی طرف نہیں جاتا یا جس نکتہ پر تنبیہ مقصود ہوتی ہے اس کی طرف اس کی رسائی نہیں ہوتی لیکن جب کسی سے یہ باتیں سنتا ہے اور

ان نکات کی طرف رسائی ہوتی ہے تو عمل آسان ہوجاتا ہے۔

علماء نے صحابہ اور بعد میں آنے والوں کے مواعظ نسل درنسل محفوظ رکھے اور افادۂ عام کے لئے انہیں کتابی شکل میں محفوظ بھی کیا۔

حضرت مولانا مجاہد الاسلام قاسمیؒ لکھتے ہیں کہ ذہن وفکر کی تعمیر، اخلاق کی درستی، کردار کی پاکیزگی، اصلاح حال اور سماج کے سدھار میں جہاں اور عوامل کارفرما ہیں، ان میں سے ایک اہم عمل ''تقریر و خطابت اور تذکیر و موعظت،، کا ہے، دل کی دنیا کو بدلنے، دماغ کو نور معرفت سے بھرنے اور ''شر،، سے ''خیر،، کی طرف لانے میں اس نے جورول (کردار) ادا کیا ہے اس کی ایک مستقل تاریخ ہے۔

حضرت دامت برکاتہم العالیہ کی مواعظ کی کتاب ''صدائے دل،، اب تک تین جلدوں میں چھپ کر منظر عام پر آچکی ہے، اس کو علمی و دینی حلقوں میں ہاتھوں ہاتھ لیا گیا اور خوب پسند کیا گیا ہے، (اللہ کرے کہ بقیہ جلدیں بھی جلدی سے چھپ کر منظر عام پر آجائیں)۔

حضرت مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب دامت برکاتہم العالیہ حضرت دامت برکاتہم العالیہ کے خطبات کے متعلق لکھتے ہیں کہ دنیا کے مختلف ممالک میں اپنے مواعظ اور علمی و اصلاحی مجالس سے طلبہ و علمائے کرام اور علمی و دینی حلقوں کو اپنے درد بھرے دل اور میٹھی زبان سے فیضیاب کررہے ہیں۔

صدائے دل آپ کے درد بھرے دل کی آواز ہے، آپ نے انڈیا، یورپ، امریکہ کینیڈا، اور افریقہ و ایشیا میں مسلم معاشرے کے جن رستے ہوئے

زخموں کو اپنی آنکھوں سے دیکھا، نوجوانوں میں، علمی حلقوں میں، عوام میں، گھروں میں اور بازاروں میں مسلمانوں کو جس بے راہ روی کا شکار دیکھا ان کا حکیمانہ علاج اپنی تقریروں میں اور مجلسوں میں تجویز کیا ''اسی کا نام ''صدائے دل،، ہے۔(بتغیر)

''صدائے دل،، سے متعلق فقیہ النفس شارح حجۃ اللہ البالغۃ شیخ الحدیث دارالعلوم دیوبند حضرت مولانا مفتی سعید احمد صاحب پالنپوری دامت برکاتہم العالیہ لکھتے ہیں کہ ''مشک آنست کہ خود ببوید، نہ کہ عطار بگوید،، مشک کی پہچان یہ ہے کہ خود مہکے عطار کی مدح سرائی کی اس کو حاجت نہیں، ''حاجت مشاطہ نیست روئے دلارام را،، دل پسند محبوب کو ٹیپ ٹاپ کی ضرورت نہیں اور ''ہر چہ از دل خیزد، بر دل ریزد،، کا مصداق ہے۔

جو بات دل سے نکلتی ہے اثر رکھتی ہے
پر نہیں طاقت پرواز مگر رکھتی ہے

پھر حضرت آگے لکھتے ہیں کہ میں نے ''صدائے دل،، کے بعض مضامین پڑھے تو دل باغ باغ ہوگیا، کبھی آنکھوں میں آنسو چھلک آئے اور جہاں مولانا دامت برکاتہم نے قوم کی بے حسی کی منظرکشی کی تو وہاں مقرر ''منذر جیش،، معلوم ہوتا ہے، اس کے (آپ کے) الفاظ جذبات کی پیکر تصویر بن جاتے ہیں اور جگہ جگہ علمی نکات، بزرگوں کے ارشادات، یورپ کی نقاہت بیان کی ہے جس سے لذت سخن دوبالا ہوگئی ہے۔(بتغیر)

بہر حال، اللہ تعالی نے آپ کو حسن بیان کی خوبیوں سے خوب نوازا

ہے، آپ کے سحر آفریں، دل آویز، حلم ووقار سے لبریز، خطابات کو عوام وخواص بہت شوق سے سنتے ہیں، تعلیم یافتہ طبقہ میں بھی آپ اپنی افہام وتفہیم، اور حکیمانہ اسلوب بیان کی وجہ سے خاص ممتاز ومقبول ہیں، حضرت مولانا دامت برکاتہم العالیہ کے بیان (تقریر) میں بظاہر نہ جوش وخروش ہوتا ہے، نہ پرتکلف لسانی، نہ لہجہ وترنم، نہ خطیبانہ ادائیں مگر اس کے باوجود خطابات اس قدر مؤثر اور مسحور کن ہوتے ہیں کہ ان سے عوام وخواص یکساں طور پر مستفید ہوتے ہیں۔(صدائے دل بتغیر)

حضرت مولانا دامت برکاتہم العالیہ کے بیان کی ایک خوبی یہ ہے کہ آپ بیان میں سامعین کو طعن وتشنیع نہیں کرتے بلکہ نرمی اور محبت سے سمجھاتے ہیں اور واقعہ بھی یہ ہے کہ جو بیان طعن وتشنیع سے بھرا ہوتا ہے وہ دل پر اثر انداز نہیں ہوتا، حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ فرماتے تھے کہ اقبال کی شاعری جتنی مؤثر ہوئی اور اس سے جتنا فائدہ پہنچا، اکبر مرحوم کی شاعری اس درجہ مؤثر نہیں ہوئی، میرے نزدیک اس کا سبب یہ ہے کہ اکبر مرحوم نے اپنے خیالات کے اظہار کے لئے ’’طنز وتعریض،، کا طریقہ اختیار کیا اور طنز کی خصوصیت یہ ہے کہ اس سے ہم خیال لوگ لطف تو محسوس کرتے ہیں لیکن اس سے کوئی مؤثر اصلاحی کام نہیں ہوتا۔(معارف مفتی اعظم ص۲۵۲)

’’صدائے دل،، کی چند خوبیاں

(۱) جو بیان جہاں کہیں ہوا ہے وہاں کے مناسب حال باتیں کہی گئی ہیں اور یہ محسوس ہوتا ہے کہ حضرت بیان اور تقریر سے پہلے وہاں کے حالات کو اخبار اور لوگوں کے رہن سہن سے خوب محسوس فرمالیتے ہیں اور پھر اسی کے

مناسب حال باتیں ارشاد فرمائی گئی ہیں، مثال کے طور پر آپ لیسٹر یو۔کے کے اپنے ایک بیان میں فرماتے ہیں کہ ہمارا جو یہاں نصاب تعلیم ہے اس پر غور کریں عامۃً گیارہ بارہ سال کی عمر میں بچے کو بالکل فارغ کر کے چھوڑ دیا جاتا ہے، اکثر سمجھنے کی عمر بارہ سال سے لے کر سولہ سترہ سال کی ہوتی ہے، یہ جو مدت ہے اس میں ان کو کنٹرول کرنے کی ضرورت ہے، اس کے لئے میں آپ علماء کرام سے درخواست کرتا ہوں کہ ایک کمیٹی بنائیں اور غور وفکر کریں کہ نصاب میں یکسانیت کیسے ہو، یہاں تو یہ حال ہے کہ اگر لیسٹر کے اندر چھ مسجدوں میں مکتب چل رہے ہیں تو ہر ایک کا نصاب الگ الگ ہے، ایک مسجد کا بچہ دوسری مسجد میں جائے گا تو وہ کیا پڑھ سکے گا، اس کو ایڈجسٹ کرنا مشکل ہوتا ہے، یہ کیسی بدنظمی کی بات ہے، ہم متفقہ طور پر اپنا ایک نصاب بنائیں، اور نصاب کو پھیلا کر سولہ سترہ سال تک کر دیں کہ ہمارے بچے سولہ سترہ سال تک کم از کم ایک ایک پیریڈ بھی عالم کے پاس آ کر بیٹھیں یہ جو بارہ سال سے لے کر سولہ سال تک کا وقت گذرتا ہے اس میں وہ دین سے بالکل ہٹ جاتا ہے، لہذا حکمت عملی اس میں ہے کہ نصاب ایک ہو اور اس کو دراز کیا جائے۔

(صدائے دل)

حضرت دامت برکاتہم کی یہ بات بالکل صحیح ہے بندہ بھی تقریباً پچھلے پندرہ سال سے لندن میں بچوں کو ناظرہ پڑھاتا ہے بعض ایسے بچوں کو بھی پڑھانے کا اتفاق ہوا کہ جنہوں نے بارہ تیرہ سال کی عمر میں مکتب کو چھوڑ دیا تھا پھر ان کے والدین کو تنبہ ہوا اور انہوں نے پندرہ سولہ سال کی عمر میں واپس

پڑھنے کے لئے بٹھایا جب ان کو میں نے التحیات اور درود شریف پڑھایا تو وہ بھی صحیح طرح یاد نہیں تھا، اسی طرح بعض بچے جنہوں نے تیرہ چودہ سال کی عمر میں مکتب چھوڑ دیا تو چونکہ ان کے اسکول کے بعد کا ٹائم پہلے مکتب میں گذرتا تھا اب وہ وقت فارغ رہنے لگا تو وہ غلط صحبت میں چلے گئے اور کلب، ڈرگ، نشہ وغیرہ کرنے لگ گئے، کاش کہ مساجد و مدارس کی انتظامیہ حضرت کے اس مفید مشورہ پر صرف غور نہیں بلکہ حکمت عملی تیار کر کے عمل شروع کریں۔

یہی مسئلہ لڑکیوں کا بھی ہے کہ ان کو بارہ تیرہ سال کے بعد مدرسہ سے فارغ کر دیا جاتا ہے اور وہ بھی پھر نہ قرآن کریم پڑھتی ہیں اور نہ ان کو مکتب میں یاد کی ہوئی دعائیں اور نہ سورتیں صحیح یاد ہوتی ہیں، کاش! کہ مساجد و مدارس کی انتظامیہ اپنی آپس کی رسّا کشی چھوڑ دیں یہ جو کرنے کے کام ہیں ان طرف دھیان دیں۔

دوسری مثال برطانیہ میں علماء کی مجلس میں کی گئی ایک تقریر میں فرمایا کہ میں جنگ اخبار دیکھ رہا تھا تو اس میں کسی صاحب کا مضمون تھا کہ یہاں علماء کے اختلاف کی وجہ سے بہت نقصان پہنچا ہے، یہ چاند کے مسئلہ کا اختلاف ایسا ہے کہ ہمیں سمجھ میں نہیں آتا کہ ہم کس کی اقتداء کریں، ایک مولوی یہ کہہ رہا ہے دوسرا مولوی یہ کہہ رہا ہے۔

قاضی مجاہد الاسلام صاحب اور دوسرے علماء بھی بیٹھے ہوئے تھے تو قاضی صاحب نے کہا کہ اس کا سب سے آسان طریقہ یہ ہے کہ جن لوگوں کے اس سلسلہ میں خیالات الگ الگ ہیں ان کو ایک جگہ جمع کیا جائے اور

ہندوستان و پاکستان سے علم ہیئت کے ماہرین کو بلایا جائے اور تمام لوگ اپنی اپنی آراء ان حضرات کے سامنے رکھیں، اور مختلف نشستوں میں بحث و تمحیص کی جائے اور پھر ان ماہرین سے دلائل طلب کر کے ایک فیصلہ کرلیا جائے جو پورے یو، کے میں لاگو ہو اگر اس طرح سے کام کریں گے تو مسئلہ حل ہوسکتا ہے، لیکن آدمی تھوڑی سی اپنی انا کو چھوڑ دے اس کے لئے ضرورت ہے تزکیہ کی، علم کے ساتھ تزکیہ کی ضرورت ہے وہ اس لئے ہے کہ آدمی کی انا علمی مسئلوں میں نہ رہے اور یہ سوچے کہ امت کا فائدہ کس چیز میں ہے، اور جب ساری امت کے علماء اس پر جمع ہوگئے اور سب نے مل کر یہ فیصلہ کرلیا تو اب مجھے اپنی رائے چھوڑ دینی چاہئے۔

اور مولانا تقی عثمانی صاحب (دامت برکاتہم) نے تو بڑی اصولی بات بیان فرمائی ہے کہ مسائل دو قسم کے ہیں، منصوص اور مجتہد فیہ، منصوص مسائل میں تاویل کی گنجائش نہیں ہوتی، اس میں تو آپ تصلب اختیار کریں، آپ اپنے موقف پر مضبوط جمے رہیں، لیکن جو مجتہد فیہ مسائل ہیں ان میں زبردستی نہیں ہوتی، ان میں آپ اصرار نہ کریں، اس میں یہ دیکھیں کہ امت کے عمومی مسائل کا حل کس چیز میں ہے، میرے بھائیو! یہ بات یہاں کے مقامی علماء کو سمجھ میں آجائے تو ان شاء اللہ بہت سے فتنوں سے دور ہوجائیں گے۔

میں نے محسوس کیا کہ ہم چھوٹے چھوٹے مسائل کی وجہ سے ایک دوسرے سے دور ہو جاتے ہیں، کوئی ایسی بڑی بات نہیں ہوتی لیکن ہم ایک دوسرے سے دور کھڑے ہیں، اور علماء امت کا ایک دوسرے سے دور ہونا اور

ایک دوسرے کے خلاف باتیں کرنا امت کے لئے بالکل سم قاتل ہے، یہ زہر امت کو تباہ و برباد کررہا ہے، چونکہ اللہ تعالیٰ نے ان علماء دین ہی کو مقتدیٰ بنایا ہے، یہی وہ حضرات ہیں جن کے ذریعہ امت کو روشنی مل سکتی ہے۔

حضرت کے اس ملفوظ کے بعد کچھ اور تشریح کی ضرورت نہیں صرف یہ کہوں گا کہ کاش! اس مشورہ پر عمل کی نیت سے کوشش شروع کی جائے۔

(۲) جگہ جگہ مسلمانوں کی بے حسی اور غفلت کی طرف توجہ دلائی گئی ہے۔

(۳) صرف مرض کی نشاندہی ہی نہیں کی گئی ہے بلکہ اس کا علاج بھی بتایا گیا ہے۔

(۴) زبان بالکل سادہ ہے کہ جس میں سامعین کا خیال رکھا گیا ہے کہ جو بات کہی جائے وہ سامعین کو سمجھ آجائے اور اسکی وجہ شاید وہ ایک واقعہ ہے جو حضرت نے اپنے ایک بیان میں خود فرمایا ہے۔

فرماتے ہیں کہ میں جب ڈابھیل مدرسہ میں پڑھتا تھا تو مجھے مولانا آزاد کی کتابیں دیکھنے کا بڑا شوق تھا اور مولانا آزاد کی کتابیں میں باربار پڑھتا تھا چنانچہ اس زمانہ میں مولانا آزاد کے جملے میرے دماغ میں نقش ہوگئے تھے، اور میں جب کبھی دیہاتوں میں مولانا عبدالجبار صاحب کے ساتھ جاتا تھا تو تقریر میں وہی الفاظ نکلتے تھے تو میرے ایک رشتہ دار ریٹائرڈ مجسٹریٹ تھے انہوں نے مجھ سے کہا کہ بھائی! تم جب گاؤں میں تقریر کرو تو ابوالکلام کی زبان مت بولا کرو، اس لئے کہ دیہات کے لوگ مولانا ابوالکلام آزاد کی زبان نہیں

سمجھتے، لہذا جب گاؤں میں آکر تم تقریر کرو تو سیدھی سادی اردو بولا کرو اس لئے کہ یہ لوگ ابوالکلام کی زبان نہیں سمجھ سکتے، تو مجھے تنبہ ہوا میں نے کہا کہ واقعی یہ میری غلطی ہے کہ میں ایسی زبان استعمال کرتا ہوں۔
(صدائے دل ج ا ص ۲۱۹، ۲۱۸ بتغیر)

(۵) صرف کتابی باتیں بیان نہیں کی گئی ہیں بلکہ کتاب زندگی کے تجربات بھی بیان کئے گئے ہے۔

(٦) علماء وطلباء کے مجمع میں جو وعظ ہوا ہے اس میں اس بات کی طرف بھی اشارہ اور نشاندہی کی گئی ہے کہ کونسی کتابیں پڑھنی چاہئے، کس مصنف کو پڑھنا چاہئے، اسی طرح مصنف کی خوبی اور بعض اچھی کتابوں کے نام بھی بتائے گئے ہیں۔

(۷) جگہ جگہ اپنی بات کو سمجھانے کے لئے بزرگوں کے واقعات کو بیان کیا گیا ہے۔

(۸) یہ سبق دیا ہے کہ ایک مسلمان کو چاہے حالات کیسے بھی ہوں اللہ تعالی کی ذات سے ناامید نہیں ہونا چاہئے، مناسب حال اسباب کو اختیار کرتے ہوئے ہمیشہ اللہ تعالی کی ذات سے پرامید رہنا چاہئے۔

(۹) بزرگوں کے دامن سے ہمیشہ وابستگی رہنی اور رکھنی چاہئے۔

(۱۰) زمانے کے حالات اور اس پر مطلع ہونے کے جو اسباب ہیں ان کو اختیار کرنا چاہئے اس بات کو بھی مختلف انداز سے موقع بموقع بیان کیا گیا ہے۔

آج کے دور میں کام کیسے کیا جائے اس کے متعلق فرماتے ہیں کہ اس

دور میں کام کرنے کا ایک طریقہ تو یہ ہے کہ ہم اسٹیج پر بیٹھیں اور وہاں زور زور سے تقریر کریں اور دوسرا طریقہ یہ ہے کہ ہم خاموشی سے کام کریں اس دور میں ہنگامہ آرائی سے ناکامی ہوتی ہے ہمارا اپنا تجربہ اور بزرگوں سے سن سن کر یہ معلوم ہوا کہ ہنگامہ آرائی کا طریقہ بالکل غلط ہے اور ہر جگہ کا یہی حال ہے۔

(۱۱) احساس کمتری کا شکار نہیں ہونا چاہئے، احساس برتری ہونا چاہئے وغیرہ وغیرہ

(۱۲) بیان کا انداز بالکل ناصحانہ ہے، نہ طعن و تشنیع ہے اور نہ غصہ بلکہ واقعی ''صدائے دل،، ہے اور اپنا پن ہے جو دلوں کو جھنجوڑتا ہے اور باتیں خود بخود سامعین کے دلوں میں اثر اور گھر کرتی چلی جاتی ہیں۔

اور بیانات کا یہ مجموعہ صرف ''صدائے دل،، ہی نہیں بلکہ ''دوائے دل،، بھی ہے اور بقول حضرت دامت برکاتہم کے وعظ ''ایک دوا،، ہے حضرت ایک جگہ فرماتے ہیں کہ میں تو حضرت مولانا علی میاں صاحب ندویؒ کا ایک جملہ دہراتا ہوں حضرت مولانا نے فرمایا تھا کہ لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ وعظ ایسا ہوتا ہے کہ اس میں کوئی اچھے اشعار پڑھے جائیں، مولانا فرماتے تھے کہ وعظ تو وہ ہوتا ہے جو کڑوا ہو یہ تو دوا ہے، تو یقیناً حضرت دامت برکاتہم کے بیانات کا یہ مجموعہ واقعی ''امت کے مرض کی دوا،، ہے۔ (بتغیر)

اور ایک جگہ فرمایا کہ وعظ وہ نہیں ہوتا ہے جو قوم کے مزاج کو دیکھے کہ یہاں فلانے قصے بیان کریں گے، اشعار پڑھیں گے تو لوگ بہت خوش ہوں گے کہ ماشاء اللہ بڑی زبردست تقریر کی مولانا نے، ہم تو یہ کہتے ہیں کہ قوموں کے جو امراض ہیں ان پر انگلی رکھو کہ ہم غلط راستہ پر جارہے ہیں ہمیں واپس آنا

ہے اسلام کی طرف ہمیں واپس آنا ہے صحابۂ کرام کی سیرت کی طرف واپس آنا ہے۔

حضرت دامت برکاتہم کا جو ملفوظ ابھی ذکر کیا آپ کے بیانات کا یہ مجموعہ ''صدائے دل،، اسی کی ترجمانی کررہا ہے، کاش کہ امت مسلمہ اس کو عمل کی نیت سے پڑھے۔

ثمرہ

اللہ تعالی نے حضرت دامت برکاتہم العالیہ کو جن ظاہری و باطنی خوبیوں سے نوازا ہے وہ اپنے بزرگوں سے گہرے تعلق کا ثمرہ ہے۔

سنجیدہ مصروفیت

آپ کا دماغ ہر وقت سنجیدہ مصروفیت میں رہتا ہے۔

توازن واعتدال

آپ کا ایک خاص وصف علم وعمل کی جامعیت اورتوازن واعتدال ہے۔

دینی غیرت وحمیت

آپ کی ایک خاص صفت، دینی غیرت وحمیت ہے آپ اللہ تعالی کے دین کو نقصان پہنچتا دیکھ کر تڑپ جاتے اور کچھ کرنے کے لئے بے چین ہوجاتے ہیں، اس کی کئی مثالیں ہیں ان میں سے ایک مثال پیش کرتا ہوں۔

ابھی جو حکومت زیر اقتدار ہے اس کی زیر نگرانی ہی کہا جائے گا ایک تحریک شروع کی گئی تھی جس کو ''گھر واپسی،، کا نام دیا گیا تھا، اسی طرح کچھ ایسی باتیں سرکاری اسکول میں شروع کرنے کا وہ سوچ رہے تھے جو اسلام

مخالف اور مشرکانہ عمل تھا اور جو مسلمانوں کے عقیدوں کے بالکل خلاف تھا تو حضرت نے اس کے لئے خود بھی چند جگہوں پر بیانات فرمائے اور مسلمانوں کو بروقت اس سے آگاہ کیا اور علماء کرام سے بھی گذارش کی کہ وہ اپنے اپنے طور پر اس فتنہ سے مسلمانوں کو آگاہ کریں اور اس کے لئے علماء کرام کی خصوصی مجلس کا بھی انعقاد کیا اور اس سے کیسے نمٹا جائے اس پر سوچ بچار کیا گیا۔

آپ کے چند اوصاف حمیدہ کا اجمالی ذکر

حضرت دامت برکاتہم العالیہ حکمت دین سے واقف، صاحب فہم و بصیرت اور مدبر عالم، قوم کے دردمند مصلح اور ملت کے ہمدرد، زمانہ کے نبض شناس، وقت کے تقاضوں اور حالات سے باخبر رہنے والے عالم دین ہیں۔

آپ کو کتابوں کی بہت سی عبارتیں اور اہم قطعات زبانی یاد ہوتے ہیں

حضرت دامت برکاتہم العالیہ کی ایک خوبی یہ ہے کہ آپ کو بہت سی عربی اور اردو کتابوں کی اہم اہم عبارتیں اور اہم اہم قطعات اور اشعار زبانی یاد ہیں اور ضرورت کے موقع پر آپ ان کو بغیر جھجک کے بلا تکلف پڑھتے اور سناتے جاتے ہیں، اس کی وجہ شاید مفکر اسلام حضرت مولانا علی میاں صاحب ندویؒ کے بتائے ہوئے طریق پر آپ کا مطالعہ کرنا ہے، خود حضرت ایک جگہ فرماتے ہیں کہ حضرت مولانا علی میاں صاحب ندویؒ فرمایا کرتے تھے کہ جب بھی کوئی کتاب پڑھیں اور اس میں اچھے اچھے مضامین ہوں تو اس کو اتنی مرتبہ پڑھو کہ اس کی عبارتیں آپ کے ذہن میں نقش ہوجائیں، کوئی مضمون اچھا ہے

ایک مرتبہ پڑھو، پھر دوسری مرتبہ پڑھو، پھر تیسری مرتبہ پڑھوتا کہ وہ دماغ میں بیٹھ جائے یہ ضروری ہے اور انہوں نے خود فرمایا کہ میں نے احمد امین کی کتاب ''فجر الاسلام''،''ضحیٰ الاسلام''،''ظہر الاسلام کو اتنا پڑھا ہے کہ ان کے صفحے کے صفحے میرے ذہن میں محفوظ ہوگئے،اور ایک مجلس میں فرمایا کہ میں نے ان کتابوں کو پڑھا نہیں بلکہ چاٹا ہے۔(کاش کہ حضرت کی اس بات اور مشورہ کو ہر طالب علم اپنے لوح دل پر نقش کرلے)

اور ایک جگہ حضرت فرماتے ہیں کہ ہمارے بچوں کی ایک کمزوری یہ ہے کہ وہ ''محفوظات''،کی طرف دھیان نہیں دیتے،عربی کے نثر اور نظم کے جتنے اچھے قطعات ہیں انہیں عربی اول سے ہی یاد کرنا چاہئے،عمدہ قسم کے اشعار اور عمدہ قسم کے قطعات ہمارے ذخیرۂ حفظ میں ہونے چاہئے،عرب ممالک میں تو ''محفوظات''،کی کتابوں کا بہت رواج ہے اور اس سلسلہ میں کافی کتابیں چھپ چکی ہیں۔

علمی لگن

حضرت دامت برکاتہم العالیہ کی عادت شریفہ میں سے ایک عادت یہ بھی ہے کہ آپ کو ہمیشہ کچھ نیا سیکھنے کی دھن رہتی ہے اس سلسلہ میں دو واقعات ذکر کرتا ہوں۔

(۱) حضرت دامت برکاتہم العالیہ لکھتے ہیں کہ اپنے سفر ''قطر''، کے دوران جمعہ کی نماز کے لئے ایک مسجد جانا ہوا اس موقع پر امام صاحب نے لمبا خطبہ پیش فرمایا اور اخیر میں فرمایا ''وللحديث بقية،وان شاء الله ساقدم

فی الجمعة القادمة بشرط البقاء و اللقاء ،،ان کا یہ خوبصورت جملہ مجھے بہت اچھا لگا اور فوراً میں نے اسے اپنے نہاں خانۂ دماغ میں محفوظ کرلیا۔

(۲) اور لکھتے ہیں کہ بمبئی میں مصریوں کا ''المرکز الثقافی المصری ،،تھا، ترکیسر کے قیام کے زمانے میں ایک دن بمبئی جانا ہوا تو میں نے اپنے پاس کافی وقت دیکھ کر ''المرکز الثقافی ،، کا رخ کیا وہاں پہنچ کر ''غرفة الاستقبال ،، میں داخل ہوا جہاں مصری خاتون تشریف رکھتی تھیں میں نے ان سے کہا ''السلام علیکم ،انا من طلبة العلم ،جئت هنا لاستفید من مکتبتکم ،انہوں نے فوراً کہا ''اهلا و سهلا ،،اور ایک نوکر کو آواز دی اور کہا ''محمد! تعال ،، یہ سن کر وہ جلدی سے آیا انہوں نے چابی نکالی محمد کو دی اور کہا ''خذ المفتاح و فرج باب المکتبة ،، یہ سن کر میں سوچنے لگا اوہو! ہم نے تو پہلے کبھی یہ تعبیر نہیں سنی تھی ہم تو ''فرج ،، کی جگہ ''افتح ،، ہی بولتے چلے آرہے ہیں۔

ذوقِ مطالعہ

علم میں پختگی اور علمی استحضار کے لئے مطالعہ بہت ضروری ہے علمی اعتبار سے جتنی بھی بڑی شخصیات گذری ہیں انہوں نے مطالعہ پر مواظبت فرمائی ہے، حضرت دامت برکاتہم العالیہ خود ایک جگہ فرماتے ہیں کہ چند کتابیں پڑھ کر یا پانچ سال یا آٹھ سال پڑھ کر اپنے آپ کو عالم نہ سمجھیں علم ایک بہت وسیع دریا ہے جو آٹھ سال میں طے نہیں ہوا کرتا، یہ درس نظامی جو مدرسوں میں پڑھایا جاتا ہے اس کا مقصد تو صرف یہ ہے کہ ہمارے اکابر نے جو کتابیں لکھی

ہیں ہم انہیں سمجھنے اور حل کرنے کے قابل ہوجائیں، علم کا دروازہ تو اس کے بعد کھلنا شروع ہوتا ہے وہ بھی اس وقت جب کہ مطالعہ پر مواظبت رہے، اسی لئے سند کے اندر ہمارے اکابر یہ عبارت لکھتے ہیں ''ان استمر علی المطالعۃ،، اگر یہ طالب علم مطالعہ کے اوپر مداومت کرے گا تو اس سے ہم یہ امید کرتے ہیں کہ یہ دین کا اچھا کام کرے گا، تو اس سے یہ بات معلوم ہوئی کہ ہر عالم کے لئے اہتمام کے ساتھ مطالعہ بہت ضروری ہے تبھی علم تازہ و مستحضر رہتا ہے اور علم میں وسعت اور عمق و گہرائی پیدا ہوتی ہے۔

حضرت دامت برکاتہم العالیہ کا روزانہ کا مطالعہ کا معمول ہے خود فرمایا کہ میں روزانہ کتابیں پڑھتا رہتا ہوں، بیٹھے بیٹھے کبھی چالیس صفحے پڑھ لئے کبھی پچاس صفحے پڑھ لئے، اور فرمایا کہ جب تک ہم زندہ ہیں ہم طالب علم ہیں اگر آدمی اپنے آپ کو مرتے دم تک طالب علم نہ سمجھے تو وہ علم حاصل نہیں کرسکتا۔

پاکیزہ ذوق

اللہ تعالیٰ نے حضرت کو دنیا کی سیاحت کا موقع بھی خوب دیا ہے آپ نے مختلف ممالک کا سفر کیا ہے اور پھر وہ سفر بھی برائے سفر نہیں بلکہ اس میں بھی دین کی خدمت کا پہلو غالب رہا ہے ان اسفار میں حضرت والا کی ایک عادت یہ رہی ہے کہ آپ جس ملک میں بھی تشریف لے گئے ہیں وہاں کی لائبریری میں آپ ضرور وقت نکال کر تشریف لے جاتے ہیں اس سے قارئین کا بہت

زبردست فائدہ ہوگیا ہے کہ حضرت نے جن لائبریریوں کو دیکھا ہے ان کا ذکر اپنے بیان اور سفرنامہ میں کیا ہے جس سے اب وہاں کے رہنے والے علماء اور علم کے قدردان اور اسی طرح دوسرے ملکوں سے وہاں پہنچنے والے مسافروں کے لئے ان سے استفادہ آسان ہوگیا ہے، اسی طرح آپ نے لائبریری میں مسلمانوں کو کیا کام کرنا چاہئے اس کے بارے میں سمجھایا بھی ہے، کاش کہ اس طرف بھی ویسی ہی توجہ دی جائے جیسی توجہ دینے کی ضرورت ہے، اسی طرح آپ نے ایسی لائبریری کا ذکر بھی کیا ہے کہ جس میں اسلامیات کے نام پر نبوت پر ڈاکہ ڈالنے والے (قادیانیوں) کی کتابیں رکھی گئی ہیں، اب یہاں افسوس اور سوچنے کی بات یہ ہے کہ اس کی طرف توجہ ایک مسافر شخص دلا رہا ہے مقامی علماء کیا کر رہے ہیں؟ یہ کچھ کرنے کے کام ہیں جن کی طرف سے مکمل بے اعتنائی اور بے توجہی برتی جارہی ہے، علماء کا ایک بڑا طبقہ یا تو بالکل سست بیٹھا ہے یا پھر جزئی مسائل کے اختلاف میں ہی الجھا ہوا ہے، حضرت والا نے تو نشاندہی کر دی ہے اب کام کو پورا کرنا اور اس پر دھیان دینا مقامی علماء کا کام ہے کہ وہ اپنے یہاں کی لائیبریریوں میں جا کر اسلامیات کا شعبہ اور اس میں رکھی ہوئی کتابوں کا معائنہ کریں اور کرتے رہے اور اچھی اور مفید کتابیں وہاں رکھیں اور رکھوائیں، تو حضرت والا کا اپنے ہر سفر میں یہ ایک پاکیزہ ذوق رہا ہے کہ وہاں کی لائبریری کا معائنہ اور اس میں رکھیں کتابوں کا مطالعہ اگر وقت اجازت دے یا پھر کم از کم اسکی فہرست کو ملاحظہ فرماتے ہیں۔

علمی استفادہ

بزرگوں نے لکھا ہے کہ علم حاصل کرنے میں شرم محسوس نہیں کرنی چاہئے، جو علم کے حصول میں شرم سے کام لیتا ہے وہ بہت سے علوم سے محروم رہ جاتا ہے، آدمی بہت سی مرتبہ سامنے والے کو سوال کرنے سے شرم محسوس کرتا ہے حالانکہ کہا یہ گیا ہے کہ ''حسن السوال نصف العلم،، اچھا سوال نصف علم ہے اوراس میں بھی پھر کسی استاذ کا اپنے کسی شاگرد کو اس کے عالم بن جانے کے بعد اس سے اس انداز میں سوال کرنا کہ مجھے فلاں بات سمجھ میں نہیں آرہی ہے میری رہنمائی فرمائی جائے بڑی بات ہے اس کے لئے بڑا حوصلہ اور جگر چاہئے ایسا بہت کم دیکھنے میں آیا ہے، مگر اللہ تعالی نے حضرت دامت برکاتہم العالیہ کو وہ حوصلہ دیا ہے کہ آپ کسی بات کو اپنے شاگرد سے بھی پوچھنے میں عار محسوس نہیں کرتے اسکی میں ایک مثال پیش کرتا ہوں۔

خطیب الامت حضرت مولانا ابرار احمد صاحب دھلیوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہمارے مدرسہ کے مہتمم حضرت مولانا عبداللہ صاحب کاپودروی دامت برکاتہم نے ایک دن کسی کتاب میں دیکھا کہ اللہ تعالی کی تجلی جو ہے وہ سیاہ ہے تو یہ بات ان کی سمجھ میں نہیں آئی، تو انہوں نے مجھ سے پوچھا تو میں نے کہا کہ یہ اصل میں یوں نہیں ہے بلکہ جتنے رنگ ہیں کلرز ہیں ان تمام رنگوں کے ختم ہونے پر ایک ایسی کیفیت پیدا ہوتی ہے کہ اس کو رنگ سے تعبیر نہیں کرسکتے تو وہاں بعض لوگ لکھ دیتے ہیں سیاہ، حالانکہ وہ حقیقۃً سیاہ بھی نہیں ہے پھر میں نے حضرت سے ایک واقعہ ذکر کیا اور آپ کو بھی اس واقعہ کو سن کریں جو

بات کہنا چاہتا ہوں وہ بات اچھی طرح سمجھ میں آجائے گی ،وہ یہ کہ شاہ عبد الرحیم صاحب ولایتیؒ اور سید احمد بریلویؒ یہ دو بزرگ شخصیتیں گذری ہیں، مشائخین نے دیکھا کہ شاہ عبد الرحیمؒ کی جو نسبت ہے اس کے انوار بہت دیکھے،مگر سید احمد بریلویؒ کی نسبت میں انوار نہیں دیکھے۔

تو لوگ کہنے لگے کہ شاہ عبد الرحیمؒ کی نسبت سید احمد بریلویؒ کی نسبت سے بڑی ہے،حاجی امداداللہ صاحبؒ فرماتے تھے کہ مشائخ کے فیصلے میں غلطی ہوئی ہے، وہ یہ ہے کہ جہاں انوار ہے وہ ظہور کا درجہ ہےاور سید صاحب مراتب ظہور کو ختم کر کے آگے پہنچے ہوئے تھے کہ جہاں پر کوئی رنگ ہی نظر نہیں آرہا ہے۔

اچھا! جب یہ انوار اور کلرز ہوتے ہیں اس لئے انوار کی بھی قسمیں لکھی ہیں،تو یہ جہاں ختم ہوتے ہیں وہاں اس کی تعبیر وتفہیم کے لئے کہہ دیتے ہیں کہ کوئی لون نہیں ہے کوئی رنگ اور کلر نہیں ہے تو بس ایسا جیسا تاریک معلوم ہوتا ہے،تو اس کو سیاہ سے موسوم کر دیتے ہیں حالانکہ وہ حقیقۃً سیاہ نہیں ہے،تو میں نے کہا کہ یہی وہ گہری حقیقت ہے کہ بیت اللہ کے لئے غلاف کا جو رنگ تجویز کیا گیا وہ سیاہ کیا گیا ہے کہ سیاہ رنگ پر کوئی رنگ نہیں آتا اور یہ تمکین اور استقامت کی طرف اشارہ ہے،تمکین یعنی ایسی کیفیت جو اور رنگ کو اپنے اندر نہ لے سکے،حضرت مولانا عبداللہ صاحب دامت برکاتہم نے جب یہ جواب سنا تو بہت خوش ہوئے۔

ہر بات کی تحقیق کا مزاج

شریعت اسلامیہ کی یہ تعلیم ہے کہ کوئی آ کر ہمیں یہ کہے کہ فلاں آدمی یا فلاں جماعت تمہارے بارے میں یہ یہ بات یا باتیں کہہ رہے اور کر رہے تھے تو اس کی بات کو سن کر فوراً اس کی بات پر ایمان نہ لے آؤ بلکہ اس کی بات کی تحقیق کرو کہ آیا یہ بات سچ ہے یا جھوٹ؟ اور سچ ہے تو کتنا سچ ہے اور جھوٹ ہے تو کتنا جھوٹ؟ ہم میں سے بہت سے لوگ سنی سنائی بات پر ایمان لے آتے ہیں اور پھر یہی چیز بہت سے مفاسد کا سبب بنتی ہے، حضرت مولانا مسیح اللہ خاں صاحب مرحوم فرماتے تھے کہ تحقیق تفریق سے بچائے گی، حضرت مولانا عبداللہ صاحب کاپودروی دامت برکاتہم العالیہ کو اللہ تعالی نے یہ وصف اور خوبی عطا فرمائی ہے کہ آپ سنی سنائی بات پر یقین نہیں کرتے بلکہ آپ کا مزاج ہر بات کی تحقیق کرنے کا رہا ہے۔

خطیب الامت حضرت مولانا ابرار احمد صاحب دھلیویؒ فرماتے ہیں کہ ترکیسر میں ایک مرتبہ نئ نگری مسجد کا افتتاح تھا ایک صاحب نے کہا کہ آپ تشریف لائیں ہم آپ سے افتتاح کروائیں گے، میں نے کہا دیکھو! بڑے بڑے علماء ہیں میں تو کچھ بھی نہیں ہوں ان سے افتتاح کراؤ، وہ کہنے لگے نہیں! آپ کو آنا ہوگا وہ لوگ بھی آئیں گے، میں نے کہا کون آئے گا؟ اس نے کہا مولانا عبداللہ صاحب کاپودروی، مفتی احمد بیمات صاحب، مولانا شیر علی صاحب وغیرہ، میں نے کہا یہ بڑے لوگ ہیں اور ہم تو ایسے ہی ہیں، ہمارے پاس کچھ بھی نہیں ہے، ان حضرات کی موجودگی میں افتتاح کرنا میں ادب کے

خلاف سمجھتا ہوں، اپنے بڑوں کا ادب کرتا ہوں، تم ہمیں بڑا سمجھتے ہو وہ تمہاری محبت کی بات ہے، مگر یہ ہمارے بڑے ہیں ہم ان کا لحاظ کرتے ہیں، چنانچہ بات پوری ہوگئی۔

اب انہوں نے بستی میں دوسرے لوگوں سے یہ بات کہی کہ مولوی لوگوں میں کتنا اختلاف ہے! وہ پوچھنے لگے کہ کیا ہوا؟ تو کہنے لگا کہ مولوی ابرار ایسا کہتے ہیں کہ جہاں مفتی احمد بیمات صاحب یا مولانا عبداللہ صاحب ہوں وہاں میں نہیں آؤں گا بات کو بالکل الٹا کردیا۔

اب یہ بات مولانا عبداللہ صاحب دامت برکاتہم کے کانوں میں پڑی (پہنچی) عشاء بعد میری تفریح، چہل قدمی کی عادت ہے، میں چہل قدمی کے لئے نکلا تو راستہ میں مولانا عبداللہ صاحب سے ملاقات ہوئی مسکراتے ہوئے مجھ سے کہنے لگے کیا بات ہوئی؟ میں نے بھی یہی سوال دہرایا تو انہوں نے یہ صورت حال سنائی، میں نے کہا اچھا! آپ نے یہ سنا اور حقیقۃً صورت حال یہ ہے، تو کہنے لگے کہ آپ کے بارے میں میرا یہی گمان تھا کہ آپ نے یہی کہا ہوگا لیکن لوگ اس طرح مرچ مسالہ لگا کر پیش کرتے ہیں (مفہوم)

حضرت رئیس الجامعہ اور خطیب الامتؒ کا ذکر ساتھ ساتھ آیا ہے تو دو چار باتیں جو دونوں حضرات سے تعلق رکھتی ہیں ذکر کرتا ہوں۔

(۱) حضرت رئیس الجامعہ ایک جگہ لکھتے ہیں کہ کبھی کبھی بعض احباب مولانا ابرار احمد صاحبؒ کی خیر خیریت دریافت فرماتے، تو میں کہہ دیتا تھا کہ ''ان الابرار لفی نعیم''

(۲) حضرت خطیب الامتؒ فرماتے تھے کہ میں ایک مرتبہ درسگاہ

سے نکل کر گھر جارہا تھا کہ راستہ میں حضرت مولانا عبداللہ صاحب دامت برکاتہم سے ملاقات ہوئی، حضرت کے ہاتھ میں ایک پوسٹ کارڈ تھا اور بارش کا موسم تھا پوسٹ کارڈ میں جو مضمون لکھا تھا وہ باوجود کوشش کے حضرت پورا پڑھ نہیں سکتے تھے البتہ اتنی بات سمجھ میں آرہی تھی کہ اس میں سفارشی مضمون ہے، حضرت مولانا نے مجھ سے فرمایا کہ پوسٹ کارڈ کا پورا مضمون پڑھا نہیں جارہا ہے چونکہ اس پر پانی لگ گیا ہے (وہ بھیگ گیا ہے) البتہ اتنی بات سمجھ میں آرہی ہے کہ اس میں سفارشی مضمون ہے، اس پر میں نے حضرت سے ہنستے ہوئے عرض کیا کہ سفارش پر تو پہلے ہی پانی پھیر دیا گیا ہے۔

(۳) حضرت رئیس الجامعہ ایک جگہ حضرت خطیب الامت کے متعلق لکھتے ہیں کہ باوجود علمی ترقی اور وعظوں میں عمومی اور خصوصی حلقوں میں غیر معمولی مقبولیت کے اپنے اساتذہ کے احترام ولحاظ میں ذرہ برابر کمی نہیں آنے دی، حتی کہ ''بخاری شریف،، کا درس شروع کرنے کے بعد بھی جب کبھی دفتر میں تشریف لاتے یا اپنے گھر بلاتے تو اسی نیازمندی اور احترام کا برتاؤ کرتے تھے، طلباء کی موجودگی میں ہمیشہ سامنے ادب کے ساتھ بیٹھتے تھے۔

میں ان کی خاندانی شرافت، علمی برتری اور روحانی مقام کی بلندی کے سبب ہمیشہ عزت واحترام سے ملتا تھا، مگر وہ بار بار فرماتے تھے کہ آپ کے برتاؤ سے مجھے شرمندگی ہوتی ہے۔

کبھی کبھی مزاحا فرماتے کہ طالب علمی کے زمانے کا رعب ایسا غالب ہے کہ ڈر لگتا ہے کہ کہیں ادھر ادھر ہاتھ دراز نہ ہوجائے، اب اگلا جملہ حضرت

رئیس الجامعہ کا پڑھئے اللہ اکبر ایسی تواضع وعبدیت پر رشک کیوں نہ آئے، اپنے شاگرد سے کیا فرما رہے ہیں، فرمایا کہ میں ان سے کہتا تھا کہ ہم تو ہر طرح آپ سے پیچھے رہ گئے اور آپ جیسے شاگردوں ہی کی وجہ سے ہم تو اللہ تعالیٰ کے دربار میں نجات کی امید کئے ہوئے ہیں اور فرمایا کہ میں یہ بات ان کا دل خوش کرنے کے لئے نہیں بلکہ صدق دل سے عرض کرتا تھا۔

(۴) حضرت رئیس الجامعہ کی وسعت قلبی، عالی ظرفی اور اصاغر نوازی دیکھئے لکھتے ہیں کہ ناچیز کو برصغیر ہند وپاک کے بہترین خطیبوں اور علمائے دین کے وعظ سننے کی سعادت حاصل ہوئی ہے، اس بنا پر بلا شبہ میں یہ عرض کرسکتا ہوں کہ مولانا ابرار صاحبؒ برصغیر کے صف اول کے خطیبوں میں شمار کرنے کے قابل تھے۔

(۵) لکھتے ہیں کہ میرے لئے مولانا کی وفات کی خبر واقعی صاعقۂ فاجعہ تھی، دل بے قرار ہوگیا اور اب تک اس صدمے کے اثر سے پوری طرح نجات نہیں مل سکی ہے، مولانا کی تقریروں اور وعظوں کے کیسیٹ عام ہیں، خادم زادے نے دو روز پہلے سنانا شروع کیا تو بندے کی سننے کی تاب نہ تھی، دل بھر آیا اور ٹیپ موقوف کرادیا گیا۔ (افکار پریشاں ج ۲ بتغیر)

چھوٹوں کی حوصلہ افزائی

حضرت مولانا دامت برکاتہم العالیہ کا ایک اہم وصف اور خوبی اصاغر نوازی اپنے چھوٹوں کی ہمت افزائی اور حوصلہ افزائی کرنا ہے، اور ہر بڑے میں یہ صفت پائی جاتی ہے کے وہ چھوٹوں کو نوازتے اور ان کی قدر وحوصلہ افزائی

کرتے ہیں (حضرت مولانا عاشق الٰہی بلند شہری ثم المدنیؒ ایک جگہ لکھتے ہیں کہ میں نے تبلیغی جماعت کے نمبروں پر ایک مختصر سا رسالہ لکھا تھا جو ''چھ باتیں،، کے نام سے معروف ہے، دہلی آکر میں نے اپنا یہ رسالہ حضرت مولانا محمد منظور نعمانی صاحبؒ کی خدمت میں بھیجا کہ اس کی تسہیل فرمادیں حضرت نے تھوڑی بہت ترمیم فرمائی اور لکھ دیا کہ تمہارا رسالہ پہلے ہی سے آسان زبان میں ہے اس میں اور کچھ کرنے کی ضرورت نہیں۔

میری باتوں سے متاثر ہوکر جو صرف باتیں ہی باتیں تھیں مولانا محمد منظور نعمانی صاحبؒ نے حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحبؒ کے سامنے مجھے بڑے اچھے الفاظ میں یاد کیا پھر حضرت شیخ الحدیث صاحبؒ سے بھی نہ رہا گیا انہوں نے مجھ سے ذکر فرمایا کہ میاں دیکھو! یہ تو تمہاری تعریف کر رہے تھے میں تو جیسا نا کارہ تھا ویسا ہی ہوں لیکن دونوں حضرات کے طرز عمل سے یہ سبق لیا کہ اپنے چھوٹوں کو آگے بڑھانا چاہئے چھوٹوں کی دلداری ہمت افزائی کریں گے تو وہ آگے بڑھتے رہیں گے) حضرت مولانا دامت برکاتہم العالیہ میں یہ وصف بدرجۂ اتم پایا جاتا ہے اس کی تین چار مثالیں پیش کرتا ہوں۔

(۱) میں نے خطیب الامت حضرت مولانا ابرار احمد صاحب دھلیوی رحمہ اللہ کی ۱۹۸۹ء میں لندن شہر کی کلیپٹن علاقہ کی مسجد ''مدینہ مسجد،، میں کی گئی سورۂ یوسف کی تفسیر کو کیسیٹ سے قلمبند کرکے ''لطائف سورۂ یوسف،، کے نام سے شائع کیا جب وہ کتاب حضرت دامت برکاتہم العالیہ کے ہاتھوں میں پہنچی

اس وقت آپ کینیڈا میں مقیم تھے وہاں سے مجھ پر مبارکبادی کا فون آیا اور اس کام کے کرنے پر خوب حوصلہ افزائی فرمائی۔

(۲) گجرات کے تجارتی مرکز سورت شہر سے گجراتی زبان میں ایک ماہنامہ نکلتا ہے جس کا نام ہے ''وہورا ویلفیر سوسائٹی،،اس کے ایڈیٹر مولانا یعقوب سریگت ہیں انہوں نے ابھی حال ہی میں وہورا ویلفیر سوسائٹی میں ایک مضمون لکھا تھا جس کا عنوان تھا'' کلیجہ کا لہو کاغذ پر،،(کاڑجا نو لوہی کاغڑپر)وہ مضمون حضرت مولانا دامت برکاتہم العالیہ کو بڑا پسند آیا حضرت اپنی پیرانہ سالی ضعف اور بیماری کے باوجود حضرت مولانا یعقوب صاحب سریگت ڈڈھالوی دام ظلہ کے مکان پر خود تشریف لے گئے اور ان کو اس مضمون کے لکھنے پر مبارکباد پیش فرمائی،اللہ اکبر ایسی حوصلہ افزائی کی باتیں تو ہم نے صرف کتابوں میں پڑھی تھیں کہ ماضی میں ہمارے اکابر ایسا کیا کرتے تھے،مگر آج کے اس دور میں بھی ایسے گنے چنے افراد موجود ہیں جو اپنے اکابر کی اس روایت کو زندہ کرتے ہیں۔

(۳) گجرات کے ایک مشہور مقرر جو کہ ڈابھیل جامعہ میں استاذ التفسیر بھی ہیں وہ فرماتے ہیں کہ گجرات میں ۲۰۰۲ء میں جو زلزلہ آیا تھا اسکی کار گذاری اور اس موضوع پر میں نے ''تراج گاؤں،، میں بیان کیا اور بیان کی یہ کیسیٹ حضرت دامت برکاتہم العالیہ کو بھی پہنچی حضرت اس وقت ہندوستان سے باہر تھے وہاں سے مجھ پر مبارکبادی کا فون (یا خط) آیا تو غرض یہ کہ حضرت دامت برکاتہم العالیہ کی ایک خوبی یہ بھی ہے کہ اپنے چھوٹوں کے علمی

کاموں کو اوران کے علمی کاموں کے دھن کی دل کھول کر تعریف کرتے ہیں اور ان کی ہمت اور حوصلہ بڑھاتے ہیں جو کہ آج کے اس دور میں اب خال خال ہی نظر آتا ہے۔

(۴) میں نے خطیب الامت حضرت مولانا ابرار احمد صاحب دھلیویؒ کے سورۂ یوسف کے شروع کے آٹھ (۸) دروس قلمبند کر لئے تھے کہ پتہ چلا کہ حضرت دامت برکاتہم العالیہ کی لندن اپنے صاحبزادے حافظ ابراہیم صاحب مدظلہ کے یہاں تشریف آوری ہوئی ہے، تو میں ان آٹھ دروس کو لے کر حضرت کی خدمت میں پہنچا اس وقت حضرت کی طبیعت علیل تھی بیمار چل رہے تھے میں نے آنے کا مقصد بیان کیا کہ میری چاہت یہ ہے کہ آپ اس پر ایک نظر ڈال لیں اور اس پر کچھ لکھ بھی دیں، تو حضرت نے اس پر بڑی خوشی کا اظہار کیا کہ حضرت خطیب الامتؒ کے یہ علوم کیسیٹ میں محفوظ تھے اس سے امت کو خاطر خواہ فائدہ نہیں پہنچ رہا تھا اس کی واقعی ضرورت تھی کہ اس کو کتابی شکل میں لوگوں کے سامنے لایا جاتا، تو نے ایک اچھے کام کا بیڑا اٹھایا ہے، پھر فرمانے لگے کہ میں تو آج کل بیماری کی حالت میں ہوں اور فی الحال اس حالت میں نہیں ہوں کہ اس کو دیکھ سکوں چنانچہ اس پر میں خاموش بیٹھا رہا، پھر تھوڑی دیر بعد فرمایا کہ ٹھیک ہے رکھ جاؤ چنانچہ میں ان صفحات کو وہاں چھوڑ کر چلا آیا، دوسرے ہی دن حضرت کے صاحبزادے حافظ ابراہیم صاحب مدظلہ کا فون آیا کہ والد صاحب نے یاد فرمایا ہے، چنانچہ میں حاضر خدمت ہوا تو حافظ ابراہیم صاحب بھی وہاں موجود تھے حافظ ابراہیم صاحب فرمانے لگے کہ والد صاحب کی طبیعت آپ کے سامنے ہے کہ جیسی ہونی چاہئے ویسی نہیں ہے مگر ہوا یہ کہ والد

صاحب رات کوتہجد میں اٹھے تو نمازتہجد کی ادائیگی کے بعد والد صاحب نے وہ تمام دروس پڑھ لئے جوتو نے قلمبند کئے ہیں اور پھر کہا کہ اس پر یہ تقریظ بھی موجود ہے، میں نے جب وہ صفحات ہاتھ میں اٹھائے تو اس پر حضرت دامت برکاتہم العالیہ نے فرمایا کہ میں نے جہاں ترمیم مناسب سمجھی اس جگہ نشان لگا دیا ہے، اور پھر جو باتیں ارشاد فرمائی اس وقت ان میں سے دو باتیں جواب تک ذہن میں برابر محفوظ ہیں ان کا مفہوم بھی پیش کر دیتا ہوں جو یقیناً قاری کے لئے فائدے سے خالی نہیں ہونگی، وہ یہ ہیں:

(۱) آج کل مختلف حضرات سے ایک ہی کتاب اور ایک ہی تصنیف پر تقاریظ لکھوانے کا رواج عام ہوتا جا رہا ہے بیس پچیس صفحات تو صرف تقاریظ پر خرچ ہو جاتے ہیں اب اگر وہ کتاب پانچ سو عدد چھپتی ہے تو مجموعی طور پر کتنے زیادہ صفحات اور کتنے پیسے ویسے ہی خرچ ہو جاتے ہیں، پھر فرمایا کہ ایک کتاب پر بس کسی ایک صاحب کی تقریظ کافی ہے، اور پھر فرمایا کہ یہ تو مولانا ابرار صاحب کے دروس ہیں ان پر تقریظ کی کیا ضرورت، حضرت مولانا مرحوم کو اللہ تعالی نے فن حدیث اور فن تفسیر پر بڑی مہارت عطا فرمائی تھی ان دونوں علوم پر مولانا مرحوم کی بڑی گہری نظر تھی لہذا حضرت کی شخصیت یہ خود ایک سند کا درجہ رکھتی ہے اس کے بعد کسی تقریظ کی ضرورت باقی نہیں رہ جاتی۔ (حضرت مولانا عبداللہ صاحب دامت برکاتہم نے اپنی ایک تحریر میں حضرت خطیب الامتؒ کے متعلق ''خطیب بے بدل،، کا لفظ استعمال فرمایا ہے، اس سے بھی اندازہ ہوتا ہے کہ حضرت کی نگاہ میں حضرت خطیب الامت کا کیا مقام تھا)

(۲) دوسری بات یہ فرمائی کہ تو نے جو شعر لکھا ہے اس میں غلطی ہے

اس کو برابر دیکھ لینا اور پھر فرمایا کہ ہمارے یہاں سے جو کتابیں چھپتی ہیں ان میں اکثر اشعار کو غلط نقل کیا جاتا ہے ان کی صحت کا خیال نہیں رکھا جاتا۔

جب میں خطیب الامتؒ کے سورۂ یوسف کے دروس پر کام کر چکا اس کے بعد میں نے حضرت خطیب الامتؒ کی جو خصوصی مجالس علماء کے درمیان رمضان المبارک میں مدینہ مسجد کلپٹن، میں ہوئی تھی اس پر کام شروع کیا کام جاری ہی تھا کہ حضرت دامت برکاتہم کی آمد ہماری مسجد مسجد قبا، اسٹامفورڈ ہل، لندن میں ہوئی، میں نے حضرت سے دعا کی غرض سے یہ بات کہی کہ میں یہ کام کر رہا ہوں، اس پر حضرت نے بڑی خوشی کا اظہار فرمایا اور خوب دعائیں دیں اور ایک بات یہ فرمائی کہ تو نے بہت اچھا کام شروع کیا ہے یہ مجالس تو بیانات سے بھی زیادہ مفید ہیں اور پھر فرمایا کہ یہ مجالس تو ''دریا بہ کوزہ،، ہے کیوں کہ یہ مجالس علماء کے درمیان ہوئی ہیں ان میں علمی باتیں حضرت نے بیان فرمائی ہیں۔

علم کی نشر واشاعت کا جذبہ

جب ''لطائف سورۂ یوسف،، حضرت دامت برکاتہم العالیہ کے ہاتھوں میں پہنچی تو حضرت والا نے مجھ سے یہ فرمایا کہ ماشاءاللہ کتاب میں علمی مواد ہے اگر تیرے پاس کچھ نسخے ہوں تو ان کو کاپودرا قاری خالد صاحب کاپودروی استاذ جامعہ قاسمیہ کھروڈ کو پہنچا دیئے جائیں، ہم یہ کرتے ہیں کہ گجرات کے وہ دینی ادارے جن میں دورۂ حدیث تک تعلیم دی جاتی ہے ان کے کتب خانوں میں ایک ایک نسخہ بھیج دیتے ہیں اور ایسے ابھی فی الحال پچپن (۵۵) ادارے ہیں، قاری خالد صاحب ان کتابوں کو جس ادارے کو

پہنچانا ہوتا ہے اس طرف سے جو ٹرک آتے ہیں ان کے ڈرائیور مسلمان ہوتے ہیں ان کے ساتھ بھیج دیتے ہیں، اور اس طرح ماشاء اللہ حضرت نے کئی قیمتی کتب ان اداروں میں پہنچائی ہیں اور آج بھی یہ سلسلہ جاری ہے، یہ آپ کی علم دوستی اور اسلامی علوم کے نشر واشاعت سے لگاؤ کا نتیجہ ہے۔

سادگی

حضرت دامت برکاتہم کی طبیعت کی طرح آپ کی وضع قطع میں بھی بالکل سادگی ہے آپ کے پہناوے سے کوئی اندازہ نہیں لگا سکتا کہ آپ کی شخصیت میں اللہ تعالی نے کیا کچھ کمال اور خوبیاں رکھی ہوئی ہیں، حضرت دامت برکاتہم خود اپنا ایک قصہ بیان فرماتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ ہندوستان میں ریل گاڑی میں جا رہا تھا قریب میں ایک طالب علم بھی تھا اس کی وضع قطع سے میں سمجھ گیا کہ وہ طالب علم ہے وہ مجھے نہیں پہچان سکا میں نے اس سے پوچھا کہ کیا پڑھتے ہو؟ اس نے کہا کہ میں عربی چہارم میں شرح وقایہ اور مختارات وغیرہ پڑھتا ہوں، پھر اس نے مجھ سے پوچھا کہ آپ کہاں رہتے ہیں؟ میں نے کہا میں یہاں ایک چھوٹے سے دیہات کا پودرا میں رہتا ہوں، اس نے پوچھا آپ کیا کرتے ہیں؟ میں نے کہا کھیتی کرتا ہوں، پھر میں نے پوچھا کہ شرح وقایہ کیسی کتاب ہے؟ تو کہا اچھی کتاب ہے اس میں فقہ کے مسائل ہیں، پھر میں نے کہا کہ مختارات کیسی کتاب ہے؟ اس نے کہا مختارات عربی کی بہت بڑی کتاب ہے، وہ تو مجھے دیہاتی سمجھ کر بات کر رہا تھا تو میں نے کہا کہ اچھا مختارات میں ایک سبق آیا ہے ”**الخطابة المعجزة**“، اس کے کچھ جملے یاد ہیں؟ جب میں نے یہ جملہ کہا تو وہ ذرا چوکنا ہو گیا اور دل میں

سوچنے لگا کہ یہ تو کوئی دیہاتی آدمی ہے اور ’’الخطابة المعجزة،، کی بات کررہا ہے (صدائے دل ج ا ص ۲۲۶ بتغیر)، اس واقعہ سے آپ کی سادگی کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

تجزیہ

حضرت کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ جو بات سامنے آتی ہے اس کا علمی یا جذباتی یا سیاسی تجزیہ کرکے سمجھ لیتے ہیں کہ اس بات کے کہنے اور لکھنے کا مقصد اصلی کیا ہے اور اس کی روک تھام اور اس سے نمٹنے کے لئے کیا اقدام کرنا چاہئے۔

سرپرستی

حضرت دامت برکاتہم بعض مدارس اسلامیہ وعلمیہ کی سرپرستی بھی فرما رہے ہیں ،اس سلسلہ میں حضرت کے ایک عمل کا ذکر کرنا مناسب سمجھتا ہوں، حضرت نے جب کینیڈا کی شہریت اختیار کرنے اور وہاں مستقل طور پر سکونت اختیار کرنے کا فیصلہ کیا تو آپ جن جن مدارس کی سرپرستی فرمارہے تھے انہیں کہدیا کہ اب میں چونکہ کینیڈا جارہا ہوں مستقل طور پر لہذا میں مدرسہ کے سرپرست کی فہرست میں سے اپنا نام واپس لیتا ہوں، جب آپ کو اس کے جواب میں یہ کہا گیا کہ کوئی بات نہیں ہم آپ کا نام سرپرستوں کی فہرست میں رہنے دیتے ہیں، تو حضرت نے فرمایا کہ ایسی سرپرستی کا کیا فائدہ کہ جب میں اس ملک میں موجود ہی نہیں ہوں گا، پھر فرمایا کہ میں رسمی سرپرستی کا قائل نہیں ہوں۔

افراد سازی

بہت سے افراد کو آپ نے مرد میدان بنایا، اپنی مردم گری، اور مردم سازی سے آپ نے بہت سے رجال کار تیار کئے۔

سیاست

حضرت نے کبھی عملی سیاست میں تو حصہ نہیں لیا لیکن سیاست کے اتار چڑھاؤ پر آپ کی ہمیشہ نظر رہتی ہے، اور اس کے لئے آپ روزانہ برابر مقامی اخبار کا مطالعہ فرماتے ہیں اور یہ معمول سفر میں بھی جاری رہتا ہے، سفر میں بھی آپ اس سے غافل نہیں رہتے۔

حمیت دینی

مفکر اسلام حضرت مولانا علی میاں صاحب ندویؒ کے وہ جملے جو آپ نے حضرت مولانا محمد منظور نعمانیؒ کے متعلق ان کی وفات کے بعد ایک تحریر میں لکھے تھے ان کو حضرت دامت برکاتہم کے لئے مستعار لیتا ہوں۔

وہ یہ کہ حضرت دامت برکاتہم کی ایک خوبی آپ کی حمیت دینی ہے، ایک چیز ہے حمیت اور ایک چیز ہے حمایت، حمایت میں وہ اندرونی جذبہ اور دل سوزی نہیں ہوتی وہ دل کی تپش اور ذہن کی خلش اور وہ اضطراب و بے چینی نہیں ہوتی جو حمیت میں ہوتی ہے، حالانکہ حروف دونوں کے متقارب ہیں مگر یہ اللہ تعالی بہت کم لوگوں کو دیتا ہے انہیں چنندہ لوگوں میں سے ایک حضرت والا دامت برکاتہم کی شخصیت ہے اللہ تعالی نے آپ کو دینی غیرت وحمیت کی دولت ونعمت سے مالا مال فرمایا ہے۔

قوت حافظہ

علماء نے لکھا ہے کہ قوت حافظہ خدائی روشنی ہے جس سے صالحین کو سرفراز کیا جاتا ہے، امام شافعیؒ نے اپنے استاذ حضرت وکیعؒ سے اپنے حافظے کی کمزوری کی شکایت کی تو انہوں نے حضرت الامام کو معاصی سے اجتناب کی تلقین کی اور فرمایا کہ قوت حافظہ نور الٰہی ہے جو کسی عاصی کو نہیں دیا جاتا، حضرت دامت برکاتہم کو اللہ تعالی نے حافظہ بھی خوب دیا ہے، اور عمر کے اس اسٹیج پر بھی جب کہ آپ کی عمر اسی (۸۰) سال سے متجاوز ہو چکی ہے آپ کے حافظہ کی قوت بدستور محفوظ ہے (اور ویسے آپ بچپن سے ہی بڑے ذہین تھے آپ کے ایک استاذ حضرت مولانا سید حسن صاحب دیوبندیؒ جن سے آپ نے ''نفحۃ العرب،، پڑھی تھی انہوں نے حضرت مولانا عبدالحق عمر جیؒ سے جو اس زمانے میں ''دار العلوم دیوبند،، میں ''انجمن ثمرۃ التربیت،، کے صدر اور سورتیوں کے لیڈر سمجھے جاتے تھے فرمایا تھا کہ ''تمہارا یہ سورتی بچہ ذہین ہے،، اس کا خیال رکھیں اور اس کی نگرانی فرماتے رہیں) (رشد و ہدایت کے منارص ۸۷۔۸۸ بتغیر)

خوبی

آپ کے اندر ایک خوبی یہ بھی دیکھی گئی کہ آپ ہر چیز کا خوب نوٹس لیتے ہیں اور جو چیز دیکھتے، پڑھتے اور سنتے ہیں اس پر خوب غور فرماتے ہیں اور اس کی تہہ تک پہنچنے کی کوشش فرماتے ہیں، اور حتی الامکان اسے یاد رکھنے کی کوشش کرتے ہیں اور وہ بات آپ کو عموماً یاد بھی ہوتی ہے اور جب اس کو بیان فرماتے ہیں تو ایسا محسوس ہوتا ہے کہ یہ کوئی ابھی کی دیکھی ہوئی بات ہے حالانکہ

اس کو دیکھے سنے اور پڑھے ہوئے ایک اچھا خاصا وقت گذر گیا ہوتا ہے، اور اسی طرح جو بھی اچھی بات آپ کہیں لکھی ہوئی دیکھتے ہیں مثلاً کسی سواری کے پیچھے یا کسی دیوار پر یا کسی سائن بورڈ پر یا کسی عام گذر گاہ پر اس کو پڑھنے کی کوشش کرتے ہیں اور اسے یاد بھی رکھتے ہیں اور اپنے طور پر اس کا تجزیہ فرماتے ہیں اور اس کا جو اچھا پہلو نکل سکتا ہو اس سے خود بھی فائدہ اٹھاتے ہیں اور دوسروں تک بھی اس پیغام کو موقع کی مناسبت سے پہنچاتے ہیں۔

رواداری

حضرت دامت برکاتہم العالیہ کا ایک اہم وصف دوسرے آدمی کی خوبی اور اس میں اچھائی دیکھ کر اس کا برملا اعتراف کرنا اور اسکی صلاحیتوں کا اقرار کرنا ہے چاہے پھر اس کا تعلق دوسری کسی جماعت سے ہو، حضرت خود فرماتے ہیں کہ ہندوستان میں ہم لوگ ایک مرتبہ ایک تنظیم کے ساتھ کام کر رہے تھے کہ آپس میں کچھ اختلاف ہوا پھر آٹھ دس آدمیوں نے استعفاء بھی دے دیا، بڑا ہنگامہ ہوا انہی دنوں اتفاق سے میرا مکہ مکرمہ جانا ہوا حرم شریف میں ایک آدمی مجھ سے کہنے لگا کہ صاحب فلاں صدر صاحب ایسے ہیں ویسے ہیں، میں نے کہا کہ نہیں آپ کیا بات کر رہے ہیں انہوں نے دین کا بہت بڑا کام کیا ہے ان کی اگر چند باتوں سے ہمیں اختلاف ہے اس کا مطلب یہ تو نہیں ہے کہ وہ آدمی بالکل ہی خراب ہیں، پھر میں نے کہا کہ انہوں نے بڑے بڑے خیر کے کام کئے چند مثالیں میں نے ان کے سامنے بیان کیں، اس پر اس شخص نے تھوڑی دیر کے بعد کہا کہ آپ پہلے آدمی ہیں جنہوں نے مخالف عالم کے بارے میں

اس طرح کی باتیں بتلائیں۔

عصری حسیت

حضرت مولانا ''عصری حسیت،، کے ماہر ہیں اور حضرت علی بن ابی طالبؓ کے حکیمانہ مقولہ ''کلموا الناس علی قدر عقولھم اتریدون ان یکذب اللہ ورسولہ،،لوگوں سے ان کی سمجھ کے مطابق خطاب کیا جائے تاکہ وہ نادانی سے اللہ ورسول کی بات کی تکذیب نہ کریں پر اچھی طرح عامل ہیں۔

حکمت

قرآن کریم میں اللہ تبارک وتعالی فرماتے ہیں''ادع الی سبیل ربک بالحکمۃ والموعظۃ الحسنۃ وجادلھم بالتی ھی احسن، ،اللہ تعالی نے حضرت دامت برکاتہم العالیہ کو حکمت سے وافر حصہ عطا فرمایا ہے،حضرت عمرؓ کا ارشاد ہے کہ بے شک حکمت عمر بڑھنے سے نہیں آتی بلکہ یہ تو اللہ تعالی کا ایک عطیہ ہے جسے چاہتے ہیں وہ عطا فرماتے ہیں،دین کی دعوت اور دینی ذہن بنانے کے لئے بھی حکمت کی ضرورت ہوتی ہے،

حضرت مولانا دامت برکاتہم کا اس سلسلہ میں ایک واقعہ ذکر کرنا مناسب سمجھتا ہوں،امریکہ کے ڈاکٹر سراج الدین ایک مسلم کنٹری میں اپنی فیملی کے ساتھ گئے وہاں ان سے بڑا خراب معاملہ ہوا کہ جس جگہ پچاس روپیہ کرایہ تھا وہاں ان سے تین سو روپیئے لئے گئے وہ جب واپس آئے تو اتنے متنفر ہوگئے کہ انہوں نے داڑھی رکھی تھی وہ بھی مونڈ دی ،ان سے جب حضرت

دامت برکاتہم کی ملاقات ہوئی تو آپ نے انہیں سلام کیا تو انہوں نے اپنے دل کی بھڑاس نکالنا شروع کردیا کہ اسلام ایسا ہوتا ہے ایسے مسلمان ہیں جن کو دیکھ کر ہمیں تکلیف ہوئی اور میرا پیسہ برباد ہوا وغیرہ، حضرت فرماتے ہیں کہ میں نے ان کی بات سنتے سنتے اخیر میں کہا کہ ساری دنیا بھی اگر کافر ہوجائے خدا نخواستہ تب بھی ہمارے لئے یہ جواز نہیں ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم جو دین لے کر آئے ہیں خدا کی طرف سے اس کو ترک کردیں، حضرت فرماتے ہیں کہ اس کو میری یہ بات سمجھ میں آگئی، پھر میں نے کہا کہ ڈاکٹر صاحب آپ نے جو تاثر لیا اس سے میں متفق ہوں لیکن آپ اپنی جگہ سے کیوں ہٹ رہے ہیں یہ ٹھیک نہیں ہے، یہ آپ حد سے تجاوز کررہے ہیں، میں نے دھیمے دھیمے ان سے بات کی اور انہوں نے میرے ہاتھ میں اپنا ہاتھ دیا اور کہا کہ اب میں پھر یہ بات نہیں کہوں گا اور الحمد للہ پھر اس نے ایسی بات نہیں کی۔ (مفہوم)

ذاتی کتب خانہ

حضرت دامت برکاتہم العالیہ کا ذاتی کتب خانہ بھی اچھا خاصہ ہے جن میں عربی، اردو اور دوسری کچھ زبانوں کی کتابیں موجود ہیں اور اس کے ساتھ مخطوطات بھی ہیں اور چند کتابیں تو ایسی نادر اور قیمتی ہیں کہ جو گجرات کے مدارس عربیہ کے کتب خانوں میں بھی نہیں ہیں، حضرت دامت برکاتہم العالیہ کا یہ معمول اور کوشش اور شوق رہا ہے کہ اپنے لئے اچھی کتابیں خریدی جائیں، اور شاید اس کے پیچھے حضرت مولانا عبد الرؤف صاحب پشاوریؒ کی حضرت کو نوجوانی میں کی گئی نصیحت بھی کارفرما رہی ہے، حضرت مولانا رحمہ اللہ نے

حضرت دامت برکاتہم العالیہ سے فرمایا تھا کہ کسی نائی کو دیکھا ہے کہ دوسرے کے اوزار لے کر حجامت بناتا ہو؟ عرض کیا نہیں، اس کے بعد فرمایا تو پھر مولوی کیوں دوسروں کی کتابیں لے کر پڑھاتا ہے اور تاکید فرمائی کہ فقہ، ادب، حدیث شریف، تفسیر کی ضروری کتابیں خریدنے کی عادت رکھو تاکہ آہستہ آہستہ کتابوں کا ایک اچھا ذخیرہ جمع ہوسکے، حضرت دامت برکاتہم العالیہ آگے لکھتے ہیں کہ حضرت رحمہ اللہ کی اس نصیحت کا اثر ہوا اور پھر کتابیں خریدنا اور انہیں محفوظ کرنا شروع کیا جس سے مجھے مدرسہ میں اور گھر پر بہت نفع پہنچا۔ (رشد وہدایت کے منارص ۵۸)

کتب بینی وقطب بینی

حضرت دامت برکاتہم العالیہ نے جہاں ''کتب بینی،، خوب کی ہے وہیں ''قطب بینی،، بھی خوب کی ہے، خود ایک جگہ لکھتے ہیں کہ راقم نے جن علماء ومشائخ سے ملاقات کی سعادت حاصل کی اور ان سے استفادہ کا زریں موقع میسر ہوا وہ ایک ''بڑی تعداد،، میں ہیں، جن میں عرب وعجم کے ممتاز وقابل فخر علماء بھی ہیں اور ان کی ایک طویل فہرست ہے (رشد وہدایت کے منارص ۱۷)

صحبت صالحین پر خود بھی عامل اور اپنی برادری کو ہمیشہ اس کی نصیحت

قال را بگذار مرد حال شو
پیش مرد کامل پامال شو

ان سے ملنے کی ہے یہی ایک راہ
کہ ملنے والوں سے راہ پیدا کر

حضرت دامت برکاتہم العالیہ نے خود بھی صحبت صالحین کی خوب اٹھائی ہے اور یہی مشورہ اور نصیحت اپنی برادری کو بھی دیتے رہتے ہیں کہ صحبت صالحین کا خوب اہتمام کیا جائے ،حضرت کو بزرگوں کی زیارت اور ان سے ملاقات کا شوق نوجوانی سے بلکہ یوں کہہ سکتے ہیں کہ بچپن سے ہی تھا آپ ’’رشد و ہدایت کے منار،، جو کہ حضرت دامت برکاتہم کی تصنیف ہے ص ۱۳۶۔۱۳۷ پر لکھتے ہیں کہ ۵۹/ ۱۹۵۸ء میری جب دارالعلوم دیو بند میں دو بارہ حاضری ہوئی تو ایک رفیق درس نے جن کے ساتھ مولانا علی میاں صاحب ندوی مدظلہ کے بارے میں گفتگو ہوتی رہتی تھی یہ مژدہ سنایا کہ حضرت شاہ عبد القادر صاحب رائے پوری سہارنپور میں مقیم ہیں اور لکھنو سے مولانا ابوالحسن بھی وہاں تشریف لائے ہیں اسی شام سہارنپور روانہ ہوگیا حضرت رائے پوری کے کمرے سے متصل ایک کمرے میں مولانا قیام پذیر تھے ملاقات سے مشرف ہوا دعا کی درخواست کی اور واپس آ گیا۔

اور آپ کی ہمیشہ اور خاص طور سے علماء کرام سے یہ گذارش اور نصیحت رہتی ہے کہ بزرگوں کے دامن سے وابستہ رہو، ان سے تعلق رکھا جائے، ان کی خدمت میں وقت ملنے پر یا کہہ لیجئے کہ وقت نکال کر حاضری دیں یا دوسرے جو مواصلات کے ذرائع ہے ان میں سے کسی کو اختیار کرتے ہوئے ان سے رابطہ میں رہیں اور حقیقت بھی یہی ہے کہ بزرگوں کی صحبت اوران کی نگرانی ہی سے آدمی صحیح معنی میں آدمی بنتا ہے کسی نے صحیح ہی کہا ہے کہ ۔

پیوستہ رہ شجر سے امید بہار رکھ

حضرت دامت برکاتہم خود ایک جگہ فرماتے ہیں کہ بزرگوں کی صحبت میں رہنا اوران سے خط وکتابت کرنا ہر وقت بہت ضروری ہے،اور فرمایا کہ جب آدمی اپنے آپ کو کتابوں کے لئے وقف کرتا ہے اور اکابر کی کتابیں دیکھتا ہے اور پھر اللہ والوں سے تعلق پیدا کرتا ہے تو اس میں صلاحیت اور صلاح دونوں باتیں پیدا ہوتی ہیں،ایک تو ہے دماغ کو روشن کرنا،یہ کتابوں سے ہوگا،آپ پڑھیں گے تو آپ کا دماغ روشن ہوگا،معلومات کا ذخیرہ بڑھے گا،اور ایک ہے دل کا روشن ہونا،دل کی روشنی اللہ والوں کے پاس ملے گی،حضرات صحابہ کرام کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں یہ دونوں چیزیں ملتی تھیں،آپ کی زبان مبارک سے جو علم ملتا تھا اس سے ان کے دماغ روشن ہوتے تھے،اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت سے ان کے قلوب پاکیزہ ہوتے تھے۔

اور حضرت والا علماء اور طلباء سے یہ بات بھی فرمایا کرتے ہیں کہ حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ اپنی تقریروں میں ہمیشہ ایک بات یہ فرماتے تھے کہ بھائی دیکھو!اگر آپ نے کپڑوں کے صندوق میں چھوٹی چھوٹی گولیاں رکھدیں تو جب ایک ہفتہ کے بعد صندوق کھولیں گے تو ان کپڑوں میں سے ان کی بو آئے گی اور اگر آپ نے گلاب کے پھول ان میں رکھے ہیں تو گلاب کی خوشبو ان میں سے آئے گی،حالانکہ کپڑوں میں خوشبو نہیں تھی لیکن چونکہ وہ پھول آپ نے ان میں رکھے اسکی وجہ سے ان میں گلاب کی خوشبو آنے لگی،یہ صرف صحبت کا اثر ہے،اور طلبہ سے ہمیشہ فرماتے تھے کہ

صحبت صالحین اختیار کرو طلبہ اور علماء کو اس کی شدید ضرورت ہے۔

اور ایک جگہ فرماتے ہیں کہ علم کی ضرورت یقیناً پہلے ہے، لیکن صرف علم کافی نہیں، چونکہ حضرات صحابہ کرام کو علم کے ساتھ ساتھ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت نصیب ہوئی تھی، اس لئے ان کے علم میں ایک قسم کی جلا اور روشنی پیدا ہو جاتی تھی، آج بہت سے لوگوں کے پاس علم ہے لیکن وہ علم ان کے لئے فتنہ کا باعث بنا ہوا ہے، کہیں تو آپس میں تقابل ہوتا ہے، کہیں کسی مسئلہ میں الجھے ہوئے ہیں کبھی چھوٹی چھوٹی باتوں میں مناظرہ ہوتا، اس وقت جتنا بھی گڑبڑ اہل علم کے حلقوں میں ہو رہا ہے یہ سب صالحین کی صحبت نہ ہونے کی وجہ سے ہے۔

حضرت کو اکابر کی صحبت کا کتنا اہتمام رہا ہے اس کے لئے میں صرف ایک واقعہ پیش کرتا ہوں، حضرت کینیڈا میں مقیم تھے کہ آپ کو اطلاع ملی کہ پاکستان سے حضرت مولانا مسیح اللہ خاں صاحبؒ کے محبوب خلیفہ حضرت مولانا محمد فاروق صاحبؒ کی (جو کہ حاجی فاروق صاحب کے نام سے یاد کئے اور پہچانے جاتے تھے) برطانیہ تشریف آوری ہوئی ہے تو حضرت صرف اس غرض سے کینیڈا سے برطانیہ تشریف لائے تاکہ ان کے ساتھ زیادہ سے زیادہ وقت گذارا جائے اور ایک اللہ والے کی معیت میں کچھ دن گذارے جائیں۔

حضرت دامت برکاتہم اس سفر کا ایک دلچسپ واقعہ بھی بیان کرتے ہیں فرمایا کہ میں مولانا فاروق صاحبؒ کے ساتھ ایک موٹر میں بیٹھا، موٹر میں کوئی اور آدمی تھا نہیں، میں پہلے اندر داخل ہو گیا، میرے بعد فوراً حضرت داخل

ہوگئے، حضرت جیسے ہی اندر داخل ہوئے تو کہا السلام علیکم، دوسری مرتبہ بھی ایسا ہی ہوا، حضرت پہلے داخل ہوگئے تو السلام علیکم کہا، حالانکہ اس وقت بھی موٹر میں کوئی آدمی نہیں تھا، پھر فرمایا کہ مولوی صاحب آپ جب اپنے کمرے میں اور اپنے گھر میں داخل ہوتے ہیں تو السلام علیکم کہکر داخل ہونا چاہئے اس لئے کہ ممکن ہے کہ اس میں ’’صالحین من الجن،، ہوں ان کو سلام کرلو اور گھر میں کوئی بھی نہ ہو تب بھی السلام علیکم کہکر پیر داخل کرو اور فرمایا کہ یہ موٹر کار میں بھی جو ہم داخل ہوتے ہیں اس کا بھی ایک کمرے کا حکم ہے اس لئے موٹر میں بھی اگر بیٹھو اور کوئی بھی نہ ہو تب بھی السلام علیکم کہہ کر بیٹھو۔

حضرت کی آگے آنے کی بات اب اصل پڑھنے اور سمجھنے کی ہے فرماتے ہیں کہ بزرگوں سے ایسی ہی باتیں سمجھنے کی ہیں، اس لئے ہم لوگ پوری زندگی بزرگوں کی باتوں کے محتاج ہیں، پھر فرماتے ہیں کہ آدمی اپنے آپ کو کامل کبھی نہ سمجھے آدمی اپنے آپ کو ہمیشہ محتاج سمجھے اور جنہوں نے اپنے آپ کو رگڑوایا ہے بزرگوں کی خدمت میں رہ کر اور بزرگوں نے جن کی تربیت کی ہے ہر ہر معاملہ میں ان کے ساتھ رہو، ان کے ساتھ رہے بغیر ہمارا نفس درست نہیں ہوسکتا۔ (بتغیر)

ہر کہ خدمت کرد او مخدوم شد

حضرت دامت برکاتہم العالیہ کا مزاج بزرگوں کی خدمت میں رہنے اور ان کی خدمت کرنے کا رہا ہے اور یہ وصف بچپن ہی سے اللہ تعالی نے حضرت میں ودیعت فرمایا تھا، حضرت خود ایک جگہ لکھتے ہیں جس کا مفہوم یہ ہے

کہ حضرت مفتی کفایت اللہ صاحبؒ دارالعلوم دیوبند تشریف لائے اور نماز ظہر ادا کرنے کے لئے دارالعلوم کی مسجد تشریف لے گئے ناچیز بھی حاضر ہوا نوافل سے فراغت کے بعد حضرت مفتی صاحبؒ کی جوتیاں اٹھا کر باہر رکھنا چاہا مفتی صاحب نے بہت تیزی سے میرے ہاتھ میں سے جوتیاں لیتے ہوئے فرمایا ارے بھائی! یہ میری جوتیاں ہیں ان کو کہاں لے جاتے ہو؟ میں گھبرا گیا اور ایک طرف کھڑا ہو گیا مفتی صاحب مسکرا کر آگے تشریف لے گئے، پھر ان کے ہمراہ کسی عالم نے فرمایا کہ مفتی صاحب اپنی جوتیاں دوسروں سے اٹھوانا پسند نہیں فرماتے اور تم سے یہ بات مزاحاً فرمائی ہے۔ (رشد وہدایت کے منارص ۱۹۶ بتغیر)

حضرت مولانا عبدالحئی بسم اللہ صاحب ڈابھیلیؒ کی خدمت کا موقع بھی آپ کو نصیب ہوا آپ حضرتؒ کے لئے وقفہ میں چائے بناتے تھے اور گیارہ بجے کے بعد برتن صاف کرنا اور کمرے کی صفائی کرتے تھے۔

(رشد وہدایت کے منارص ۲۸ بتغیر)

اسی طرح حضرت مولانا عبدالرؤف صاحب پشاوریؒ کی خدمت کا موقع بھی ملا آپ نے حضرتؒ کے لئے چائے بنانے اور کھانے کا نظم کرنے کی ذمہ داری اپنے ذمہ لی تھی۔ (حوالہ بالاص ۷۵ بتغیر)

اور حضرت مولانا شمس الحق افغانیؒ کے لئے آپ اپنی طالب علمی کے زمانے میں جیسے ہی عشا کی اذان ہوتی درسگاہ سے نکل کر سیدھے بنگلے پر پہنچتے اور علامہ کے لئے وضو کا لوٹا بھر کر رکھ دیتے تھے، اس پر علامہ بعض مرتبہ دعائیہ کلمات ارشاد فرماتے۔ (حوالہ بالاص ۷۰ بتغیر)

اسی طرح فرماتے ہیں کہ ۱۹۴۸ء/۴۹ء میں حضرت مدنیؒ کے مہمان

خانے میں سب سے پہلی مرتبہ حضرت شیخ الحدیثؒ، حضرت مولانا عبد القادر رائے پوریؒ، اور مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانویؒ کو ایک ساتھ پایا، ملاقات کی اور کھانے کے بعد تھوڑی دیر خدمت کرنے کا موقع بھی ملا، حضرت شیخ الحدیثؒ کی صحت اس وقت بہت اچھی تھی ہاتھ، پیر اتنے مضبوط تھے کہ میری کم عمری کے سبب دبانا مشکل ہو رہا تھا۔ (حوالہ بالا ص ۱۱۵)

اور اسی طرح فرماتے ہیں کہ مجاہد ملت حضرت مولانا حفظ الرحمٰن سیوہاریؒ ڈابھیل تشریف لائے بندے کی تدریس کا پہلا سال تھا عشا کے بعد خدمت کررہا تھا پوچھا کہاں کے رہنے والے ہیں، عرض کیا کاپودرا ایک چھوٹی بستی ہے، فوراً فرمایا ہاں، ہاں میں جانتا ہوں۔ (حوالہ بالا ص ۱۲۸ بتغیر)

بزرگوں کی خدمت اور دعاؤں کا صلہ ہے کہ اللہ تعالی نے آپ کو پھر مخدوم بنایا کہنے والے نے صحیح کہا ہے کہ ؎

ہر کہ خدمت کرد او مخدو شد

بزرگوں سے نصیحت کی درخواست

حضرت مولانا محمد یوسف بنوریؒ سے مکہ مکرمہ میں ان کی قیام گاہ ”باب العمرہ“ پر حاضر ہو کر درخواست کی کہ کاپی میں کوئی نصیحت تحریر فرمادیں، تو حضرت نے یہ تحریر فرمایا:

الا کل شیء ماخلا اللہ باطلا
وکل نعیم لا محالۃ زائل

(رشد و ہدایت کے منارص ۷۶)

فرمایا کہ شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد صاحب مدنیؒ سے کوسمبا کے اسٹیشن پر نوٹ بک پیش کرکے عرض کیا کہ حضرت! کوئی نصیحت تحریر فرمادیں، شیروانی کے جیب سے سرخ قلم نکالا اور تحریر فرمایا:

جہاں اے برادر نہ ماند بکس
دل اندر جہاں آفریں بندو بس
عشق بامردہ نہ باشد پائدار
عشق را باحی و باقیوم دار

(حوالہ بالا، ص ۱۰۹)

فرماتے ہیں کہ مجاہد ملت حضرت مولانا حفظ الرحمٰن سیوہارویؒ سے کاپی میں نصیحت لکھنے کی درخواست کی تو تحریر فرمایا ''الدین النصیحۃ،، دین خیر خواہی کا نام ہے۔ (حوالہ بالا، ص ۱۲۹)

اکابر سے مشورہ

آپ کی ایک اہم عادت یہ رہی ہے کہ اپنے ہر اہم معاملہ میں اپنے بڑوں سے مشورہ کرنا اور پھر وہ جو لائحہ عمل طے کریں اس کے مطابق کام کرنا اسکی کئی مثالیں ہیں ان میں سے چند ایک یہ ہیں:

(۱) حضرت دامت برکاتہم العالیہ لکھتے ہیں کہ مارچ ۱۹۶۶ء میں جب انہیں ''دارالعلوم فلاح دارین،، کے اہتمام کی ذمہ داری سپرد کی گئی تو کم عمری اور ناتجربہ کاری کے سبب ضروری تھا کہ بزرگوں سے مشورہ کرتا اسی مقصد سے ''حضرت مولانا محمد سعید راندیریؒ،، کی خدمت میں راندیر حاضر ہوا جامعہ

حسینیہ کے کتب خانہ میں تشریف فرما تھے محبت سے بٹھایا، بندہ نے عرض کیا کہ بندہ اس کا اہل نہیں ہے (دیکھئے یہ ہے اصل چیز جو آدمی کو کامیاب بناتی ہے کہ اپنے آپ کو مٹانا، اپنے کو اس کے لائق نہ سمجھنا، تواضع، عبدیت کہ اہل ہوتے ہوئے اپنے کو اہل نہیں سمجھ رہے ہیں اور جو یہ صفت پیدا کرلے گا تو پھر شاعر کی زبانی۔

مٹنے والوں کی رہی ہمیشہ اونچی منزل
پیس گیا سرمہ تو آنکھوں میں جگہ پائی

مگر کمیٹی والوں کا اصرار ہے کہ تجھے ہی یہ کام کرنا ہے، فرمانے لگے گھبرانے کی کوئی بات نہیں، کام کام کو سکھلاتا ہے جیسے جیسے کام کرتے جاؤ گے تجربات ہوتے جائیں گے، مشکل پیش آئے تو مشورہ کرتے رہو البتہ ایک بات یاد رکھنا کہ ''چلتے بیل کو گودے مت مارنا،، چھیر نا مت، مطلب یہ تھا کہ مدرسہ میں جو اساتذہ کام کر رہے ہیں خواہ مخواہ ان کے کام میں کیڑے نکال کر پیچھے نہ پڑنا، خردہ گیری سے پرہیز کرنا مہتمم صاحبان کو چھوٹی چھوٹی باتوں میں پکڑ کرنے میں فائدہ نہیں ہوتا، چشم پوشی بھی کرنی پڑتی ہے۔
(رشد و ہدایت کے منارص ۱۹۱۔۱۹۲ بتغیر)

اور ایک جگہ لکھتے ہیں کہ ''دار العلوم،، کے انتظامی امور کی ذمہ داری بہت کم عمری میں یعنی ۳۲ سال کی عمر میں سنبھالنے کی نوبت آئی اس لئے بار بار اساتذہ اور اپنے اکابرین کی خدمت میں حاضری دے کر مشورہ کرتا اور ان ہی کی رہنمائی میں ٹوٹی پھوٹی خدمت انجام دیتا رہا اللہ تعالی قبول فرما کر نجات کا ذریعہ بنائے۔آمین

(۲)اور ایک جگہ لکھتے ہیں کہ ۱۹۶۶ء میں بندہ ترکیسر ''فلاح دارین،، میں مدرس ہوکر کے گیا مگر دومہینوں میں وہاں نظام میں تبدیلی ہوئی اور بندے کواہتمام کی ذمہ داری سپرد کی گئی،حضرت مولانا ایوب صاحب اعظمیؒ سابق شیخ الحدیث جامعہ اسلامیہ تعلیم الدین ڈابھیل،سملک کی خدمت میں حاضر ہوکر مشورہ طلب کیا،تو فرمایا ہمت سے کام کرومگر بندے کی ایک نصیحت یادرکھنا کہ تدریس کا سلسلہ نہ چھوڑنا،ہمارے اداروں میں مدرسین کی ضرورت توہمیشہ رہتی ہے مہتمم کی نہیں،اورفرمایا کہ جن مدارس کے مہتمم مدرس بھی ہیں طلبا پران کا جو اخلاقی اثر ہوتا ہے وہ ان مہتمم صاحبان کا نہیں ہوتا جو مدرس نہیں ہیں۔(حوالہ بالاص۱۴۳)

(۳)فرماتے ہیں کہ شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحبؒ سے ایک بار تخلیہ میں مدرسہ کے پریشان کن حالات ذکرکر کے مشورہ طلب کیا،تو فرمایا''اپنی طرف سے چھوڑومت،الگ کردیں تورنج مت کرو،،۔

(رشدوہدایت کے منارص۱۱۷)

(۴)فرماتے ہیں کہ میں حضرت مفتی محمود حسن صاحب گنگوہیؒ کی خدمت میں حاضر ہوا اور جو پریشانیاں تھیں وہ تفصیلاً عرض کرنے لگا،حضرت مفتی صاحب بہت غور سے سماعت فرماتے رہے اور جب بات ختم ہوگئی تو فرمایا کہ ابھی کچھ کہنا باقی ہے؟عرض کیا نہیں یہی حالات ہیں جو عرض کرچکا ہوں۔

فرمایا جی ہاں!انہی حالات میں کام کرنا ہے ایسے حالات تو آتے ہی رہتے ہیں،اورارشاد فرمایا مولوی صاحب!ہمارے اکابرین نے بڑی قربانیوں کے بعد ان اداروں کو بنایا ہے کیا ہمارے حصے میں ان کا اجاڑنا لکھا

ہے؟ حضرتؒ کی یہ بات سن کر میں آبدیدہ ہوگیا،اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ ”کچھ افراد ایسے پیدا کرلو جو اس کام کو نبھانے کی صلاحیت رکھتے ہوں پھر الگ ہونے میں کوئی حرج نہیں، مگر ابھی نہیں،، حضرت مفتی صاحبؒ کی اس دل سوز گفتگو نے میری رائے تبدیل کردی اور اس کے بعد کئی سال کام ہوتا رہا۔ (رشد وہدایت کے منارص ۱۵۶)

اہتمام سے متعلق حضرات اکابر کی حضرت دامت برکاتہم کو نصیحتیں

(۱) حضرت مولانا محمد منظور نعمانیؒ کو ایک مرتبہ ”فلاح دارین،، کے تعلیمی کوائف معلوم کرنے اور ”دار العلوم،، کی تعلیمی ترقی کے لئے آپ سے مشورہ کرنے کے لئے دعوت دی گئی تو حضرت تین روز کے لئے تشریف لائے اور اردو سے لے کر دورہ تک ہر جماعت کے طلباء کو جانچا اور مفید مشورے عنایت فرمائے،اس میں ایک بات یہ بھی ارشاد فرمائی کہ طالب علم کی غلطیوں اور شرارتوں پر فوراً اخراج نہیں کرنا چاہئے اخراج تو سب سے آخری چیز ہے طلباء کچھ نہ کچھ شرارتیں کرتے ہیں ان کی اصلاح وتربیت کرنی چاہئے نہ کہ بات بات میں اخراج اور پھر فرمایا کہ آپ نے مولانا مناظر احسن گیلانیؒ کا وہ مضمون پڑھا ہوگا جو انہوں نے اپنی دیوبند کی طالب علمی کے بارے میں لکھا ہے کیسی کیسی شرارتیں!اگر ”دار العلوم،، کے مہتمم صاحب ان کا اخراج کردیتے تو آج امت ان کے قیمتی افکار وخدمات سے محروم ہوجاتی،اور فرمایا کہ چوں کہ آپ کے مدرسے کا عوامی چندہ نہیں ہوتا اس لئے چندہ دہندگان کا دباؤ بھی

نہیں پڑھ سکتا لہذا جو طالب علم عربی کے ابتدائی درجات میں کمزور ہو اس کو قطعاً اگلا درجہ نہ دیں، اس عمل میں تھوڑی مخالفت برداشت کرلیں، مگر اس سے تعلیمی معیار بلند ہوگا۔ (رشد وہدایت کے منار، بتغیر)

(۲) حضرت مولانا عمران صاحب بھوپالیؒ نے حضرت والا سے اہتمام سے متعلق نصیحت کرتے ہوئے فرمایا کہ میں نے تقریباً پچیس سال ''ندوہ،، کا اہتمام کیا ہے، اور اب بھوپال ''تاج المساجد،، کے دار العلوم کا ذمہ دار ہوں، اس لئے عرض کرتا ہوں کہ انتظامی معاملات میں تساہل بالکل نہ کرنا اساتذہ یا اور کارکنوں سے مدرسے کے تعلق سے جو بات بھی کرنی ہو تحریری کرتے رہو، اور ان کا چھوٹا سا پرزہ بھی فائل میں رکھو، جب تک اساتذہ کے ساتھ تعلقات اچھے رہتے ہیں تو معاملہ آسان ہوتا ہے، مگر جب کسی وجہ سے ناراضگی ہو جاتی ہے تو ایسی ایسی شکایتیں اور ظلم وزیادتی کی کہانیاں شروع ہوں گی جن کا تمہیں گمان بھی نہ ہوگا، اس لئے ہر بات تحریری ہوگی تو ضرورت کے وقت کام آئے گی، حضرت دامت برکاتہم العالیہ لکھتے ہیں کہ حضرت مولاناؒ کی ان ہدایات وارشادات سے ناچیز نے فائدہ اٹھایا اور واقعی بعد میں یہ چیزیں بہت کارآمد ثابت ہوئیں۔ (رشد وہدایت کے منارص ۱۸۱)

(۳) حضرت مولانا بدر عالم صاحب میرٹھیؒ (حضرت لکھتے ہیں کہ چہرہ اتنا روشن تھا کہ واقعی بدر عالم معلوم ہوتے تھے) نے مدینہ منورہ میں ایک مجلس میں فرمایا کہ ہمارے ہندوستان کے مدرسوں میں ''مشکوۃ شریف،، تک حدیث پاک کی کوئی کتاب طالب علم نہیں پڑھتا اور اس کا یہ نتیجہ دیکھا کہ بعض طالب علم

عربی چہارم تک مدرسہ میں پڑھ کر کسی وجہ سے مدرسہ چھوڑ دیتے ہیں اور حدیث شریف سے محروم جاتے ہیں، اس لئے بہتر ہے کہ ابتدائی درجہ سے احادیث پڑھاتے جاؤ، پہلے مختصر احادیث پھر درجہ بدرجہ کتابیں پڑھاؤ، حضرت کے اس ارشاد کے بعد ہی ''دار العلوم فلاح دارین،، میں عربی سوم سے ''ریاض الصالحین،، شروع کروائی گئی۔ (رشد وہدایت کے منارص ۱۲۴)

السوال نصف العلم

آپ کی عادت مبارکہ میں سے ایک عادت اپنے بڑوں اور اہل فن سے علمی سوالات دریافت کرنا رہا ہے اسکی تین مثالیں پیش خدمت ہیں:

(۱) آپ نے حضرت مولانا علی میاں صاحب ندویؒ سے ایک مجلس میں پوچھا کہ احمد امین، طٰہٰ حسین، اور منفلوطی کی کتابیں پڑھتا ہوں مگر اچھی طرح سمجھ نہیں سکتا اس کا کیا علاج ہے؟ فرمایا پڑھتے رہو آہستہ آہستہ مناسبت پیدا ہوگی اور لغات جدیدہ سے مدد لینے کی ہدایت فرمائی، فرمایا اگر ستر اسی فیصد مفہوم سمجھ میں آجائے تب بھی کافی ہے۔ (رشد وہدایت کے منارص ۱۳۷)

(۲) حضرت لکھتے ہیں کہ میں نے محدث کبیر حضرت مولانا حبیب الرحمٰن صاحب اعظمیؒ سے سوال کیا کہ حضرت! علم حدیث میں مہارت کے لئے کتنے سال درکار ہیں؟ حضرت نے خاص انداز سے میری طرف دیکھا اور فرمایا ''مولوی صاحب! آپ مہارت کی بات کرتے ہیں ہم نے اپنی زندگی کھپادی تب کچھ شد بد پیدا ہوئی ہے اور اب کوئی مخطوطہ دیکھتا ہوں تو کھٹک پیدا ہوتی ہے کہ یہاں یہ لفظ نہیں ہوگا پھر جب دوسرے مخطوطے سے تقابل ہوتا ہے

توصیح لفظ مل جاتا ہے۔(رشد وہدایت کے منارص۲۰۲)

(۳) حضرت مولانا سید معراج الحق صاحب دیوبندیؒ سے دریافت کیا کہ حضرت! اب اس زمانے میں پہلے جیسی استعداد والے فضلا کیوں تیار نہیں ہوتے؟ فرمایا کہ پہلے زمانے میں ابتدائی ''صرف ونحو،، کی کتابیں اور''فقہ،،''اصول،،''ادب،،فلسفہ،،منطق کی کتابیں محنت سے پڑھتے تھے،اور اس میں اتنا وقت لگتا تھا کہ ان کی ذہنی صلاحیت اور قوت اخذ پختہ ہوجاتی تھی،اس کے بعد''ہدایہ آخرین،، حسامی،، بیضاوی اور دیگر علیا کی کتب سمجھنا ان کے لئے آسان ہوتا تھا،اب جو طلبا کم عمری میں اوپر کے درجے میں پہنچ جاتے ہیں ان کی ذہنی صلاحیت ان اونچی کتابوں کے دلائل سمجھنے کے قابل ہی نہیں ہوتی۔پھر فرمایا کہ''ہدایہ آخرین،، میں مجھے اس کا خوب تجربہ ہورہا ہے۔(حوالہ بالاص۸۶بتغیر)

(۴) فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت مفتی محمود حسن صاحب گنگوہیؒ سے عرض کیا کہ حضرت! حدیث شریف کے قابل اساتذہ نہیں مل رہے،فرمایا جی ہاں! اب ہم انورشاہ اور شبیر احمد عثمانیؒ کو قبر سے نہیں لاسکتے،اب جو موجود ہیں انہی کو بنانا پڑے گا،اور فرمایا کہ''دوسرے اداروں میں جو اچھے مدرس کام کرتے ہیں اگر وہ مخلص ہیں تو اپنی جگہ چھوڑیں گے نہیں اور جو چھوڑیں گے تو کوئی نہ کوئی بات ہوگی،اس لئے نوجوان باصلاحیت اساتذہ کو ہی تربیت دے کر آگے بڑھانا ہوگا،، حضرت دامت برکاتہم العالیہ فرماتے ہیں کہ حضرت مفتی صاحبؒ کی اس رائے کی بعد میں بڑی قدر ہوئی۔(رشد وہدایت کے منارص۱۵۷)

حضرت دامت برکاتہم کا حضرت مولانا علی میاں صاحب ندویؒ اور آپ کی کتابوں سے لگاؤ

حضرت دامت برکاتہم ماضی قریب کے اکابرین میں سے جس شخصیت سے سب سے زیادہ متأثر نظر آتے ہیں اور جس شخصیت نے آپ کے قلب و دماغ پر گہری چھاپ چھوڑی ہے وہ شخصیت ہے مفکر اسلام حضرت مولانا علی میاں صاحب ندویؒ اور انکی جھلک حضرت دامت برکاتہم العالیہ کی تقریر وتحریر اور آپ کی ہر ایک ادا میں نظر آتی ہے، حضرت دامت برکاتہم خود لکھتے ہیں کہ مجھے اس بات کے اعتراف کرنے میں کوئی حرج نہیں کہ میری فکر و نظر کو مولانا کی کتابوں نے جلا بخشی ہے، اور لکھتے ہیں کہ مجھے مولانا اور آپ کی کتابوں سے اتنا تعلق ہوا کہ عربی اور اردو کی اکثر کتابیں خرید کر یا کتب خانے سے حاصل کر کے پڑھ ڈالیں، بعض کتابوں کو اس طرح پڑھا کہ عربی اور اس کا ترجمہ دونوں سامنے رکھا اور ایک ایک قطعہ پڑھتا جاتا اور ترجمہ پر غور کرتا جاتا تھا، اس طرح عربی زبان اور اس کی اردو تعبیر کا ڈھنگ بھی معلوم ہوا اور کہہ سکتے ہیں کہ اسی تعلق کا نتیجہ تھا کہ دار العلوم فلاح دارین کی درسگاہ والی عمارت کی بنیاد آپ نے حضرت ہی کے دست مبارک سے رکھوائی۔ (حوالہ بالا)

حضرت کے والد مرحوم بھی بزرگوں کے قدردان تھے

حضرت والا کا بزرگوں سے تعلق رکھنا ان سے جڑے رہنا ان سے استفادہ کرنا ہم یوں بھی کہہ سکتے ہیں کہ یہ چیز آپ کو والد مرحوم سے گویا کہ وراثت میں ملی تھی حضرت خود ایک جگہ فرماتے ہیں کہ میرے والد صاحب

اسکول کے ماسٹر تھے اور دینی علم اتنا زیادہ پڑھے نہیں تھے لیکن اخیر تک میں نے دیکھا کہ ان کے عقائد بالکل صحیح اور مضبوط تھے اور جو چیزیں حضرت تھانویؒ سے انہوں نے سن رکھی تھیں ان میں وہ اتنے مضبوط تھے کہ ذراسی بھی رعایت ان میں نہیں کرتے تھے، اور ایک دوسری جگہ فرماتے ہیں کہ والد صاحب چونکہ تھانہ بھون میں حضرت تھانویؒ کے پاس جاچکے تھے وہاں رہے تھے تو انہوں نے ہم لوگوں کو بچپن میں یہ بات سکھلائی کہ آپ اپنا جوتا ایسی جگہ نہ اتاریں کہ آنے جانے والے کا پیر اس میں الجھ جائے اور وہ آدمی گرجائے، آپ اپنا جوتا ایک طرف پر نکالئے ، میں چھوٹا تھا تب سے میرے والد صاحب نے میری یہ عادت ڈلوائی کہ جوتا اس طرح رکھیں اور یہ حضرت تھانویؒ کی تعلیم کا اثر تھا، اسی طرح حضرت کے والد مرحوم تھانہ بھون سے واپسی میں حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ کی خدمت میں بھی حاضر ہوئے تھے اور دو تین دن وہاں قیام فرمایا تھا۔ (رشد وہدایت کے منارص ۱۰۱ بتغیر)

تعمیر مسجد

حضرت دامت برکاتہم العالیہ نے اپنے گاؤں '' کا پودرا،، میں ایک مسجد ''مسجد عائشہؓ،، بھی اپنی کوشش سے تعمیر فرمائی ہے اور اس مسجد میں جب اکابر کی کا پودرا آمد ہوتی ہے تو ان کا بیان رکھا جاتا ہے، اور اسی طرح علماء کرام کو جمع کرکے وہاں تعلیمی اور تربیتی پروگرام بھی رکھے جاتے ہیں، اسی طرح رمضان المبارک میں پورا رمضان المبارک حضرت اس مسجد میں وعظ ونصیحت کی مجلس کا بھی انعقاد فرماتے ہیں ۲۰۰۸ء میں آپ نے خود پورا مہینہ یہ خدمت

انجام دی، اور دو سال پہلے رمضان المبارک میں جامعہ قاسمیہ کھروڈ کے شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد حنیف صاحب دامت برکاتہم نے یہ خدمت انجام دی۔

چند ملفوظات

اہنسا کے اصول پر کون عمل پیرا ہے

(۱) فرمایا کہ ایک طرف تو وہ دعوی کرتے ہیں کہ ہمارے مذہب کی بنیاد دو چیزوں پر ہے ''اہنسا،، اور ''دیا،، ہندی میں عدم تشدد کو ''اہنسا،، کہتے ہیں اور ''دیا،، کے معنی ہیں رحم دلی یعنی ہم کسی کے ساتھ سختی نہیں کرتے بلکہ رحم دلی سے پیش آتے ہیں اور وہ کہتے ہیں کہ اس لئے ہم جانوروں کو نہیں کاٹتے کہ یہ رحم دلی کے خلاف ہے، دیکھئے! یہ جانوروں کا تو اتنا خیال کرتے ہیں اور انسانوں کو ہلاک کر رہے ہیں اور وہ بھی کتنی بیدردی سے یہ ان کی کیسی پالیسی ہے کہ کہتے ہیں کچھ اور کرتے ہیں کچھ اور۔

میرے دوستو! ہمارا فرض ہے کہ ہم پوری دنیا میں جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیغام کو لے کر جائیں اور اس امن کے پیغام کو پوری دنیا میں عام کریں اور بتلائیں کہ ''اہنسا،، اور ''دیا،، کے اصول پر کون عمل پیرا ہے۔

مسلمان قوم کی بے حسی

(۲) فرمایا کہ ہم اپنے بھائیوں کی مدد کے لئے دل کھول کر سامنے آئیں ہم مسلمانوں کا حال بہت عجیب وغریب ہے ٹی، وی گھر میں رکھا ہوا ہے اور یہ جو حالات میں بیان کر رہا ہوں ان کو ہم لوگ اپنی آنکھوں سے ٹی، وی پر

دیکھتے ہیں کہ ہمارے مسلمان بھائیوں کے ساتھ یہ سلوک کیا جارہا ہے لیکن ہمارا ضمیر بیدار نہیں ہورہا ہے، جب کسی قوم کا یہ حال ہوجاتا ہے کہ مصائب آنے کے باوجود رجوع الی اللہ کی توفیق نہیں ہوتی اور اس میں قومی ہمدردی کا جذبہ بیدار نہیں ہوتا تو وہ قوم کبھی مشکلات سے نجات نہیں پاسکتی اور نہ ترقی کر سکتی ہے۔

(۳) فرمایا کہ مسلمان اتنی غفلت میں ہے اتنی غفلت میں ہیں کہ جس کی کوئی انتہا نہیں، ہمارا مد مقابل پوری طرح تیار ہے، اس کے ہاتھوں میں فہرست ہوتی ہے کہ کون سا گھر مسلمانوں کا ہے اس میں کتنے افراد رہتے ہیں کون سی دکان مسلمانوں کی ہے اس میں کتنا اور کس قسم کا مال ہے ساری تفصیلی فہرست لے کر باہر نکل آئے اور دس منٹ میں قیامت برپا کردی جان، مال، عزت و آبرو تمام چیزوں کو آن کی آن میں خاک میں ملا ڈالا، دکانوں میں چار چار کروڑ روپے کا مال تھا منظّم طریقہ سے جلا کر خاکستر کردیا اور مسلمان کو کچھ پتہ نہیں کہ کیا ہورہا ہے، مسلمان رات دن ٹی، وی کے سامنے بیٹھے ہیں مسلمان نوجوان اپنی دھن میں مگن رہتے ہیں اور ان کو کچھ پتہ نہیں کہ اسوقت دنیا میں کیا ہورہا ہے اور ہمارے خلاف کیسی سازشیں ہورہی ہیں حالانکہ زندہ قومیں بیدار رہتی ہیں ایسی غافل نہیں رہتیں، ذرا میڈیا کی طرف نظر کریں اور غور وفکر سے کام لیں دیکھئے ان کا صرف ایک آدمی مرتا ہے تو وہ ایک ایک مہینہ تک شور کرتے ہیں اور اگر ہمارے پچاس ہزار آدمی کسی جگہ تڑپ تڑپ کر مرجائیں تو ہمیں احساس تک نہیں ہوتا، ہم اتنا بھی نہیں کرتے

کہ کم از کم افسوس کا ایک خط لکھ کر صدر جمہوریہ اور وزیر اعظم کے نام ارسال کردیں۔

چونکہ میں فسادات کے وقت ہندوستان میں تھا اس لئے میں نے کئی ملکوں میں ٹیلی فون کئے کہ آپ لوگ کم سے کم اتنا تو ضرور کریں کہ ہر شہر سے ہزاروں ٹیلی گرام،فیکس اور ہزاروں ای میل یہاں کی حکومت کو بھیجیں کہ یہ انسانیت کے ساتھ کیا ہورہا ہے،اکیسویں صدی میں انسانوں کے ساتھ یہ برتاؤ آخر کیوں ہورہا ہے،آدمی کی روح تڑپ جانی چاہئے کہ ایک جگہ دو دن کے بعد پھر میں نے فون کیا کہ ہم نے پرسوں فون کیا تھا تو لوگوں میں کچھ حرکت ہوئی یا نہیں؟انہوں نے چند آدمیوں کے نام لئے کہ فلاں فلاں نے اس پر عمل کیا ہماری بے حسی کا یہ حال ہے،اور وہاں دیکھئے کہ پچاس ساٹھ ہزار آدمی بیچارے صرف جسم کے کپڑوں کے ساتھ گھر سے نکلے اور آسمان کے چھت کے نیچے بڑی بے کسی کے عالم میں بے یار و مددگار پڑے ہوئے ہیں اور ہم سے اتنا بھی نہیں ہوتا کہ ہم ایسے خطوط بھیجیں،آپ اپنی ناراضگی کا اظہار تو کرسکتے ہیں جب ایک بات غلط ہورہی ہے اور قانون بھی اس کے اظہار کی اجازت دیتا ہے پھر ہم کیوں نہیں کرتے؟

مسلمانوں کی یہ خاموشی،بے حسی اور بے فکری ان کو نقصان پہنچارہی ہے،مسلمانوں کو بیدار رہنا چاہئے،ہمارے نوجوانوں میں ہمت ہونی چاہئے،حکمت عملی ہونی چاہئے غیروں میں جو سمجھدار پڑھا لکھا طبقہ ہے اس کو اپنے قریب کرنا چاہئے اور ایک ٹیبل پر جمع کرنا چاہئے اور ان سے پوچھنا

چاہئے کہ تمہارا ضمیر کیوں تکلیف محسوس نہیں کرتا، تمہارے دو آدمی مرتے ہیں تو تم زمین آسمان ایک کر دیتے ہو یہاں ہزاروں انسان اس طرح تڑپ تڑپ کر مر رہے ہیں کہ ان کا کوئی پرسان حال نہیں! ذرا سوچیں کہ وہ بچہ جس پر پٹرول ڈال کر اس کی ماں کے سامنے اس کو زندہ جلا دیا گیا، اس بیچارہ نے کس طرح سسک سسک کر جان دی ہوگی اور اس کی ماں کا کیا حال ہوا ہوگا؟

میرے بھائیو! ہم خود بے حس ہوگئے ہیں ہم جب حساس ہوں گے تب جا کر غیروں میں احساس پیدا کرسکیں گے، علامہ اقبالؒ نے کیا خوب کہا ہے ؎

احساس عنایت کر آثار مصیبت میں

علامہ اقبالؒ دعا کر رہے ہیں اے اللہ! اس قوم کو احساس عنایت کر، ان میں احساس تک نہیں ہے۔

اظہار خوشی کا ایک طریق

(۴) فرمایا کہ میں حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ کو دیکھا حضرت کے چھوٹے صاحبزادے مولانا ارشد صاحب جب چھوٹے تھے اور ان کا ایک پارہ حفظ ہو جاتا تھا تو حضرت مٹھائی منگوا کر تقسیم فرماتے تھے جب دوسرا پارہ ختم ہوتا تو پھر حضرت مٹھائی منگوا کر تقسیم فرماتے تھے، ہمارے بزرگوں کو اس کا بہت اہتمام رہتا ہے کہ میرے بچہ نے ایک پارہ حفظ کرلیا چلو مٹھائی تقسیم کریں اور جب ختم قرآن ہو گیا تو حضرت نے بہت بڑی دعوت کی تھی، اس سے ان کی دلچسپی کا اندازہ ہوتا ہے۔

حافظ ابن حجرؒ نے جب فتح الباری ختم کی تو تین سو علماء کی دعوت کی ،حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحبؒ نے جب بخاری شریف کی شرح مکمل کی تھی تو بہت بڑی دعوت کا اہتمام فرمایا تھا۔

صفائی

(۵)فرمایا کہ ابھی ہمارے یہاں سورت میں پندرہ دن پہلے ایک بہت بڑا جلسہ ہوا، وہاں بہت سے تعلیم یافتہ لوگ تھے، میں نے ان سے کہا کے بڑے دکھ کی بات ہے کہ ہم سب مسلمان ہیں، اس کے باوجود ہم صفائی کا خیال نہیں رکھتے، حالانکہ قرآن کریم کہتا ہے''ان اللہ یحب التوابین ویحب المتطھرین ،،اللہ تعالیٰ توبہ کرنے والوں کو اور پاک صاف رہنے والوں کو پسند فرماتے ہیں اور ادھر حال یہ ہے کہ مسلمانوں کے گاؤں، مسلمانوں کے محلے گندگی سے بھرے ہوئے ہوتے ہیں، ہمارے بڑے بڑے تعلیمی اداروں کے سامنے دیکھو تو گندگی پڑی ہوتی ہے، ارے! قرآن کریم تو یہ کہہ رہا ہے کہ اللہ پاک صاف ستھروں کو پسند کرتا ہے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم یہ فرمارہے ہیں کہ''نظفوا افنیتکم، ،تم اپنے صحنوں کو صاف رکھا کرو، حدیث شریف یہ کہہ رہی ہے اور مسلمان اس کے خلاف کررہا ہے، یہ کیسا اسلام ہے؟ قرآن کریم ایک بات کا حکم دے رہا ہے اور حدیث شریف سے اسکی تائید ہورہی ہے اور ہم اس کے خلاف کررہے ہیں، اب مسلمان کی یہ پہچان بن گئی ہے کہ کسی مسلمان محلّہ میں آپ جائیں گے تو وہاں گندگی پڑی ہوگی، بکریاں بندھی ہونگی اور پرانی چادریں اور لنگیاں لٹکی ہوں گی، اس سے لوگ سمجھ جاتے

ہیں کہ یہ مسلمانوں کا محلّہ ہے اور آپ کسی انگریز محلّہ میں چلے جائیں تو آپ دیکھیں گے کہ وہ بالکل صاف ہوگا، گھروں کے سامنے چمن (Garden) ہوں گے ان کے گھروں کو آپ بہترین طریقہ سے سجایا ہوا پائیں گے، آپ ان کے یہاں کچرا بالکل نہیں دیکھیں گے۔

کل میں یہاں ایک مسجد میں نماز پڑھنے کے لئے گیا میں نے دیکھا کہ محلّہ میں بہت کچرا پڑا ہوا تھا میں نے سوچا کہ لندن آکر بھی ہمارا دماغ صاف نہیں ہوا، اگر ہماری مسجدوں کے صحن میں مسجدوں سے باہر کچرا پڑا ہوا ہے تو گویا ہم اس قوم کے سامنے اپنی غلط تصویر پیش کررہے ہیں، یہ لوگ سوچیں گے کہ یہ قوم اپنے مذہبی مقامات کو بھی صاف ستھرا نہیں رکھ سکتی۔

ابھی دو تین سال پہلے بولٹن میں ہم نماز پڑھ کر باہر نکلے حضرت مولانا ابرار الحق صاحب ہردوئیؒ بھی مسجد میں تشریف فرما تھے حضرت جب باہر نکلے تو دیکھا کہ وہاں کچرا پڑا ہوا ہے، حضرت کھڑے ہوگئے اور فرمایا کہ بھائی! اس مسجد کے ٹرسٹی صاحبان میں سے کوئی یہاں موجود ہیں؟

لوگوں نے کہا جی ہاں! حضرت نے فرمایا ذرا انہیں بلائیے، اب لوگ وہاں جمع ہوگئے، مسجد کے ایک ذمہ دار بھی آگئے حضرت نے ان سے پوچھا کہ آپ اس مسجد کے منتظم ہیں؟ کہا کہ ہاں، فرمایا آپ کے گھر کے سامنے یہ کچرا پڑا ہوا ہوتا تو آپ اس کو پسند فرماتے؟ تو وہ کہنے لگے کہ نہیں، حضرت نے فرمایا پھر یہ اللہ کے گھر کے سامنے آپ کو کیوں پسند ہے؟ پھر سب نے ملکر وہ کچرا اٹھا لیا۔

مٹنے والوں کی رہی ہمیشہ اونچی منزل

(۶) فرمایا کہ حضرت شیخ الحدیث صاحبؒ کے یہاں یہ معمول تھا کہ صبح اتنے بجے چائے ہوگی، اتنے بجے یہ ہوگا اور اتنے بجے وہ ہوگا، ایک مرتبہ ایسا ہوا کہ مفکر اسلام حضرت مولانا علی میاں صاحب ندویؒ وہاں آئے ہوئے تھے اور وہ اشراق پڑھ رہے تھے اور چائے رکھدی گئی جب چائے رکھی گئی تو حضرت نے فرمایا کہ بھئی علی میاں کہاں گئے؟ حضرت شیخ تو جلدی جلدی بولتے تھے کہ بھئی علی میاں کہاں گئے؟ کسی نے کہا حضرت! وہ مسجد میں ہیں، کہا بلاؤ ان کو جلدی، اب ایک آدمی بھاگا ابھی وہ آدمی راستہ ہی میں ہوگا کہ دوسرے کو دوڑایا اب دوسرا بھاگ رہا ہے پھر تیسرا بھاگا، مولانا علی میاں صاحب نے جیسے ہی سلام پھیرا تو دو تین قاصد موجود پائے، یہ دیکھ کر مولانا علی میاں صاحب بغیر چپل پہنے ہوئے شیخ کے یہاں آگئے، حضرت شیخ نے فرمایا کہ علی میاں! ساری زندگی کی قضا ابھی ہی کرنی تھی؟ یہ جملہ حضرت شیخ مولانا علی میاں سے کہہ رہے ہیں لیکن میں نے دیکھا کہ مولانا علی میاں صاحب کے چہرے پر ناگواری کا کوئی اثر نہ تھا، ان حالات سے ہمیں پتہ چلتا ہے کہ ان لوگوں کو جو اللہ تعالی اس قدر بلندی نصیب فرماتے ہیں تو وہ بزرگوں کے سامنے اپنے آپ کو اس طرح مٹانے سے نصیب فرماتے ہیں۔

یہ بھی اسراف ہے

(۷) فرمایا کہ لاکھوں روپیئے ہم شادیوں کے پنڈال پر اور جلسے جلوس میں بے کار خرچ کرتے ہیں، بعض روپیہ تو اس قوم کا دین سمجھ کر بے کار خرچ

ہورہا ہے، ایک مرتبہ سورت میں سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا جلسہ ہورہا تھا اس کے لئے بڑا پنڈال لگایا اس میں طرح طرح کی لائٹیں اور ہر قسم کا شو (Show) رکھا تھا حضرت مولانا علی میاں صاحبؒ اسٹیج پر تشریف لائے آتے ہی فرمایا کہ بھائی یہ کیا اسراف ہے؟ جس نبی کی سیرت کو بیان کرنے کے لئے جلسہ کیا گیا ہے اس نبی کا امتی پیسوں کو اس طرح برباد کرتا ہے تو پھر یہ سیرت کا جلسہ کہاں ہوا؟ ہماری قوم کو ابھی تک یہ بات سمجھ میں نہیں آئی کہ ہمارا پیسہ کس جگہ صحیح خرچ ہونا چاہئے اور کس جگہ نہیں۔

مسلمان رحمت پسند نہ کہ دہشت پسند

(۸) فرمایا کہ حضرت مفتی محمود حسن صاحب گنگوہیؒ ہمیشہ اس حدیث کی ’’الراحمون یرحمھم الرحمن ارحموا من فی الارض یرحمکم من فی السماء،، اجازت دیا کرتے تھے، پھر فرمایا کہ اس حدیث کو بار بار دہرائیے اور لوگوں سے کہئے کہ ہمارے پیغمبر کی یہ حدیث ہے کہ اللہ تعالی جو بہت زیادہ رحم کرنے والے ہیں وہ تو رحم کرنے والوں ہی پر رحم فرماتے ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ’’ارحموا من فی الارض،، زمین میں بسنے والی تمام مخلوق پر تم رحم کرو ’’یرحمکم من فی السماء،، آسمان والا تم پر رحم کرے گا،، میں نے ٹورنٹو میں بھی بعض نوجوانوں کو کہا کہ اس کو خوبصورت حروف میں بڑی سائز میں لکھواؤ، اس کا انگلش میں ترجمہ کراؤ، اپنی موٹروں پر لگاؤ کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو تو یہ بتایا ہے یہ جو جگہ جگہ بینروں پر لکھا جاتا ہے کہ مسلم آرٹیررسٹ مسلمان دہشت پسند

ہیں،تو اس کا جواب یہ ہے کہ ہمارے نبی نے تو ہم کو یہ تعلیم دی ہے کہ ’’ارحموا من فی الارض ،یرحمکم من فی السماء، ‘‘جس کو یہ تعلیم ملی ہووہ کیسے دہشت پسند ہوگا؟ حالات کے مطابق ہم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی چیزیں لینا چاہئے۔

دردِ دل

(۹)فرمایا کہ ہمارا تو یہ حال ہے کہ ہم اپنے یہاں سے نکلنے والے اخباروں پر بھی نظر نہیں ڈالتے ،ہم یہ بھی جاننے کی کوشش نہیں کرتے کہ دنیا میں ہمارے بارے میں کیا سوچا جارہا ہے،اور کیا ہورہا ہے؟اور فرمایا کہ آج سے چندسال پہلے میں یہاں آیا تھا اور میں نے جگہ جگہ جاکر اپنے دوستوں سے کہا تھا کہ ہر ایک مدرسہ میں ایک دو عالم تو ایسے مقرر کرو جو یہاں کی صحافت (برطانیہ) پر گہری نظر رکھیں، جو چیز چھپ رہی ہے وہ اس کو پڑھ لیا کریں اور روزانہ اس جگہ پر نشان لگائیں جہاں اسلام کے خلاف کوئی بات لکھی ہوئی ہو،اگر ہم حالات سے واقف ہی نہیں ہوں گےتو ہم دفاع کیسے کریں گے؟

قومی تباہی کے دوسبب

(۱۰)فرمایا کہ جب قوموں کے اندر آپس میں اختلافات پیدا ہوجاتے ہیں اور جب قومیں فکری اعتبار سے کمزور ہوجاتی ہیں تو منٹوں میں انہیں ختم کردیا جاتا ہے۔

ہر چیز کا الزام مولوی پر کیوں؟

(۱۱) فرمایا کہ برطانیہ سے ایک اخبار نکلتا ہے وہ پورے برطانیہ میں پڑھا جاتا ہے اور جن کو اخبار بینی کا ذوق ہے وہ اس کو پڑھتے ہیں ہمیں ان کے اشکالات کا دندان شکن جواب دینا چاہئے، وہ کہتے ہیں کہ یہ مولوی لوگ دنیا میں فساد کرتے ہیں، جہاں دیکھو فساد مولویوں کا اور پنڈتوں کا ہے، انہوں نے سب جگہ آگ لگا رکھی ہے، تو کسی نے جواب میں کہا کہ کیا عالمی جنگ مولویوں نے کرائی تھی؟ ۱۹۱۴ء میں جو فرسٹ ورلڈ وار ہوا وہ مولویوں اور پنڈتوں نے کروایا تھا؟ پھر سیکنڈ ورلڈ وار ہوا کیا وہ مولویوں نے کروایا تھا؟ وائٹ ہاؤس پر حملہ مولویوں نے کروایا تھا، ۹۰ لاکھ بچے جو عراق میں تڑپ تڑپ کر مر گئے وہ مولویوں نے مروائے؟ لیکن ہمارے منہ میں زبان نہیں ہے، ہمارے پاس قلم نہیں ہے، اپنے اندر تیقظ پیدا کرو اور ان لوگوں کو جواب لکھو، ہماری طرف سے خطوط جانے چاہئیں کہ کیوں آپ لوگ خواہ مخواہ علماء کے پیچھے پڑے ہیں؟ علماء تو ایک ایسی زندگی کی دعوت دے رہے ہیں جس میں تمام انسانوں کے لئے راحت ہے۔

تفہیم کا ملکہ حاصل کرنے کے لئے معارف الحدیث کے مطالعہ کا مشورہ

(۱۲) فرمایا کہ حضرت مولانا منظور نعمانیؒ نے حدیث پاک کی جس آسان انداز میں ''معارف الحدیث،، میں تفہیم فرمائی ہے وہ علماء کے لئے بھی بہت مفید ہے، خصوصاً نئے مدرس کو تفہیم کا طریقہ سیکھنے کے لئے اس کا مطالعہ

ضرور کرنا چاہئے۔(رشد وہدایت کے منارص ۱۶۵)

ہمارے اکابر ایسے تھے

(۱۳) فرمایا کہ ایک ہے علم نبوت اور ایک ہے نور نبوت، تو علم نبوت کے ساتھ جب نور نبوت کسی کے قلب میں داخل ہوتا ہے تو پھر وہ غرور نہیں کرسکتا، پھر وہ اپنے آپ کو بڑا نہیں سمجھتا، وہ دوسروں کو آگے بڑھانے کی کوشش کرتا ہے، حضرت مولانا محمد رضا اجمیریؒ نے پچاس سال تک دار العلوم اشرفیہ میں بخاری شریف کا درس دیا، مولانا سعید احمد صاحب پالنپوری مدظلہ (فی الحال شیخ الحدیث دار العلوم دیوبند) نے خود مجھے سنایا کہ میں جب اشرفیہ پڑھانے گیا تو چند سال کے بعد ایک دن میں حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا اور میں نے ذکر کیا کہ حضرت! میرا جی چاہ رہا ہے کہ اگر آپ اجازت دیں تو آئندہ سال ترمذی شریف میں پڑھاؤں، تو حضرت بہت خوش ہوئے اور فرمایا کہ تم شوق سے پڑھاؤ، اور اگر کوئی بات دریافت کرنی ہو تو بلا تکلف میرے پاس آجانا، یہ خود مجھے مولانا سعید احمد صاحب پالن پوری نے سنایا کہ یہ پہلا شخص ایسا ہے کہ جنہوں نے مجھے کہا کہ آپ شوق سے پڑھائیں، اور مولانا نے کہا کہ جب ایک سال میں نے ترمذی شریف پڑھائی تو دوسرے سال خود انہوں نے مجھے طلب کیا اور فرمایا کہ مولانا آپ نے الحمد للہ ترمذی شریف پڑھالی اب آئندہ سال آپ بخاری شریف جلد ثانی پڑھائیں، اس سے حضرت مولانا شیخ اجمیریؒ کی عظمت معلوم ہوتی ہے کہ کتنے بےنفس آدمی تھے۔

(صدائے دل، ج۲، ص۱۶۸)

حضرت دامت برکاتھم العالیہ کی طرف سے چند مفید کتابوں کی نشاندھی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

۲۸؍صفر المظفر ۱۴۳۸ھ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بعد سلام مسنون عرض اینکہ بندۂ ناچیز کی رائے یہ ہے کہ نوجوان علماء کو اپنے اسلاف کی سیرت وتاریخ اوران کے عظیم کارناموں سے واقف کرانے کے لئے جو پروگرام مرتب کیا گیا ہے اس سلسلہ میں مندرجۂ ذیل کتب منگوا کر احباب کوان کا مطالعہ کروایا جائے تو بہت نفع کی امید ہے، آں محترم کی رائے اورمشورہ اس کے علاوہ اورکتابوں کے بارے میں ہوتو مطلع فرمادیں، اگرآپ کے حلقہ میں یہ کتابیں ہوں توان سے فائدہ اٹھایا جائے نہ ہوں تومہیا کرنے کی سعی کی جائے، بہرحال اب سنجیدگی سے اس پرغور فرماکرممنون فرمادیں۔

☆......(۱) سیرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم

☆......(۲) حیاۃ الصحابہ — مولانا محمد یوسف کاندھلویؒ

☆......(۳) تاریخ دعوت وعزیمت — مولانا ابوالحسن علی ندویؒ

☆......(۴) سیرۃ سید احمد شہید — مولانا ابوالحسن علی ندویؒ

☆......(۵) تذکرہ شاہ ولی اللہ دہلویؒ

☆......(۶) تذکرہ مجدد الف ثانیؒ

☆......(۷) تذکرۃ الرشید

☆......(۸) تذکرۃ الخلیل

☆......(۹) حیات الامام محمد قاسم النانوتویؒ خدمات، کارنامے

☆......(۱۰) تذکرہ شیخ الہند مولانا محمود الحسن دیوبندیؒ

☆......(۱۱) تذکرہ شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنیؒ

☆......(۱۲) نقش حیات مولانا حسین احمد مدنیؒ

☆......(۱۳) تذکرہ مولانا ابوالکلام آزادؒ

☆......(۱۴) مفتی کفایت اللہ شاہ جہاں پوریؒ

☆......(۱۵) سوانح مولانا عبدالرحیم رائے پوریؒ

☆......(۱۶) سوانح مولانا عبدالقادر رائے پوریؒ

☆......(۱۷) سوانح مولانا احمد سعید دہلویؒ

☆......(۱۸) سوانح مولانا حفظ الرحمٰن سیوہارویؒ

☆......(۱۹) سوانح مولانا محمد علی جوہرؒ

☆......(۲۰) سوانح مولانا ظفر علی خانؒ

☆......(۲۱) سوانح حسرت موہانیؒ

☆......(۲۲) سوانح مولانا سجاد صاحب بہاری

☆......(۲۳) سوانح مولانا عطاء اللہ شاہ بخاری

☆......(۲۴) کاروان زندگی مکمل مولانا ابوالحسن علی ندویؒ

☆......(۲۵)علماء ہند کا شاندار ماضی　　　ازمولانا محمد میاں

☆......(۲۶) تذکرہ امام حسن البناء

☆......(۲۷) تاریخ اخوان المسلمین

☆......(۲۸) تذکرہ حکیم عبدالحمید دہلوی

☆......(۲۹) تذکرہ مولانا یوسف بنوریؒ

☆......(۳۰) تذکرہ مولانا عبیداللہ سندھیؒ

☆......(۳۱) تذکرہ مولانا احمد علی لاہوریؒ

☆......(۳۲) تذکرہ مولانا شبیر احمد عثمانیؒ

☆......(۳۳) شیخ الحدیث مولانا محمد زکریاؒ

☆......(۳۴) تذکرہ حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ اور ان کے خلفاء

☆......(۳۵) حیات شبلی

☆......(۳۶) سیرت سید سلیمان ندوی

☆......(۳۷) غازی محمود احمد

☆......(۳۸) آپ بیتی　　　حضرت شیخ الحدیثؒ

☆......(۳۹) اشرف السوانح　　　حضرت تھانویؒ

☆......(۴۰) تحریک ریشمی رومال

☆......(۴۱) سوانح قاسمی　　　ازمولانا مناظر احسن گیلانیؒ

☆......(۴۲) حیات طیب　　　حکیم الاسلامؒ

☆......(۴۳) حیات مولانا محمد احمد صاحب

☆......(۴۴) حیات مولانا محمد علی مونگیریؒ   بانی ندوۃ العلماء، لکھنؤ

☆......(۴۵) یادوں کی امانت

☆......(۴۶) آب کوثر

☆......(۴۷) رود کوثر

☆......(۴۸) موج کوثر

☆......(۴۹) تاریخ اسلام کی عظیم شخصیات

عزم وحوصلہ

حضرت مولانا کی شخصیت میں ایک بات یہ محسوس کی کہ آپ عمر کے اعتبار سے تو اسی سال سے اوپر کے ہو چکے ہیں مگر آپ کا حوصلہ آپ کے عزائم آپ کی ہمت اور آپ کا مطالعہ بالکل جوان ہے بلکہ جوانوں کو بھی شرمانے والا ہے۔

دعائیہ کلمات

تم جیٔو ہزاروں سال
اور ہر سال کے ہو دن پچاس ہزار

اخیر میں بارگاہ رب العزت میں دست بدعا ہوں کہ اللہ تعالی حضرت مولانا دامت برکاتہم العالیہ کو صحت و عافیت کے ساتھ درازیٔ عمر عطا فرمائے، اور ان سے امت کے بہت سے حلقوں کو جو رہنمائی مل رہی ہے اسے عام اور تام فرمائے، اور ہمیں صحیح معنوں میں حضرت دامت برکاتہم العالیہ کے

فیوض سے مستفیض ہونے کی توفیق نصیب فرمائے، آمین۔

طالب دعا

(مولانا) عبدالسلام ابراھیم لاجپوری (صاحب مدظلہ)

خادم مسجد قبا، اسٹامفورڈہل، لندن

۱۵؍رجب المرجب ۱۴۳۸ھ

مطابق ۱۲؍اپریل ۲۰۱۷ء

حضرت مولانا مفتی زکریا آکودی صاحب مدظلہ

صدر المدرس مدرسہ اسلامیہ ، ماؤنٹ پلیزنٹ، باٹلی،برطانیہ

باسمہ سبحانہ وتعالیٰ

بندہ عاجز کی اپنی طالب علمی فلاحِ دارین میں ۱۹۸۴ء سے شروع کر کے ۱۹۹۴ء تک جاری رہی، اس اعتبار سے حضرت اقدس مولانا عبداللہ صاحب ادام اللہ فیوضہم کے اہتمام کے اواخر میں جانا ہوا۔ اس میں کوئی شک نہیں کے حضرت والا ایک بے مثال عالم دین، منتظم، مربّی، یادگار سلف، صاحب فراست اور بصیرت والی شخصیت ہیں جن کا اس قحط الرجال والے دور میں ملنا مشکل ہے۔

سحر خیزی

حضرت سے وابستہ کوئی بھی فرد سب سے پہلے اس بات کو اجاگر کرے گا کہ حضرت والا کی سحر خیزی نمایاں تھی، کبھی ایسا نہ ہوا کہ حضرت کا قیام ترکیسر میں ہو اور تہجد کے وقت سے پہلے حضرت دارالعلوم فلاحِ دارین کی مسجد میں مستغرق فی العبادت نہ ہوں، حضرت والا اسلاف کا ایک مثالی نمونہ تھے۔

پابندیٔ وقت

حضرت والا وقت کے بے حد پابند تھے اور اس پر بے حد زور دیتے تھے، خود وقت سے پہلے مدرسہ میں پہونچنا اور کبار وصغار سب کے لئے وقت کے پابند بننے کا عملی ثبوت وآمادگی فراہم کرنا، اس ضمن میں یاد آیا کہ پندرہ اگست کا روز ہندوستان میں یوم آزادی کا ہوتا ہے اور مدرسہ میں تعلیم نہیں ہوتی ہے، اس سال یہ طے ہوا کہ صبح ۸:۳۰ کو جلسہ ہوگا، طلبہ بعد الفجر دارالاقامہ میں چلے گئے اور حضرت والا حسبِ عادت ۸:۱۵ کو جب تشریف لائے تو جلسہ گاہ

میں ابھی کوئی نہیں تھا، فوراً مولانا یوسف ٹنکاروی اور کچھ طلبہ کو دارالاقامہ بھیجا کے سب طلبہ کو بلالاؤ پھر درمیان جلسہ میں خطاب کے دوران اکابر آزادی کے واقعات اور حضرت عمرؓ کے تاریخی جملہ **متی استعبدتم الناس وقد ولدتهم امهاتهم احراراً** بیان کر کے طلبہ کے ضمیر کو للکارتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ آپ کیسے آزادی کے سپاہی بنیں گے جبکہ دارالاقامہ سے جلسہ گاہ میں وقت پر نہیں آتے اور بلانے بھیجنا پڑتا ہے۔

طلبہ کو منظّم اور پابند بنانے پر بار بار زور دیتے اور یہ جملہ دوہراتے **النظام والانتظام ضروريان للبشر**

تعلیم کے تعدد طرق

تعلیمی ترقی میں جدید اسلوب اور کارآمد طرق کو اپنانے اور ان کی جستجو کرنے کو اہمیت دیتے ہوئے فرمایا: طریقہ تعلیم کی تبدیلی سے انقلاب پیدا ہوتا ہے، ہمارے اندر یہ چیز ہونی چاہئے کے کہیں سے کوئی چیز اچھی ملتی ہو تو ہمیں جا کر سیکھنی چاہئے، علمی غرور سے اللہ حفاظت فرماوے، آمین۔ آدمی ہر وقت اس تلاش میں رہے کہ بہتر سے بہتر چیز ہمیں کہاں سے ملے **الحكمة ضالة المؤمن** بلیک بورڈ کے استعمال پر زور دیا تو کسی نے کہا کہ اسلاف کا طریقہ یہ نہیں حضرت نے اس پر فرمایا یہ ذہن صحیح نہیں ہے یہ جو تھذیب ہے کہ ہم ایک چیز کو پکڑ کے رکھتے ہیں ہم یہ نہیں دیکھتے ہیں کہ ہمیں کوئی نئی چیز اپنانی چاہئے سیکھانی چاہئے اس چیز نے ہمیں بہت پیچھے دھکیلا ہے۔

اعلیٰ زبان سیکھنا

اعلیٰ زبان سیکھنے پر زور دیتے تھے اردو، عربی اور انگریزی سب کو اعلیٰ سے اعلیٰ معیار پر سیکھنے کا زور دیتے، ہر زبان کا محاورہ ہوتا ہے اسکو سمجھو، مولانا فرماتے تھے **انما اللغة بالسماع** ایک مرتبہ برطانیہ میں فرمایا: آپ اس ملک میں آئے ہو تو بہترین اعلیٰ معیار کی انگریزی سیکھیں، جس قوم کو ہمیں خطاب کرنا ہے اس قوم کی معیاری زبان ہمیں نہیں آتی تو ہم کام نہیں کر سکتے یہ ہماری کمزوری ہوگی، اللہ تعالیٰ نے ہر قوم میں اس رسول کو بھیجا جو اسکی زبان کو جانتا ہو **وما ارسلنا من رسول الا بلسان قومه** ہم نے کوئی رسول نہیں بھیجا مگر اس قوم کی زبان میں۔

کتابوں سے محبت

کتب اور کتب خانوں سے ایک عجیب تعلق و عشق، حضرت دنیا میں کسی بھی ملک میں ہوں گے وہاں کے اہل علم اور کتب خانوں کی زیارت ضرور کریں گے، اپنے متعلقین علماء اور ادارہ کو جدید کتب کے بارے میں برابر باخبر کرتے رہیں گے، یہاں تک کے کتابوں کے گٹھڑی (بنڈل) بنا بنا کر بھیجتے، ان کتابوں کا مطالعہ پر زور دینا اور طلبہ کو مطالعہ کے وسیع کرنے پر ہر دم نصیحت فرماتے رہتے ہیں، اس میں علماء اور طلبہ کے جمود پر اظہار افسوس بھی کرتے رہتے ہیں، دو سال قبل حضرت نے متعدد جگہوں پر کئی کتب کا پارسل بھیجا حضرت نے اظہار افسوس فرمایا کے ان سے فائدہ ہوا یا نہ ہوا یہ تو در کنار ملنے کی بھی اطلاع نہیں۔

مزاج سناشی

حضرت کو اللہ تعالیٰ نے ایک عجیب بصیرت اور فراست عنایت فرمائی ہے، آدمی کو اسکے طور و طریق سے بھانپ (پہچان) لیتے ہیں، ایک مرتبہ حضرت کا قیام ایک ادارہ میں دو روز کیلئے تھا بندہ بھی موجود تھا، دو روز کے بعد منتظم کو تحریراً ان کے ہی درخواست پر تقریباً ۲۴ قابل اصلاح امور دیئے، سارے امور حضرت نے دو دن کے معاینہ میں نوٹ کیئے اس سے قبل کسی نے ان کی کمی کمزوری ان کو بتائی نہیں تھی۔

انکساری

حضرت استاذ الاساتذہ ہیں ایک کثیر تعداد علماء کے سرپرست ہیں کئی ادارے آپ کے مشورہ اور ماتحت ہیں اسکے باوجود انتہائی متواضع منکسر المزاج، بندہ کو بخوبی یاد ہے کے علماء باٹلی کی ایک مجلس کے ابتداء میں ہم نے دعوت خطاب دیتے وقت یہ کہا کے حضرت سے درخواست ہے کہ ہمیں نصیحت فرمائے حضرت نے اپنے خطاب کے شروع میں فرمایا مولوی زکریا نے کہا کے ہمیں نصیحت کریں گے میں تو ایک ادنی طالب علم ہوں نصیحت نہیں کرسکتا ہوں ہاں ہم لوگ آپس میں مذاکرہ کرتے ہیں۔

اسکے علاوہ ہم نے طالب علمی کے دوران کئی بار حضرت سے سنا کہ کتاب کے حوالے دینے میں طلبہ کو تعلیم دیتے کے چھوٹی کتب کے بھی حوالے دے سکتے ہیں مثال کے طور پر ایک مسئلہ ہدایہ میں ہے اور نور الایضاح میں بھی ہے تو ہم نور الایضاح کا حوالہ دے سکتے ہیں ایک حدیث مشکوٰۃ اور ریاض

الصالحین دونوں میں ہے تو ریاض الصالحین کا حوالہ دے سکتے ہیں، اس میں نفس کے غرور کا حضرت ایک حکیمانہ اسلوب کے ساتھ اصلاح فرما رہے تھے، بلکہ حضرت سے یہ بھی سنا کہ جب کوئی یہ پوچھتا ہے کسی عالم سے کہ کونسی کتاب پڑھاتے ہو تو فوراً حدیث شریف اور تفسیر کی بڑی کتب شمار کرتے ہیں ہم نیچے کے شعبوں کے کتب کیوں نہیں شمار کرتے؟

چھوٹوں کی ہمت افزائی

حضرت ہر ایک کی بات کو توجہ دیتے اور ہمت افزائی کرتے، ایک مرتبہ علماء کی مجلس میں ایک مولوی صاحب نے رائے دی تو اس مقام کے پرانے ایک عالم نے فوراً اس کو رد کر دیا حضرت نے مجلس کے بعد اس مولوی صاحب سے پوری بات پھر سنی اور ان کی ہمت افزائی کی، اساتذہ کو کمزور طلبہ پر توجہ دینے پر زور دیتے ایک مرتبہ فرمایا کہ:

پلا پلا کے گرانا تو سب کو آتا ہے
مزہ تو جب ہے کے گرتے کو تھام لے ساقی

فرمایا کہ کمزور بچوں پر محنت کریں۔

حب جاہ سے کوسوں دور

عہدہ کا نشہ یا اسکے غلط استعمال کو کبھی نہیں دیکھا گیا بلکہ دوران درس اہتمام کے عہدہ کو چھوڑنے سے قبل ایک بار فرمایا کہ میرا مزاج عہدہ کو پکڑے رکھنا نہیں ۲۶ سال کے بعد دارالاقامۃ میں جاتے وقت اوپر کے منزلوں میں جب میں نے محسوس کیا کہ میری سانس پھولتی ہے تو میں نے فیصلہ کرلیا کہ اب

یہ میرا کام نہیں ہے میں نہیں پسند کرتا کہ اخیر عمر تک عہدہ کو پکڑ کے رکھوں۔

صبر وتحمل

حضرت اپنے ناقدین اور بسا اوقات فحش خطوط لکھنے والوں کو نہ جواباً برا لکھتے نہ عند اللقاء بدسلوکی کرتے بلکہ حسن سلوک سے ملتے اور محسوس بھی نہیں ہونے دیتے، خود بندہ کو جب ایک سابق استاذ نے فحش خط بھیجا تو حضرت نے دیکھ کر فرمایا اس کا مختصر جواب بھیجدیں کہ آپ کا گرامی نامہ موصول ہوا جزاک اللہ اور اللہ تعالیٰ طرفین کی اصلاح فرمائے، اور فرمایا کہ میرا یہی معمول ہوا کرتا تھا۔

دوسرے کے جذبات کا خیال

ایک مرتبہ ہم لوگ جمعہ کی صبح دس بجے کا پودرا پہونچے مشورہ کے سلسلہ میں حضرت نے پر تکلف ناشتہ کا انتظام کیا تھا ہمارے ساتھ ناشتہ کیا اس کے بعد قریب کے گاؤں میں جمعہ کے بعد کوئی دعا تھی وہاں پہونچتے ہی کھانے کا دستر خوان لگا دیا گیا، اب حضرت کے ساتھ ہم بہت جلدی کھانے سے فارغ ہوئے ابھی ہی ناشتہ کیا تھا دوسرے حضرات کھا رہے تھے حضرت نے چپکے سے کہا آہستہ آہستہ تھوڑا کھاتے رہو تا کہ ان کو یہ لگے کہ ہم کھا رہے ہیں۔

حضرت کی بات ہر وقت جامع اور مفید

حضرت ہر وقت موقع ومحل کی رعایت سے جامع اور مختصر انداز میں گفتگو فرماتے ہیں جو منجانب اللہ ہر ایک کے دل کو لگتی ہے، یہ تأثر مجمع میں موجود عوام وخواص سے بارہا سنا، ایک مرتبہ مفتی علی مٹواڈی کے گھر پر باٹلی کے

کافی مقامی علماء موجود تھے اور حضرت مولانا سلیم دھورات صاحب بھی موجود تھے، اور شاہد ملک جو بحیثیت رکن پارلیمنت الیکشن میں کھڑا ہوا تھا دعا کیلئے آیا تو حضرت نے بہت جلد ہمارے اکابر کے الیکشن کے متعلق واقعات سنائے حضرت مولانا حفظ الرحمٰن صاحبؒ اور مولانا ابوالکلام آزاد کے، اسکے بعد حضرت استنجا کو تشریف لے گئے تو حضرت مولانا سلیم صاحب نے ارشاد فرمایا اس شخصیت کے ساتھ ہر وقت ایک آدمی کو ٹیپ ریکارڈر (یا جو بھی ایسا آلہ ہو جس سے ریکارڈنگ ہو سکے) کے ساتھ رہنا چاہئے کس وقت ان کے منہ سے کونسی بات نکلے جو ہمیں دوبارہ سننے کو نہ ملے۔

بزرگوں سے خط وکتابت

حضرت والا کا معمول تھا کہ مدرسہ کے سال کے آغاز پر اکابر ہند کو دعا کے لئے خط لکھتے کہ پورا سال عافیت سے گذرے، اس پر حضرت نے سنایا تھا کہ ایک خط میں نے حضرت مولانا مسیح اللہ خان صاحب جلال آبادیؒ کو لکھا تھا آپ نے اصلاحاً جوابی خط میں حضرت دامت برکاتہم کو ان کے خط پر جہاں فقط اللہ لکھا تھا اپنی تحریر میں حضرت جلال آبادیؒ نے ”تعالیٰ،، کی صفت بڑھادی، اس بات کی نشاندہی کرنے کو اللہ (تعالی) کا نام تنہا نہیں لکھتے ساتھ میں کوئی صفت بھی بڑھانی چاہئے۔

سیرت نبوی ﷺ کی اہمیت

مولانا نے فرمایا میں بہت دکھ کے ساتھ اور معذرت کے ساتھ عرض کرتا ہوں کہ ہمارے علماء کرام میں سے بہت کم ایسے ہوں گے جنھوں نے

سیرت کا گہرائی سے مطالعہ کیا ہوگا۔ بہت کم ہوں گے، اگر پوچھا جائے آپ نے کتنی کتابیں سیرت کی پڑھی آپ نے سیرت ابن ھشام کا مطالعہ کیا ہے؟ آپ نے اصح السیر کا مطالعہ کیا؟ آپ نے رحمۃ للعالمین کا مطالعہ کیا؟ آپ نے علامہ شبلی کی سیرت النبی پڑھی؟ آپ نے محمد حسین ھیکل کی جو عربی حیاتِ محمد ہے اس کو دیکھا؟ آپ نے مولانا محمد امین کی ایک کتاب ہے اس کو دیکھا؟ تو بہت سے ہمارے فارغین ہیں کہ ان میں سے بہت مشکل سے ایک ہی دیکھی ہو۔

حضرت مولانا علی میاںؒ

حضرت مولانا علی میاںؒ سے حضرت کو بہت تعلق تھا ان کا یہ جملہ تو حضرت کے زبانی کئی بار سنا حضرت مولانا علی میاں فرماتے تھے تعلیم کا مسئلہ بچوں کا کھیل نہیں ہے، یہ جگر کو پانی کرنے اور دل سوزی کا مسئلہ ہے، وہ مدرس کامیاب ہوتا ہے جو پورے اخلاص کے ساتھ اور پوری دل سوزی کے ساتھ بچوں پر محنت کرے اور جو یہ سمجھے کے یہ بچے جو میرے سامنے بیٹھے ہیں اللہ تعالی کی امانت ہیں **وقد القی القوم امامکم افلاذ کبدھم و انتم مسؤلون عنھم امام اللہ یوم القیامۃ** لوگوں نے اپنے جگر کے ٹکڑوں کو آپ کے سامنے ڈالا ہے تم ان کے بارے میں اللہ تعالی کے سامنے مسؤل ہوں گے، حضرت مولانا علی میاںؒ کے الفاظ میں کہتے تھے کہ آپ حضرات (علماء) زمین کا نمک ہو حضرت عیسیٰؑ فرماتے تھے زمین کے نمک میں اگر پھیکا پن آجائے تو کھانا بے مزہ ہوجاتا ہے علماء اگر اپنا کردار چھوڑ دیں اور اپنی

ذمہ داری پوری نہ کریں تو قوم میں کچھ نہیں رہے گا۔حضرت مولانا علی میاں صاحبؒ ہمیشہ ایک بات فرماتے تھے کہ حضرت صدیق اکبرؓ کا یہ جملہ اپنے دل پر نقش کرلو لوگ تو یہ کہتے ہیں کہ اسکو سنہرے الفاظ میں لکھ کر لٹکا لو اسکی ضروت نہیں اپنے دل پر نقش کرلو کہ اَیُنقَصُ الدِّین وَ اَنَا حیّ .

استغناء

دسمبر ۲۰۱۶ء میں کاپودرا حضرت کی ملاقت کی غرض سے حاضری ہوئی، حضرت کے گھر حاضر ہونے سے قبل کاپودرا ہی میں قاری خالد فلاحی کی عیادت کی جو فالج کے مریض تھے،حضرت نے ان کی خبر پوچھی،ان کی پست ہمتی پر حضرت نے فرمایا ہم غریب گھر کے بچے تھے، ننگے پاؤں چلتے تھے،اللہ تعالیٰ نے ہم سے دین کا کام لیا، دنیا کے ہر کونے میں گھمایا، ہمت پست کرنے کی ضرورت نہیں جس وقت اللہ تعالی بلالیں ہم تیار ہیں،اللہ تعالی حضرت والا کو صحت اور عافیت عنایت فرماوے۔

مکتب کے مدرسین

حضرت نے حضرت بنوریؒ سے ڈابھیل میں تقریر کے دوران سنا کے مکتب میں جو اساتذہ پڑھاتے ہیں تو ابن عباس کی تفسیر کے مطابق یہ علماء ربّانیین ہیں: وَلٰکِن کُونُوا رَبّٰنِیّینَ بِمَا کُنتُم تُعَلِّمُونَ الکِتٰبَ وَبِمَا کُنتُم تَدرُسُونَ .

ابن عباسؓ فرماتے ہیں کے ربانی عالم وہ ہے جوکہ الذی یعلّم الصغار قبل الکبار وہ لوگ جو بچوں کو بڑا ہونے سے پہلے سکھاتے ہیں

حضرت بنوریؒ نے فرمایا کے اگر یہ حضرات جو کہ مکتب میں پڑھاتے ہیں ان کی محنتیں نہ ہوں تو میرے پاس بخاری شریف پڑھنے کون آئے گا۔ حضرت شیخ الاسلام مولانا مدنی ؒ نے ۱۹۴۸ء میں بمبئی میں دینی تعلیمی کانفرنس میں تقریر فرمائی تھی اس میں حضرتؒ نے یہ جملہ ارشاد فرمایا کہ یہ مکاتبِ دینیہ اور مدارس اسلامیہ امت اسلامیہ کی ریڑھ کی ہڈی ہیں۔

حضرت قاری طیب صاحبؒ فرمایا کرتے تھے کہ گجراتی لوگ دنیا میں جہاں بھی جائیں چار چیزیں ساتھ لیکر جاتے ہیں: مسجد، مدرسہ، سموسہ اور پاپڑ۔

مکتب کے مقاصد حضرت کے زبانی

☆......(۱) قرآن مجید کو پوری صحت کے ساتھ پڑھایا جائے، عربی لہجے کے ساتھ اقرؤ والقرآن بلحون العرب.

☆......(۲) عقائد مضبوط کریں۔

☆......(۳) مسائل سے واقف کریں عملی مشق کے ساتھ۔

☆......(۴) سیرت سکھائیں۔

☆......(۵) صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیھم اجمعین کی سیرت سے واقف کرائیں۔

☆......(۶) اچھے اخلاق پر تربیت کریں۔

☆......(۷) جو بچے مکتب سے فارغ ہو کر چلے جائیں ان کے لئے کوئی ترتیب ہو جس سے وہ جڑے رہیں۔

درج ذیل حضرت سے سنے ہوئے چند واقعات ہیں

دنیا طلبی ہمارے اندر آگئی ہے بے نفسی پیدا کریں، یہ بات ہر اہل علم کو پیدا کرنے کی ضرورت ہے۔ایک دوسرے کے ساتھ ربط رکھیں مبادلۃ الثقافۃ تعلیمی چیزیں آپس میں ایک دوسرے کو بتائیں اس پر مولانا نے بتایا کہ: بخاری شریف میں غزوات پر مولانا غلام غوث ہزاروی کی کتاب اردو میں آئی ہے جنگ سیرت نبی کی روشنی میں، ڈاکٹر حمید اللہ کی کتاب عہد نبوی میں میدان جنگ اس میں سب نقشے دیئے گئے ہیں، جنرل محمد احمد کی کتاب حدیث دفاع ہے ایک ملٹری جنرل کے اعتبار سے لکھی گئی کتاب۔

ایک بہت بڑا مسئلہ اس وقت فضا کی آلودگی کا ہے تو شیخ یوسف قرضاوی اپنی ایک کتاب میں لکھتے ہیں کہ نبی ﷺ نے اپنی ایک حدیث میں ارشاد فرمایا لعنت ہے اس شخص پر جو کسی درخت کے نیچے پیشاب کرے تو یہ آلودگی سے بچانے کے لئے، نبی ﷺ نے فرمایا کہ نہر جاری پر بھی ہو تو پانی میں اسراف نہ کرے۔

علامہ ابراہیم بلیاویؒ سے میں نے سنا جب میں ان کی خدمت میں تھا: مولوی صاحب! یہ جو ہمیں تنخواہ ملتی ہے وہ ہم جو کتاب پڑھاتے اس کا معاوضہ نہیں ہے مسلم شریف میں پڑھاتا ہوں بھلا اس کا معاوضہ دارالعلوم مجھے دے سکتا ہے، اس کا معاوضہ اللہ تعالیٰ ہمیں دیں گے، یہ جو ہمیں پیسے مل رہے ہیں وہ حبسِ وقت کے پیسے ہیں، اب اگر وقت میں کوتاہی کی تو یہ خیانت ہے دین کی، علماء کیلئے مناسب نہیں۔

حضرت مولانا یوسف بنوریؒ کا واقعہ نقل کیا کہ ان کے یہاں مصر کے استاذ عربی ادب سکھلانے کیلئے آئے الازہر کی طرف سے تو اکثر مصری حضرات کی داڑھی نہیں ہوتی ہے، ایک جلسہ میں کسی نے حضرت بنوری کو پرچہ بھیجا کہ حضرت یہ آپ کے ساتھ جو استاذ آئے ہیں ان کی داڑھی تو ہے نہیں اور آپ کے مدرسہ میں پڑھارہے ہیں، حضرت نے ان کو جواب دیا کہ بے شک ان کی داڑھی نہیں ہے لیکن مجھے اتنا یقین ہے کہ ان کا دل میرے دل سے زیادہ صاف ہے، یہ حضرت بنوریؒ کی بصیرت تھی، یہ سب معاملہ ان دو مصری استاذوں نے دیکھا تو پوچھا حضرت بنوریؒ سے کہ قصہ کیا ہے تو پہلے تو حضرت نے ٹال دیا کہ ان کے سامنے بات نہ آئے لیکن انہوں نے اصرار کیا تو حضرت نے پوری بات سنائی وہ رونے لگے اور اسی وقت حضرت سے وعدہ کیا کہ ہم داڑھی رکھیں گے، وقت کی ضرورت ہے کہ ہم ظاہر پر فیصلہ نہ کریں لوگوں کو قریب کریں، ہم لوگ بہت جلدی لوگوں کو اپنے حلقہ سے باہر کردیتے ہیں، فوراً کہہ دیتے ہیں کہ یہ تو ایسا ایسا ہے یہ جو تنگ نظری ہے یہ بہت نقصان دہ ہے شیخ **عبد المنعم النمر** وہ دارالعلوم دیوبند میں دوسال کیلئے عربی زبان سکھلانے کیلئے آئے تھے تو جمعیۃ العلماء کا جلسہ سورت میں ہورہا تھا حضرت مدنی بھی اس میں تشریف لائے تھے یہ بھی تشریف لائے تھے میں نے شیخ نمر سے پوچھا علماء ہند کے بارے میں آپ کے کیا تاثرات ہے تو وہ مسکرائے پہلے پھر کہا **علماء الھند عندھم علم واسع ولکن ضیق الصدر** (علماء ہند کے پاس علمی وسعت تو ہے لیکن دل کے تنگ ہیں) اسکی وجہ سے ہم نے بہت چھوٹے

چھوٹے گروہ بنالئے ہیں اوراس سے ہمیں بہت نقصان ہوا ہے۔

(حضرت مولانا مفتی) زکریا آکودی (صاحب مدظلہٗ)

خادم مدرسہ اسلامیہ، باٹلی، برطانیہ۔

حضرت مولانا مفتی موسی بدات صاحب مدظلہ، باٹلی ،برطانیہ

مجازبیعت حضرت مولانا مفتی محمود صاحب گنگوھی نور اللہ مرقدہٗ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حامدًا و مصلیا و مسلما

بعد حمد وصلوٰۃ، حضرت الاستاذ مفکّر ملت حضرت مولانا عبداللہ صاحب کاپودروی دامت برکاتہم کے حالاتِ زندگی اور ان کی علمی، دینی و تربیتی خدمات سے متعلق ایک کتاب بنام ''تذکرۃ الرئیس'' تیار ہورہی ہے جس میں حضرت دامت برکاتہم سے تعلق رکھنے والے حضرات نے اپنے اپنے طور پر ایک مضمون تیار کیا ہے، مجھ سے بھی فرمائش کی گئی کہ میں بھی اس سلسلہ میں کچھ لکھوں۔

احقر نے فلاحِ دارین میں ۱۹۷۵ء میں درجۂ ھدایہ میں داخلہ لیا تھا اور ۱۹۷۷ء میں فراغت حاصل کی تھی، الحمد للہ طحاوی شریف حضرت مولانا سے پڑھی تھی، پہلا گھنٹہ طحاوی شریف کا تھا، وقت پر حاضری ضروری تھی، جن طلبہ کی امامت کی باری تھی ان میں بفضل اللہ بندہ کا بھی نام تھا، فجر کی نماز میں وقت پر مسجد میں حاضر ہونا ضروری تھا، اور طوالِ مفصّل میں سے قراءت لازمی تھی، عدمِ حاضری پر باز پرس ہوتی تھی، اسی تربیت کے برکات وثمرات بحمداللہ اب تک حاصل ہورہے ہیں، **فجزا ھم اللہ احسن الجزاء**۔

اِن تین سالہ مدّت قیام میں وہ ساری باتیں اورخوبیاں وطریقۂ تربیت آنکھوں دیکھی باتیں ہیں جس کا ذکر اس کتاب میں کیا گیا ہے اللہ تعالیٰ ان تمام حضرات کو جزائے خیر عطا فرمائے جنھوں نے اس کتاب کومنظر عام پر لانے میں کسی بھی جہت سے اپنا حصہ ڈالا ہے اور دیگر حضرات کے لئے رہنمائی

کا سبب بنائے، آمین۔

استاذِ محترم حضرت مولانا عبداللہ صاحب زید مجدھم کی شخصیت اپنا علمی مقام، دعوت وفکر، طریقۂ تربیت، مردم شناسی وغیرہ اوصاف کے متعلق محتاج تعارف نہیں ہے، ان کے ۲۷ سالہ زیر اہتمام میں سینکڑوں علماء تیار ہوئے جو ملک وبیرونِ ملک میں علمی ودینی خدمات میں مصروف ہیں۔

آخر میں دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ حضرت مولانا کا سایہ امّت پر دیر تک قائم فرمائے اور صحت وعافیت عطا فرما کر امّت کو زیادہ سے زیادہ نفع پہونچائے، آمین۔

بڑی مدّت میں بھیجتا ہے ساقی ایسا مستانہ
جو بدل دیتا ہے دستور مے خانہ

فقط والسلام

(حضرت مولانا مفتی) موسیٰ بدات (صاحب مدظلہ)

باٹلی، برطانیہ

۱۲ شعبان المعظم ۱۴۳۸ھ

والد صاحب کی حیات مبارکہ کے چند گوشے

حافظ ابراهیم بن مولانا عبد الله
کاپودروی صاحب مدظله
استاذِ حفظ دار العلوم لندن

محرک

ابھی دو تین دن پہلے حضرت مولانا عبد الرؤف صاحب دامت برکاتہم العالیہ کا فون آیا اور مجھ سے کہا کہ آپ بھی اپنے والد صاحب کے بارے میں کچھ لکھیں، کیوں کہ کتنی باتیں ایسی ہوں گی جو آپ کو معلوم ہوں گی اور ہم لوگوں کو معلوم نہیں ہوں گی، پھر ہمارے دوستوں نے بھی مجھے اصرار کیا تو پھر میں سوچنے لگا تو اللہ تعالی نے میرے ذہن میں ایک بات ڈالی کہ اللہ تعالی نے مجھے ایک مشفق باپ (والد صاحب) دیا ہے جو کہ عالم دین ہیں یہ بھی اللہ تعالی کی ایک نعمت ہے، تو اس کا شکر ادا کرنا چاہئے پھر میرے ذہن میں قرآن کریم کی یہ آیت آئی **ان اشکر لی ولوالدیک** (سورۃ لقمٰن ،آیت ۱۴) اور ” **الامر بالشکر للوالدین مع شکر الله** ،، اور پھر میں نے حضرت مولانا محمد منظور نعمانیؒ کی کتاب تحدیث نعمت میں بھی یہ بات پڑھی کہ اللہ تعالی نے ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کا حکم دیا ہے ان سب چیزوں میں جو آپ کے خصائص میں سے نہیں ہیں، اور آپ کی پیروی میں یہ بات بھی شامل ہے کہ اللہ تعالی کی طرف سے ہونے والی ہر نعمت و عنایت کو ہم بیان کریں اور اس کو چھپائے نہیں، اور صرف اپنی خاص مجالس ہی میں بیان نہ کریں بلکہ علی الاعلان سب کے سامنے اظہار کریں، تو یہ بات پڑھ کر مجھے ہمت آئی اور میں نے لکھنے کا ارادہ کیا اللہ تعالی سے دعا گو ہوں والد صاحب سے متعلق ایسی باتیں میرے ذہن میں ڈالدے جو ہم سب کے لئے مفید ہوں اور اللہ تعالی ہمیں بھی ان میں سے قابل عمل باتوں پر عمل کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

سید القوم خادمهم

جب میں درجۂ حفظ میں تھا اس وقت کی کچھ باتیں میرے ذہن میں ہیں اس زمانے میں ہم ترکیسر میں جامع مسجد کے سامنے رہتے تھے، تہجد کے وقت والد صاحب کے بیدار ہو جانے کے بعد چار بجے میری والدہ مجھے اٹھاتی تھیں پھر والد صاحب مجھے لیکر دارالعلوم چلتے تھے میں لال ٹین (فانوس) اپنے ہاتھ میں پکڑ لیتا تھا کیونکہ اس وقت بجلی کا نظام اتنا بہتر نہیں تھا گھر سے نکلنے کے بعد راستہ میں کچھ اساتذہ کے مکانات پڑتے تھے، سب سے پہلے قاری محمد عباس صاحب دھرمپوریؒ کا مکان آتا تھا والد صاحب اپنے عصا کے ساتھ پہلے قاری صاحب کے مکان کی کھڑکی پر دستک دیتے تھے اور ان کو جگاتے ہوئے جاتے تھے پھر غالباً مولانا ایوب صاحب سورتی دامت برکاتہم کا مکان آتا تھا ان کے مکان کی کھڑکی پر بھی دستک دیتے تھے اور اسی طرح حضرت مولانا ابرار احمد صاحب دھلیویؒ کے گھر کی کھڑکی پر بھی دستک دیتے تھے۔

نگرانی

دارالعلوم جا کر سب سے پہلے درجۂ حفظ کے طلباء کو بیدار کرتے تھے (جگاتے تھے) اور سب کو بیدار کرکے (جگا کر) مسجد میں سبق یاد کرنے کے لئے بٹھاتے تھے اور خود پہلی صف میں بیٹھتے تھے، فجر کی نماز سے پہلے اپنے سارے معمولات سے فارغ ہو جاتے تھے اور تھوڑی دیر میں پیچھے دیکھ کر ہم سب کی نگرانی فرماتے تھے، جب بجلی نہیں ہوتی تھی تو بڑی لال ٹین جلا کر صحن میں چاروں حفظ کلاس کے طلباء کو بٹھاتے تھے۔

طلباء کی راحت کا خیال

طلباء کا اتنا خیال فرماتے تھے کہ موسم سرما میں جب ہم فجر سے پہلے گھر سے آتے تھے تو سیدھے غسل خانے کی طرف جا کر دیکھتے تھے کہ واچ مین (نگران) نے جو رات کی نگرانی پر مقرر ہوتا تھا اس نے سمٰوات جو گرم پانی کرنے کی ٹنکی ہوتی تھی ،لکڑیاں جلا کر اس میں پانی گرم کیا جاتا تھا وہ سلگائی ہے یا نہیں، اگر سلگائی نہ ہو تو واچ مین پر بہت خفا ہوتے تھے اور فرماتے تھے کہ اگر کسی بچے کو غسل کی ضرورت ہو تو ٹھنڈے پانی سے کیسے غسل کرے گا؟

مہتمم ہو تو ایسا

فجر کی اذان کے دس منٹ پہلے عالم کلاس کے طلباء کو جگاتے تھے حالانکہ سپر وائزر بھی ہوتا تھا پھر بھی خود دار الاقامۃ (بورڈنگ) میں بچوں کو جگانے جاتے تھے۔

حاضری اور اصلاح

نماز کے بعد صفوں کے درمیان چکر لگاتے تھے اور دیکھتے تھے کہ کونسا طالب علم نماز میں غیر حاضر ہے، پھر اس طالب علم کو سپر وائزر کے ذریعہ بلاتے تھے اور اس کی اصلاح فرماتے تھے اس وقت میرے خیال سے تین سو پچاس یا چار سو طلباء مدرسہ میں ہوتے تھے لیکن والد صاحب ایک نظر طلباء پر ڈالتے تھے اور ان کو پتہ چل جاتا تھا کہ کونسا طالب علم نماز میں غیر حاضر ہے۔

معمولات کی ادائیگی

والد صاحب قرآن شریف کی تلاوت اور ذکر واذکار فجر کی نماز سے پہلے ادا فرماتے تھے، اور پھر فجر کی نماز کے بعد طلباء کو چائے پلا کر گھر تشریف لاتے تھے، اور گھر آ کر چائے نوش فرماتے تھے۔

تیقظ وبیداری وقت کی اہم ضرورت ہے

چائے پیتے پیتے بی بی سی اردو ریڈیو اور گجراتی سماچار (خبریں) سن لیتے تھے جیسا کہ مولانا علی میاں صاحب ندویؒ فرماتے تھے کہ اگر قوم کو پنجوقتہ نمازی نہیں بلکہ سو فیصد تہجد گذار بنا دیا جائے لیکن اس کے سیاسی شعور کو بیدار نہ کیا جائے اور ملکی احوال سے ان کو واقف نہ کیا جائے تو ممکن ہے کہ اس ملک میں آئندہ تہجد تو دور پانچ وقت کی نمازوں پر بھی پابندی عائد ہو جائے۔ (کاروان زندگی، ج ۲، ص ۳۷۲)

پابندیٔ وقت اور اس کا طلباء پر اثر

چائے پی کر جلدی دار العلوم پہنچنے کی کوشش فرماتے تھے اور کلاسوں کے سامنے سرکل (چار راستہ) جو بنا ہوا ہے وہاں آ کر کھڑے ہو جاتے اس لئے بچے بھی جلدی جلدی آ کر درسگاہوں میں بیٹھ جاتے تھے گھنٹی بجنے کے بعد کسی طالب علم کی ہمت نہیں ہوتی تھی کہ آپ کے سامنے سے گذرے۔

طلباء ایسی دعا بھی کرتے تھے

اور اگر کوئی استاذ سے تاخیر ہو جائے تو خود اس درس گاہ میں جا کر بچوں

کا سبق سننا شروع فرما دیتے تھے، اس لئے ہر طالب علم یہ دعا کرتا تھا کہ استاذ جلدی آجائے تو اچھا کیونکہ والد صاحب صرف سبق ہی نہیں سنتے تھے بلکہ ساتھ میں بالوں کی چیکنگ کپڑوں کی چیکنگ اور پچھلے اسباق کی چیکنگ کرتے تھے۔

تربیت طلباء

جب مدرسہ کی چھٹی ہوتی تھی تو فوراً گھر نہیں جاتے تھے بلکہ مدرسہ میں بچوں کو کھانا کھلا کر آتے تھے اور جب بچے کھانا کھاتے تھے تو دیکھتے تھے کہ بچے سنت کے مطابق کھانا کھا رہے ہیں یا نہیں؟ اگر کوئی بچہ بڑے بڑے لقموں سے کھاتا تو اس کی اصلاح فرماتے اور اگر کوئی بچہ اپنی طرف زیادہ گوشت وغیرہ ڈال لیتا تو اس کو سمجھاتے۔

صفائی اور عملی دعوت

اور صفائی کا بہت خیال فرماتے تھے، ایک مرتبہ حاجی یوسف صاحب راوتؒ کی طرف سے پورے دار العلوم کو دعوت تھی میں بھی کھانے کے لئے گیا تھا، کھانے کے بعد میں مولانا ایوب جمبوسری اور مولانا محمد حنیف رویدروی اور دوسرے ساتھی ہم ہاتھ دھو رہے تھے والد صاحب وہاں پر آئے اور دیکھا کہ پوری نالی بھر گئی ہے اور پانی رُکا ہوا ہے، بلاک ہو گیا ہے تو کہا کہ بھائی یہ بلاک ہو گیا ہے اور کوئی صاف بھی نہیں کرتا اور وہ نالی اتنی گندی تھی کہ ہماری بھی ہمت نہیں ہوئی کہ ہم اس کو صاف کریں تو انہوں نے خود صاف کرنا شروع کر دیا، اب ہم کیسے دیکھ سکتے تھے کہ والد صاحب اس کو صاف کریں اور ہم سب کھڑے کھڑے دیکھتے رہیں تو ہم سب بھی صفائی میں لگ گئے۔

صفائی کا خوب خیال فرماتے

صبح جب آپ گھر سے دارالعلوم تشریف لاتے تھے اس وقت مدرسہ کے جو راستے بنے ہوئے ہیں وہ سارے صاف ہو جاتے تھے اگر راستوں کے اوپر کچرا نظر آتا تو صفائی والوں کو فوراً بلاتے تھے اور صفائی کرواتے تھے، اسباق شروع ہونے سے پہلے تمام درس گاہیں صاف ہو جایا کرتی تھیں۔

مجھے فلاح دارین کی یاد آگئی

ابھی کچھ دن پہلے ہمارے مدرسہ (دارالعلوم لندن) میں ٹریننگ دے رہے تھے یہاں پر حکومت کی طرف سے ضروری ہے کہ ہر تعلیمی ادارے کے ٹیچروں کو ٹریننگ لینی پڑتی ہے تو ہمیں ٹریننگ دینے والا سمجھا جا رہا تھا کہ کلاس شروع ہونے سے پہلے سب کلاسیں (درسگاہیں) صاف ہو جانی چاہئیں بچوں کے جوتے ادھر ادھر ہوں تو سیدھے رکھنے چاہئے تو اس وقت مجھے ”فلاح دارین،، یاد آجاتا تھا۔

اخبار بینی اور قیلولہ

کھانا کھلانے کے بعد والد صاحب جب گھر پر آتے تو کھانا کھانے کے بعد گجراتی اخبار دیکھتے پھر تھوڑی دیر قیلولہ فرماتے۔

نماز کی ادائیگی

ظہر کی نماز جامع مسجد میں ادا فرماتے، پھر چائے پی کر مدرسہ پہنچ جاتے تھے، عصر کی نماز دارالعلوم کی مسجد ہی میں ادا فرماتے۔

بچوں کے حلقے لگواتے اور انہیں دعائیں یاد کرواتے

نماز کے بعد بچوں کو مسنون دعائیں یاد کرانے کے لئے حلقے لگواتے پھر جب بچے کھانا کھالیتے اس کے بعد گھر تشریف لاتے اور خود کھانا تناول فرماتے۔

والد صاحب کے مغرب بعد کے معمولات

گھر والوں کے ساتھ مغرب تک بیٹھتے تھے اور مغرب کے بعد ہمیں مکتب اور اسکول کا سبق یاد کرنے کے لئے بٹھاتے تھے، پھر والد صاحب عربی خبریں سنتے تھے۔

مطالعہ اور بچوں کی خصوصی نگرانی

عشاء کے بعد کتابوں کا مطالعہ کرتے تھے اور کبھی کبھی رات کو دیر سے مدرسہ میں چکر لگاتے تھے یہ دیکھنے کے لئے کہ کون بچہ محنت کر رہا ہے۔

حضرت والد صاحب کے جمعرات اور جمعہ کی مصروفیت کا ایک خاکہ

جمعرات کے دن کبھی کبھی اطراف میں کہیں بیان کرنے کے لئے تشریف لے جاتے تھے جس جمعرات کو ترکیسر گھر پر ہوتے تو کاپودرا والدین کا حال جاننے کے لئے چلے جاتے، عصر کی نماز کے بعد ٹرک میں بیٹھ کر جاتے تھے ساتھ میں مجھے بھی لے جاتے اور فجر کے بعد کبھی کبھی کاپودرا اپنے کھیت دیکھنے کے لئے چلے جاتے تھے اور پھر ٹرک میں بیٹھ کر ترکیسر آجاتے تھے اور بس اڈے پر سے مجھے اپنا بیگ دے کر گھر بھیج دیتے تھے اور خود سیدھے دار

العلوم چلے جاتے تھے حالانکہ جمعہ کا دن ہے چھٹی کا دن ہے لیکن اس دن بھی بچوں کی تربیت کی فکر رہتی اور دار العلوم جا کر بچوں سے ان کے کمروں کی صفائی کرواتے تھے پھر ساڑھے گیارہ بجے گھر آتے اور کھانا کھاتے۔(تناول فرماتے)

اخلاق سے جیا کرتے ہیں اخلاق سے مارا کرتے ہیں

والد صاحب سے جو بھی ملتا وہ اعتراف کرتا کہ اس آدمی کے اخلاق کتنے بلند ہیں، آپ کی عادت شریفہ یہ رہی ہے کہ جس لائن کا آدمی ہوگا اس کے ساتھ اسی طرز سے بات کریں گے، یعنی اگر کوئی ٹیچر ہوگا تو اسکول کی لائن سے ہی اس کے ساتھ گفتگو کریں گے، اگر کوئی کاشتکار ہے تو اس کے ساتھ اسی لائن سے بات کریں گے، اور سامنے والا یہی سمجھتا ہے کہ مولانا کو میرے ساتھ ہی بہت محبت ہے، اور پھر چاہے وہ چھوٹا ہو یا بڑا، عالم ہو یا غیر عالم جب صحت اچھی تھی تو جو بھی مہمان آتا اس کو باہر تک رخصت کرنے جاتے تھے اور ساتھ میں بیٹھ کر کھانا کھلایا کرتے تھے، برطانیہ سے ہمارے تعلق رکھنے والے جب والد صاحب کی عیادت کے لئے گئے تو ان کو بہت پیار و محبت سے کھانا کھلایا اور باہر تک رخصت کرنے گئے، تو وہ خود مجھ سے کہہ رہے تھے کہ ہم تو پانی پانی ہو گئے کہ اتنا بڑا آدمی اور وہ ہمیں کھڑے ہو کر کھانا کھلاتا ہے اور ہم کو اتنی عزت دیتا ہے کہ ہمیں باہر تک رخصت کرنے بھی آتا ہے۔

استقبال

اسی طرح جب صحت اچھی تھی اور والد صاحب کینیڈا میں مقیم ہوتے

تھے تو اپنے شاگردوں کے استقبال کے لئے ائیر پورٹ چلے جاتے تھے مثلاً ہمارے استاذ محترم قاری محمد صدیق صاحب سانسرودی دامت برکاتہم کو اور اسی طرح دوسرے علماء جو کہ والد صاحب کے شاگرد ہیں وہ جب بھی کینیڈا جاتے تو ان کے استقبال کے لئے ائیر پورٹ چلے جاتے ایک مرتبہ لندن میرے گھر پر ٹھہرے ہوئے تھے اور مولانا اقبال صاحب دیولوی فلاحی دامت برکاتہم کینیڈا سے آنے والے تھے تو ان کو لینے کے لئے بھی خود ہیتھرو ائیر پورٹ (Heathrow) چلے گئے تھے میں نے اس وقت والد صاحب سے کہا کہ میں مولانا کو ہوائی اڈے پر لانے کے لئے کسی کو بھیج دوں گا کیونکہ مجھے مدرسہ پڑھانے جانا ہے تو فرمایا کہ تو جس کو بھیجے گا ان کے ساتھ میں بھی جاؤں گا، میں نے مولانا عبد المتین صاحب بھوتا سے بات کی اور وہ ائیر پورٹ پر جانے کے لئے تیار ہو گئے تو والد صاحب ان کے ساتھ گئے اسی طرح میرے بھائی قاسم نے بتایا کہ ایک مرتبہ والد صاحب کینیڈا میں تھے اور قاری رشید احمد صاحب اجمیری دامت برکاتہم کینیڈا تشریف لائے والد صاحب ان کے استقبال کے لئے ائیر پورٹ پر گئے تو وہاں پر کچھ لوگوں نے یہ کہا کہ حضرت! آپ بھی تشریف لائے آپ سے تو وہ بہت چھوٹے ہیں تو والد صاحب نے اس کے جواب میں فرمایا کہ چھوٹے بڑے کا سوال نہیں ہے، ان کے ساتھ ایک عظیم نسبت لگی ہوئی ہے اور مولانا خود بھی حدیث شریف کے استاذ ہے، میں اس نسبت پر آیا ہوں، اسی طرح شیخ حنیف صاحب لوہاروی دامت برکاتہم کو بھی کینیڈا کے ائیر پورٹ پر لینے گئے تو بالکل اسی طرح کسی نے

والد صاحب کو کہا تو والد صاحب نے اس کے جواب میں یہی فرمایا کہ بھائی وہ استاذ حدیث ہیں، اور حضرت مولانا محمد سلیم دھورات صاحب دامت برکاتہم فرماتے ہیں کہ ۲۰۰۱ء میں یہ روسیاہ بارباڈوس اور پناما جاتے ہوئے حضرت والا کی خواہش پر کنیڈا پہنچا، آپ علیل چل رہے تھے، بندہ واقف تھا اس لئے حضرت والا کی خدمت میں فون سے عرض کیا کہ آپ ہرگز ائیرپورٹ تشریف نہ لائیں، برادرِ مکرّم مولانا اسماعیل صاحب کو بھی اس سلسلے میں بہت تاکید کی، مگر میں امیگریشن (immigration) سے نکلا تو حیران ہوگیا کہ حضرت والا انتظار میں سب سے آگے کھڑے ہیں، میرے کچھ عرض کرنے پر فرمایا کہ آپ ہزاروں میل کا سفر کر کے دین کی باتیں کرنے کے لئے آئے اور ہم دین کی نسبت پر آنے والے ایک خادمِ دین کے استقبال کے لئے آدھے گھنٹے کا سفر بھی نہ کریں؟۔

نسبت کی قدر

اسی طرح بولٹن میں ''مسجد الرحمٰن'' میں ہم نماز پڑھنے کے لئے گئے ہم نماز پڑھ کر نکل رہے تھے کہ والد صاحب کی نظر مولانا عبدالرحیم صاحب لمباڈا جو کہ دارالعلوم بری میں حدیث شریف کے استاذ ہیں ان پر پڑی تو جوتے پہن کر ان سے ملاقات کے لئے باہر کھڑے رہے ہم نے کہا چلیں، اس پر والد صاحب نے فرمایا کہ ٹھہرو! مولانا عبدالرحیم صاحب سے ملاقات کر کے جاتے ہیں تو ہمارے ایک ساتھی نے کہا کہ حضرت! یہ تو آپ سے کتنے چھوٹے ہیں اور آپ ان کے لئے کھڑے رہیں گے تو والد صاحب نے فرمایا کہ بھائی یہ

استاذ حدیث ہیں اس لئے ہمیں ان کی قدر کرنی چاہئے، ایسے بہت سے واقعات ہیں تطویل کے خوف سے اتنے ہی پر اکتفاء کرتا ہوں۔

ایک نشہ ایسا بھی

والد صاحب کو کتاب کے مطالعہ کا نشہ ہے جب بھی آپ کو فرصت ملتی ہے آپ فوراً کتاب ہاتھ میں لیتے ہیں۔

نئی کتب کی خریداری کا شوق اور ایک انوکھا معمول

ایک مرتبہ لندن کے سفر میں آپ کے شاگردوں اور آپ سے محبت رکھنے والوں نے کچھ رقم ہدیہ کے طور پر پیش کی، مجھ سے پوچھا کہ یہاں عربی کتب خانے کہاں پر ہیں؟ مجھے وہاں جانا ہے تو میں نے اپنے ایک دوست حافظ شعیب دیواوی جو کہ لندن کے راستوں سے خوب واقف ہیں ان سے بات کی وہ والد صاحب کو اپنے ساتھ ایک کتاب گھر لے گئے اور وہاں سے بیروت سے چھپی ہوئی چند کتابیں خریدیں جن کا ہندوستان میں ملنا مشکل ہے، وہاں سے قیمتی اور مہنگی کتابیں خرید کر لائے، پہلے آپ نے پڑھیں اور اس کے بعد رمضان المبارک کے بعد مولانا احمد صاحب ٹنکاروی جو کہ برطانیہ سے انڈیا جارہے تھے تو کچھ کتابیں ان کو دیں اور فرمایا کہ میں نے ان کتب کا مطالعہ کرلیا ہے آپ ان کا مطالعہ کرو اور جب تم مطالعہ کر چکو تو پھر مولانا اقبال صاحب دیولوی کے پاس بھیج دینا اس وقت مولانا احمد صاحب ٹنکاروی ہانسوٹ میں مدرس تھے، اور مولانا اقبال سے کہنا کہ جب وہ پڑھ چکیں تو پھر یہ کتابیں مولانا یوسف صاحب ٹنکاروی کو دیدینا، یعنی کتابیں خرید کر اور پڑھ کر خود بیٹھ نہیں

گئے، ان کتابوں سے دوسرے کیسے فائدہ اٹھائیں یہ فکر رہتی ہے، میں سوچتا ہوں کہ جن لوگوں نے ان کو ہدیہ دیا اور ان پیسوں سے کتابیں خریدیں ان کے لئے تو بہت بڑا صدقۂ جاریہ ہوگیا کیونکہ والد صاحب نے جو کتابیں دوسرے اساتذہ کو پڑھنے کے لئے دی تھیں وہ دارالعلوم میں حدیث شریف کے بڑے اساتذہ میں سے ہیں وہ ان کتابوں کو پڑھ کر جو باتیں اپنے طلباء کو بتائیں گے وہ آگے مدرس بنیں گے اور وہ اپنے طلباء کو پڑھائیں گے اس طرح یہ سب ان کے حق میں صدقۂ جاریہ ہوگا، ان شاء اللہ تعالی۔

اسی طرح جب بھی آپ کو کسی نئی کتاب کے بارے میں پتہ چلتا ہے کہ فلاں کتاب چھپ کر آئی ہے تو فوراً مجھ پر میسیج آجاتا ہے کہ فلاں کتاب نئی آئی ہے اگر تجھے ملے تو تو فوراً بھیج دینا۔

ذوق مطالعہ

جب والد صاحب ۲۰۰۶ء میں بہت بیمار ہوگئے تھے تو پہلے ہمارے بڑے بھائی مولانا اسماعیل صاحب خدمت کے لئے کینیڈا گئے تھے اور پھر میں اور میرا بیٹا مولانا معاذ کینیڈا گئے تھے جب میں کینیڈا جارہا تھا تو میں نے میرے شیخ حضرت مولانا محمد قمر الزماں صاحب دامت برکاتہم العالیہ کو فون کیا کہ حضرت اس سال میں آپ کی خدمت میں حاضر ہونے والا تھا لیکن والد صاحب بہت بیمار ہیں اس لئے مجھے کینیڈا جانا پڑے گا، تو حضرت نے فرمایا کہ خوشی سے جائیے اور والد صاحب کی خوب خدمت کیجئے نیز فرمایا کہ میں نے آپ کے والد صاحب کو ایک کتاب کا ترجمہ کرنے کے لئے دیا تھا 'رسالۃ

المسترشدین، جب ان کی صحت کچھ بہتر ہو جائے تو ان کو اس کی یاد دہانی کروانا، جب میں کینیڈا والد صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا تو دیکھا کہ والد صاحب کو بہت کمزوری ہے وہ خود اٹھکر بیٹھ بھی نہیں سکتے ہیں مگر پھر بھی کتابوں کا مطالعہ جاری اور ساتھ میں قرآن شریف کی تلاوت بھی، ایک دن میں نے تذکرہ کر دیا کہ حضرت مولانا قمر الزماں صاحب دامت برکاتہم العالیہ سے فون پر بات ہوئی تھی تو انہوں نے آپ کو ''رسالۃ المسترشدین،، کے ترجمہ کی یاد دہانی کے لئے فرمایا تھا، اس پر مجھے کہا کہ اچھا ہوا تو نے یاد دلایا اور مجھے کہا کہ یہ الماری کھولو اور اوپر کی جانب جو کتاب رکھی ہے وہ لاؤ، اور انہوں نے بیماری کی حالت میں ہی کام شروع کر دیا، حالانکہ ہاتھوں پر سوئیاں لگی ہوئی تھیں جن میں سے دوائیاں ڈالتے تھے اور بوتل وغیرہ چڑھاتے تھے تھوڑی دیر لکھتے پھر تھک جاتے پھر آرام کرتے پھر لکھتے پھر تھوڑی دیر آرام کرتے ایسی حالت میں ''رسالۃ المسترشدین،، کا ترجمہ مکمل کیا تھا، اور میرا بیٹا رمضان المبارک کے بعد عربی اول شروع کرنے والا تھا تو ہر روز اس کو تھوڑی دیر عربی الفاظ سکھاتے تھے اور تمرین الصرف اور تمرین النحو کتاب بھی پڑھاتے تھے (اور جب بھی وہ والد صاحب کی خدمت میں مدرسہ کی تعطیلات میں حاضر ہوتا تھا تو والد صاحب اس کو کوئی نہ کوئی کتاب پڑھاتے تھے، اس طرح ماشاء اللہ اس نے والد صاحب سے چند کتب پڑھیں جن کے اسماء یہ ہیں ''الطریقۃ العصریۃ حصہ دوم،، اور ''الصفحات من صبر العلماء،، اور ''مقدمہ مرقات،، اس کی فراغت کے بعد ''امثال العرب،، پڑھائی تھی) اس بیماری کی حالت میں بھی چین سے نہیں

بیٹھتے تھے بلکہ علم حاصل کرنے میں اور دوسروں کو علمی فائدہ پہنچانے میں مشغول رہتے تھے کسی نے سچ کہا ہے کہ

سرور علم ہے کیف شراب سے بہتر
کوئی رفیق نہیں ہے کتاب سے بہتر

مطالعہ کیا ہے؟

مطالعہ دراصل دوسروں کے تجربات سے استفادہ اور تاریخ کی برگزیدہ شخصیتوں سے ملاقات اور ان کی گفتگو سننے کا نام ہے، سوانح عمریوں سے اور خاص طور سے خودنوشت سوانح سے اور سفرناموں سے ایک قاری بہت کارآمد معلومات حاصل کرسکتا ہے، کتابوں کے مطالعہ سے انسان کو اپنی کوتاہیوں اور کمزوریوں کا احساس ہوتا ہے اور وہ ان کو دور کرنے کی کوشش کرتا ہے۔

کتابوں کے مطالعہ سے انسان کے شعور میں پختگی پیدا ہوتی ہے، اچھے اور برے کی پرکھ اور تنقید کی صلاحیت پیدا ہوتی ہے، کتابوں کے مطالعہ سے انسان میں فنی تخلیق کی استعداد پیدا ہوسکتی ہے اور انسان کائنات کے اور حیات کے مسائل کو زیادہ بہتر طور پر سمجھ سکتا ہے، کتابوں کے مطالعہ سے وہ اپنے علم میں اضافہ کرتا ہے، اور علم کے اظہار کے مؤثر طریقے دریافت کرتا ہے، ایک انسان جب کتب خانہ میں داخل ہوتا ہے اور کتابوں سے بھری ہوئی الماریوں کے درمیان کھڑا ہوتا ہے تو دراصل ایسے علم کے شہر میں کھڑا ہوتا ہے جہاں تاریخ کے ہر دور کے عقلاء، فقہاء، اہل علم اور ادباء کی روحیں موجود ہوتی

ہیں، اس شہر میں اس کی ملاقات امام غزالیؒ، امام رازیؒ، افلاطون ارسطو اور ابن رشد سے لیکر دور جدید کے تمام اہل علم اور اہل قلم سے ہوسکتی ہے، کتب خانہ میں بیٹھ کر شاہ ولی اللہ دہلویؒ کی حجۃ اللہ البالغۃ کا مطالعہ دراصل شاہ ولی اللہ سے براہ راست ملاقات اور استفادہ کا بدل ہے، کتاب وہ واسطہ ہے جس کے ذریعہ انسان حاضرات کے عمل کے بغیر اسلاف کی روحوں سے مل سکتا ہے، مطالعہ کے لئے صحیح کتاب کا انتخاب ضروری ہے، کتابیں سمندر کی مانند ہیں، ضرورت اور ذوق کے مطابق کتابوں کا انتخاب کرنا چاہئے، اس میں کسی صاحب علم اور صاحب ذوق کی رہنمائی بھی اشد ضروری ہے، دل کے بارے میں جگر مراد آبادی کا شعر ہے

کامل رہبر قاتل رہزن دل سا دوست نہ دل سا دشمن

جگر مراد آبادی نے دل کے بارے میں جو بات کہی ہے وہ کتاب کے بارے میں زیادہ صادق آتی ہے، کتابیں انسان کو ساحل ہدایت تک پہنچاتی ہیں، کتابیں انسان کو گمراہی کے بھنور میں ڈبوتی بھی ہیں، کتابیں انسان کو گم کردہ راہیں بھی بتاتی ہیں، وہ قاتل رہبر بھی ہیں اور قاتل رہزن بھی ہیں، کتابوں کی اہمیت، حیثیت، ان کی عظمت اور ان کی افادیت ہر زمانہ میں مسلم رہی ہے، ہر دور میں ایسے لوگ پیدا ہوتے ہے جنہوں نے کتابوں کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنایا، جن کے عظیم کارناموں کو دنیا ہمیشہ یاد رکھے گی، ایوب بن شجاع کہتے ہیں کہ میں نے اپنا غلام عبداللہ اعرابی کے پاس انہیں بلانے کے لئے بھیجا غلام نے واپس آکر کہا میں نے انہیں اطلاع تو کردی ہے لیکن وہ کہہ رہے تھے کہ

میرے پاس کچھ لوگ بیٹھے ہیں ان سے فارغ ہو کر آتا ہوں حالانکہ وہ کتابوں کے مطالعہ میں مصروف تھے، کتابوں کے سوا وہاں کچھ نہ تھا عبداللہ آئے تو ایوب نے ان سے پوچھا تمہارے پاس تو کوئی نہ تھا پھر تم نے بلانے آنے والے سے یہ بات کیسے کہدی، اس پر انہوں نے چند اشعار پڑھے جن کا ترجمہ یہ ہے:

ہمارے چند ہمنشین ایسے ہیں جن کی باتوں سے ہم نہیں اکتاتے، موجودگی اور عدم موجودگی دونوں صورتوں میں ہم ان کے شر سے محفوظ رہتے ہیں، اور ہمیں گذرے ہوئے لوگوں کے علم، ادب، صحت رائے کا فائدہ دیتے ہیں، نہ ان سے کسی فتنہ کا اندیشہ ہے اور نہ بری صحبت کا اور نہ ہم ان کی زبان اور ہاتھ کے شر سے ڈرتے ہیں انہیں مردہ کہنے کی صورت میں آپ کو جھوٹا نہیں کہا جاسکتا اور اگر آپ انہیں زندہ کہیں تب بھی آپ کو غلط اور بے عقل نہیں کہا جاسکتا۔

محنتی طلباء سے بہت محبت فرماتے

بعض طلباء جو بہت محنت کرتے تھے والد صاحب ان سے بہت محبت فرماتے تھے، اور جب وہ بیمار ہو جاتے تھے تو ان کے لئے کھانا ہمارے گھر سے بھیجتے تھے۔

اساتذہ سے حسن سلوک

اور بعض اساتذہ کے لئے جو اکیلے رہتے تھے یعنی ان کی فیملی ترکیسر میں نہیں تھی، جیسے کہ استاذ محترم قاری انیس صاحبؒ اور حضرت مولانا ذوالفقار صاحبؒ ان دو حضرات کے لئے کبھی کبھی گھر سے کھانا بھیجتے تھے، جب بھی میں

قاری انیس صاحبؒ کو کھانا دینے جاتا تھا تو وہ اکثر تسبیح پڑھ رہے ہوتے تھے اور وہ تسبیح جو استعمال فرماتے تھے وہ کافی لمبی تھی خیر، جب میں کمرہ میں داخل ہوتا اور یہ کہتا کہ آپ کے لئے والد صاحب نے کھانا بھیجا ہے تو خوشی کے مارے بیٹھ جاتے تھے اور دو تین مرتبہ مجھ سے پوچھتے کہ کیا مہتمم صاحب نے میرے لئے بھیجا، میرے لئے بھیجا اور پھر مسکراتے تھے ان کا مسکراہٹ بھرا چہرہ آج بھی میرے سامنے ہے۔

صلاحیت کی قدر

اور والد صاحب کو اللہ تعالیٰ نے ایک اور خصوصیت یہ عطا فرمائی ہے کہ بچوں کی صلاحیت کو بہت جلد بھانپ لیتے ہیں بعض بچے ایسے تھے جو قرآن شریف بہت بہترین پڑھتے تھے بعض بچے تقریر اچھی کرتے تھے لیکن پڑھنے میں اتنی محنت نہیں کرتے تھے لیکن والد صاحب ان کو سمجھا بجھا کر ان کی تعلیم مکمل کرنے کی فکر میں رہتے تھے، کبھی کبھی ان کی شکایتیں آجاتی تھیں تو والد صاحب ان کی رعایت بھی کر لیتے تھے، تاکہ وہ اپنی تعلیم مکمل کرلے گا تو وہ کسی کو قرآن کریم صحیح کرادے گا اور اگر وہ اچھی تقریر کرتا ہے تو وہ امامت کر کے یا وعظ کر کے لوگوں تک دین کی بات پہنچائے گا اس وجہ سے اسکی رعایت کرتے تھے بعض مرتبہ ایسا ہوتا تھا کہ جب شروع سال میں نئے طلباء کے داخلے ہوتے تھے تو کچھ طلباء ایسے بھی ہوتے تھے جن کو داخلہ نہیں ملتا تھا صرف اس وجہ سے کہ بورڈنگ میں رہنے کی جگہ نہیں ہوتی تھی، تو ایسے موقعے پر ایسا بھی ہوا کہ کئی بچوں کی صلاحیت کو بھانپ کر کہ یہ ذہین اور ہوشیار ہے اور یہ دل

لگا کر پڑھے گا اس کو فرماتے کہ کوئی بات نہیں تو میرے گھر پر رہ کر پڑھنا جب تک بورڈنگ میں جگہ نہ ہو جائے، حالانکہ اس بچے سے والد صاحب کی کوئی رشتہ داری نہیں ہوتی تھی، اور نہ کوئی گہرا تعلق صرف اس وجہ سے کہ یہ بچہ دین کے پھیلانے کا ذریعہ بنے گا۔

تنخواہ کی کمی بھی کبھی مہمان نوازی کے آڑے نہیں آئی

میں خود ہر مہینہ دکانوں میں بل ادا کرنے جاتا تھا پورے مہینہ کی تنخواہ ایک دن میں ختم ہو جاتی تھی، اور مرحوم یوسف بھائی ناخدا جن کی جامع مسجد کے نیچے دکان تھی ان کا بل (ادھار) آدھا ادا ہوتا اور آدھا باقی رہتا، اللہ تعالی ان کی بھرپور مغفرت فرمائے اللہ تعالی ان کے درجات کو بلند فرمائے، ہمیں کبھی یہ نہیں کہا کہ پورے پیسے دے کر جاؤ، اس وقت کے حالات میں کبھی کبھی سوچتا ہوں تو میرا سر چکرانے لگتا ہے، کہ ہم بارہ بھائی بہن تھے اور تنخواہ آتے ہی ختم ہو جاتی تھی، اور پورا مہینہ گذارنا اور مہمانوں کی کثرت ہمیں کس طرح پالا پوسا اور کیسی کیسی تکلیفیں اٹھائی ہوں گی اللہ تعالی میرے والدین کو اس کا بہترین بدلہ عطا فرمائے، اللہ تعالی ان کے درجات بلند فرمائے، ان کی باقی زندگی میں ان کی خدمت کرنے کی توفیق نصیب فرمائے، جیسی ان کی خدمت کرنی چاہیے میں نہیں کر سکا اللہ تعالی مجھے معاف فرمائے۔

تعلیمی ادارے دیکھنے کا شوق

والد صاحب جب بھی کہیں سفر پر جاتے تھے اور ان کو پتہ چلتا تھا کہ یہاں پر کوئی تعلیمی ادارہ ہے تو وہ ضرور اس کو دیکھنے جاتے تھے اور آپ دعوت

نامہ کا انتظار نہیں کرتے تھے اور پھر وہاں جو خوبیاں دیکھتے تھے ان خوبیوں کو اپنے یہاں (فلاح دارین) میں ضرور اپناتے تھے، اور ہر جگہ پر وہاں کی خوبیوں کی تعریف کرتے تھے۔

لائبریریاں دیکھنے کا شوق

جب ۱۹۸۶ء میں پہلی مرتبہ انگلینڈ تشریف لائے تھے تو یہاں کی گورمنٹ اسکول بھی دیکھنے گئے تھے اور ایک اسکول کے ہیڈ ٹیچر کے ساتھ تعلیم سے متعلق سوال و جواب بھی ہوئے تھے، اور ساتھ میں ایک صاحب کو جو کہ انگریزی جانتے تھے ترجمہ کرنے کے لئے لے گئے تھے، اور یہاں کی بڑی بڑی لائبیر ریاں دیکھیں آپ آکسفورڈ اور کیمبرج یونیورسٹی کی لائبریری برٹش لائبریری انڈیا آفس لائبریری وغیرہ اکثر لائبریریاں دیکھ چکے ہیں، اسی طرح امریکہ پیرس کینیڈا وغیرہ کی لائبریریاں بھی دیکھ چکے ہیں، اور وہاں ہمارے بزرگوں کی قیمتی کتابیں ان کی نظر سے گذریں تو ان کی فوٹو کاپیاں حاصل کرنے کی کوشش بھی کیں بعض کتابیں جو ہندوستان میں ڈھونڈھنے سے نہ ملیں پیرس اور امریکہ کی لائبریری میں ملیں، آپ نے اس کا تذکرہ حضرت مفتی سعید احمد صاحب پالنپوری دامت برکاتہم سے بھی کیا پھر جب حضرت مفتی سعید احمد صاحب پالنپوری دامت برکاتہم کا امریکہ کا دورہ ہوا اور حضرت بھی وہاں کی لائبریری دیکھنے تشریف لے گئے، والد صاحب سے ملاقات پر فرمایا کہ آپ کی بات بالکل درست ہے کہ بعض ایسی کتب وہاں موجود ہیں جو ہمارے یہاں کے کتب خانوں میں بھی نہیں ہیں ہم نے تو اب تک صرف اس کا نام ہی سن

رکھا تھا۔

بزرگوں سے تعلق

بزرگوں سے تعلق کے بارے میں آپ نے ”رشد وہدایت کے منار،، میں پڑھا ہی ہوگا لیکن دو تین واقعات جو مجھے یاد ہیں وہ لکھنا ضروری سمجھتا ہوں، مفکر اسلام حضرت مولانا علی میاں صاحب ندویؒ سے والد صاحب کو بہت محبت تھی، حضرت جب بھی بمبئی تشریف لاتے تو ان کی ملاقات کے لئے والد صاحب گجرات سے بمبئی جاتے تھے اور ان سے خوب استفادہ کرتے تھے۔

گجرات میں بھی ندوہ ہے

ایک مرتبہ حضرت ترکیسر عربی انجمن کے جلسہ میں تشریف لائے تھے تو حضرت نے بچوں کی عربی تقریریں سن کر یہ فرمایا تھا کہ آج تک میں یہ سمجھ رہا تھا کہ ندوہ ہی میں اچھی عربی بولی جاتی ہے، لیکن یہاں بچوں کی عربی تقریریں سن کر محسوس ہوا کہ گجرات میں بھی ندوہ ہے۔

اے گجراتیو! ان کی قدر کرو

اور پھر والد صاحب کے بارے میں فرمایا تھا کہ مولانا عبداللہ صاحب بڑے دور اندیش ہیں، اے گجراتیو! ان کی قدر کرو، والد صاحب کے ہر بیان میں آپ کو حضرت مولانا علی میاں صاحب ندویؒ کی کوئی نہ کوئی بات ضرور ملے گی۔

مجھے تو مولانا عبداللہ کاپودروی کے گھر جانا ہے

حضرت مولانا علی میاں صاحب ندویؒ کا جو آخری سفر گجرات کا ہوا تھا اور شاید آپ دارالعلوم جمبوسر آئے تھے تو اس وقت میں تو یہاں برطانیہ میں تھا لیکن وہاں موجود علماء کرام سے سنا تھا کہ اس وقت ہر دارالعلوم والا ان کو اپنے دارالعلوم میں آنے کی دعوت دے رہا تھا، لیکن حضرت انکار فرماتے رہے، والد صاحب کا بھی دل چاہتا تھا کہ ان کو اپنے گھر پر لے جائیں، لیکن حضرت کی طبیعت کو دیکھ کر والد صاحب کی ہمت نہیں ہورہی تھی کہ انھیں دعوت دے، ہمیں یہ بات سیکھنے کی ہے آج کل ہم اپنے شیخ کو استاذوں کو بزرگوں کو زبردستی گھر لے جانے کی کوشش کرتے ہیں تاکہ ہم برکت حاصل کریں، لیکن ان کے آرام کا ان کی صحت کا ہمیں خیال نہیں رہتا، یہ محبت نہیں ہے، اس کی ہمیں اصلاح کی بہت ضرورت ہے، ہاں! تو حضرت سب کو انکار کرتے رہے حضرت نے فرمایا کہ مجھے کہیں نہیں جانا ہے، مجھے تو مولانا عبداللہ کاپودروی کے گھر جانا ہے، اور پھر حضرت کے ساتھ ستر (۷۰) علماء کرام تشریف لائے تھے۔

۱۹۹۲ء،۱۹۹۳ء میں حضرت مولانا علی میاں صاحب ندویؒ کا لندن کا سفر ہوا تھا اور میرے بھائی مولانا اسمٰعیل صاحب اس وقت بولٹن میں تھے تو وہ وہاں سے لندن میرے گھر آئے اور میں اس وقت لندن میں کلپٹن کے علاقہ میں رہتا تھا چنانچہ ہم دونوں بھائی مولانا علی میاں صاحبؒ کو ملنے فینس بری پاک گئے صاحب مکان نے پہلے ہمیں منع کردیا کہ مولانا سے ملاقات نہیں

ہوسکتی، ہم نے کہا کہ ہم بہت دور سے ملنے آئے ہیں اور ہم صرف حضرت سے مصافحہ کر کے نکل جائیں گے اس پر انہوں نے کہا کہ ٹھیک ہے جب ہم اندر گئے اور حضرت مولانا علی میاں صاحبؒ سے عرض کیا کہ ہم مولانا عبد اللہ صاحب کاپودروی کے بیٹے ہیں تو ہمیں بٹھایا، میں اسی عرصہ میں ہندوستان سے برطانیہ آیا ہوا تھا تو مجھے کافی نصیحتیں کیں اس میں جو بات مجھے خاص بتائی ہے وہ یہ کہ جب حضرت ہندوستان گئے تو وہاں جا کر لکھنو سے گجرات والد صاحب پر خط لکھا کہ میں انگلینڈ گیا تھا تو آپ کے صاحبزادے لندن ملاقات کے لئے آئے تھے ان سے مل کر مجھے خوشی ہوئی اور وہ خیریت سے ہیں، ہمارے بزرگوں کے اخلاق کتنے بلند تھے اور اپنے چھوٹوں سے کیسا محبت کا معاملہ فرماتے تھے اللہ تعالی ہمیں بھی ایسے اخلاق عطا فرمائیں۔آمین

ائمۂ حرم کے ساتھ افطار میں شرکت

والد صاحب ۱۹۹۰ء یا ۱۹۹۱ء میں ساؤتھ افریقہ تشریف لے گئے تھے دار العلوم زکریا والوں نے چھ مہینے کے لئے بلایا تھا اس دوران شیخ حذیفی دامت برکاتہم العالیہ کا بھی ساؤتھ افریقہ کا دورہ ہوا تھا والد صاحب کو ان کے ساتھ رہنے کا موقع ملا تھا، والد صاحب ماشاء اللہ عربی اچھی بولتے ہیں اس لئے شیخ حذیفی کو والد صاحب کے ساتھ مزہ آتا تھا (اچھا لگتا تھا) پھر والد صاحب ایک مرتبہ عمرہ کے لئے تشریف لے گئے شاید رمضان المبارک تھا والد صاحب مسجد نبوی میں پہلی صف میں بیٹھے ہوئے تھے اور شیخ حذیفی کی آپ پر نظر پڑ گئی تو شیخ کے ساتھ جو پولیس والے ہوتے ہیں انھیں والد صاحب کو

بلانے بھیجا اور پھر اپنے ساتھ بٹھا کر افطار کرایا شیخ حذیفی اور شیخ ایوبؒ جو کہ اس وقت مسجد نبوی میں امام تھے ان تینوں حضرات نے ساتھ بیٹھ کر افطار کیا والد صاحب فرماتے ہیں کہ میں وہاں بیٹھ کر دل ہی دل میں سوچتا تھا کہ میں ایک چھوٹے سے گاؤں کا آدمی (رہنے والا) ہوں جو گجرات کے نقشے پر بھی نظر نہیں آتا اور میں ایک غریب گھر کا پروردہ لیکن اللہ تعالی نے میرے اوپر کتنا فضل فرمایا کہ آج میں حرم کے اماموں کے ساتھ افطار کر رہا ہوں (ساؤتھ افریقہ کے اس سفر میں شیخ ابو الفتاح ابو غدہؒ کا بھی ساؤتھ افریقہ کا دورہ ہوا تھا اور والد صاحب کو ان کے ساتھ بھی رہنے کا موقع ملا تھا)

آپ کو میرے ساتھ ہی رہنا ہے

اسی طرح حضرت مولانا صدیق صاحب باندویؒ سے بھی بہت تعلق تھا، حضرت جب بھی گجرات تشریف لاتے والد صاحب سفر میں ان کے ساتھ ہی رہتے تھے، ایک مرتبہ ایک دار العلوم کی افتتاحی مجلس تھی اس میں گجرات کے ہر دار العلوم کے بڑے بڑے علماء کو دعوت تھی، والد صاحب کو دعوت نہیں تھی، ان سے کچھ اختلاف ہوا ہوگا، تو جب اس مدرسہ میں جانے کی باری آئی تو والد صاحب نے حضرت قاری صدیق صاحب باندویؒ سے اجازت چاہی کہ میں گھر ہو آؤں اور میں ان شاء اللہ شام کو آپ کے ساتھ سفر میں ساتھ ہو جاؤں گا، معلوم نہیں حضرت کو کسی نے بتا دیا یا کشف ہو گیا تھا حضرت نے فرمایا نہیں! آپ کو میرے ساتھ ہی رہنا ہے، جب پروگرام ہوا اور سب دار العلوم کے شیخ الحدیث نے بات پوری کر لی اور پھر جب حضرت قاری محمد صدیق صاحب

باندویؒ کے نام کا اعلان ہوا تو حضرت اپنی جگہ سے نہیں اٹھے اور فرمایا کہ پہلے حضرت مولانا عبداللہ صاحب کاپودروی بات کریں گے پھر میں بیان کروں گا، اور پھر والد صاحب کو حکم فرمایا کہ آپ بات کیجئے، جب والد صاحب کی بات ختم ہوئی تو فرمایا کہ حضرت مولانا عبداللہ صاحب کاپودروی نے تو میرے دل کی بات کہدی ہے، اب زیادہ کہنے کی ضرورت نہیں، چلو اب دعا کرلو یہ کہکر دعا شروع کردی۔

آپ کی وجہ سے ہمیں پورے سفر میں بہت آرام ملا

جب حضرت قاری صدیق صاحب باندویؒ برطانیہ تشریف لائے تھے اس وقت بھی والد صاحب ان کے ساتھ سفر میں ساتھ رہے تھے والد صاحب کینیڈا سے سفر کر کے حضرت کے ساتھ رہنے کے لئے آئے تھے، تو جب حضرت ہندوستان واپس تشریف لے جارہے تھے تو ہم بھی ائیرپورٹ پر چھوڑنے گئے تھے جب حضرت کا سامان وغیرہ چیک ہوگیا سب نے مصافحہ کرلیا والد صاحب بھی مصافحہ کر کے سائیڈ پر کھڑے ہوگئے حضرت جانے لگے، تھوڑے آگے گئے پھر واپس آئے اور فرمایا کہ مجھے مولانا عبداللہ صاحب سے بات کرنی ہے، والد صاحب بھی سوچ میں پڑ گئے کہ حضرت کیوں واپس آرہے ہیں حضرت نے آکر کہا کہ آپ کی وجہ سے ہمیں پورے سفر میں بڑا آرام ملا (پہنچا)، کیونکہ قاری زبیر صاحب بلیشوری نے برطانیہ کے سفر کا پورا نظام والد صاحب کے سپرد کردیا تھا یعنی اگر کوئی دعوت دینے آتا کوئی گھر لے جانا چاہتا تو پہلے والد صاحب سے بات کرنی ہوتی تھی، تو اس وقت والد

صاحب بڑے سخت رہے تھے صرف اس وجہ سے کہ حضرت زیادہ تھک نہ جائیں اور حضرت کو آرام ملے اس کی وجہ سے کافی لوگ والد صاحب سے ناراض بھی ہوگئے تھے۔

تمہیں مستقل طور پر کینیڈا نہیں رہنا ہے

اور دوسری بات یہ فرمائی کہ تمہیں کینیڈا میں مستقل طور پر نہیں رہنا ہے، ہندوستان کو آپ کی بہت ضرورت ہے۔

آپ بھی کبھی ہمارے یہاں تشریف لائیے

ایک مرتبہ حضرت قاری صدیق صاحب باندویؒ نے والد صاحب سے فرمایا: ہر سال میں گجرات آتا ہوں آپ بھی کبھی ہمارے یہاں تشریف لائیے، تو والد صاحب ایک مرتبہ ہتھوڑا (باندہ) تشریف لے گئے واپسی پر بتایا کہ اب ہمیں پتہ چلا کہ حضرت قاری صدیق صاحب باندویؒ ہر سال سفر میں کیسی تکلیفیں برداشت کرتے ہیں جب یہاں (گجرات) تشریف لاتے ہیں کیونکہ وہاں کے اسٹیشنوں پر نہ کوئی پانی والا ملتا ہے اور نہ کوئی چائے والا ملتا ہے کئی سال پہلے یہ بات میں نے والد صاحب سے سنی تھی، سنی ہوئی اس بات کا تجربہ ناچیز کو اس سال الہ آباد جاتے وقت ہوا۔

یہ گجرات کے بہت بڑے عالم ہے

اور اسی سفر میں والد صاحب جب حضرت مولانا قاری صدیق صاحب باندویؒ کے یہاں گئے تھے اسی سال حضرت والد صاحب نے مولانا محمد قمر الزماں صاحب دامت برکاتہم العالیہ کو ترکیسر مدعو کیا تھا شاید حضرت کا

گجرات کا یہ پہلا سفر تھا حضرت مولانا قمر الزماں صاحب کی زبانی میں نے یہ سنا کہ حضرت مولانا قاری محمد صدیق صاحب باندویؒ کے ساتھ حضرت مولانا محمد قمر الزماں صاحب دامت برکاتہم العالیہ کی خدمت میں پہنچے، تو صبح کا ٹائم تھا حضرت مولانا قمر الزماں صاحب نے مجھے فرمایا کہ حضرت قاری صدیق صاحب باندوی نے آپ کے والد صاحب کو ایک کمرے میں آرام کے لئے بھیج دیا اور پھر قاری صدیق صاحب میرے پاس آئے اور فرمایا کہ یہ گجرات کے بہت بڑے عالم ہیں اور یہ گجراتی لوگ صبح میں انڈے کا ناشتہ کرتے ہیں تو آپ کہیں سے انڈے منگوالو، چنانچہ اس کا انتظام کیا گیا اور صبح انڈے کا ناشتہ کرایا گیا، پھر مجلس ہوئی تو حضرت قاری صدیق صاحب نے حضرت مولانا قمر الزماں صاحب دامت برکاتہم سے فرمایا کہ مجلس میں دینی گفتگو آپ فرمائیں، والد صاحب نے ان کی باتیں سنیں، والد صاحب کو ان کی باتیں بہت پسند آئیں والد صاحب بہت متاثر ہوئے اور والد صاحب نے ان کو گجرات آنے کی دعوت دی، خیر، یہ بات تو ضمناً آ گئی۔

آبدیدہ ہو کر باہر آئے

ابھی میں جب لکھنو گیا وہاں مجھے حضرت مولانا زکریا صاحب سنبھلی دامت برکاتہم نے حضرت قاری صدیق صاحبؒ کے حالات پر مشتمل ان کا تحریر فرمودہ ایک کتابچہ دیا، میں نے گھر پہنچ کر وہ رسالہ حضرت والد صاحب کو پیش کیا اس وقت والد صاحب قیلولہ فرمانے کے لئے جا رہے تھے والد صاحب نے اسی وقت پڑھنا شروع کیا اور تھوڑی دیر میں کمرے سے باہر آ گئے، تو میں

نے والد صاحب سے پوچھا حضرت! نیند نہیں آئی، تو روتے ہوئے فرمایا کہ مجھے اس کتابچہ نے سونے نہیں دیا میں اس کو پڑھ کر بہت رویا اور فرمایا کہ ہمارے بزرگوں نے کیسی کیسی تکلیفیں برداشت کیں اور کام کر گئے، اور ہم لوگ اتنی راحت میں ہوتے ہوئے بھی کچھ نہیں کر سکے، پھر مجھے فرمایا کہ میں اس کتابچہ کی ایک ہزار کاپیاں کروانا چاہتا ہوں ان کو سب دار العلوم میں بھیجوں گا، چنانچہ حضرت والد صاحب نے اس کے لئے حضرت مولانا غلام محمد وستانوی صاحب دامت برکاتہم العالیہ سے بات کی اور حضرت مولانا غلام محمد وستانوی صاحب نے صرف چار دنوں کے اندر اسکے ایک ہزار نسخے چھپوا دیئے، اللہ تعالی حضرت مولانا غلام محمد صاحب کی اس خدمت کو قبول فرمائے، آمین۔

آپ نے میری راحت رسانی کا خوب خیال فرمایا

حضرت مولانا مسیح اللہ خاں صاحبؒ سے بھی والد صاحب کو بہت محبت تھی، اور ان کا جب گجرات کا سفر ہوا تھا تو والد صاحب نے ان کی راحت رسانی کا بہت خیال کیا تھا، حضرت نے جلال آباد جا کر والد صاحب کو ایک خط لکھا اور اس میں تحریر فرمایا تھا کہ آپ نے میری راحت رسانی کی بہت فکر کی اور مجھے اسکی وجہ سے بہت آرام پہنچا اور پھر دعائیہ کلمات تحریر فرمائے تھے۔

گجرات کے ایک شخص سے مجھے بہت امیدیں ہیں

اسی طرح حضرت مولانا خلیل الرحمٰن سجاد صاحب نعمانی دامت برکاتہم العالیہ کا جب انگلینڈ کا پہلا سفر ہوا تھا تو شاید حضرت مولانا عیسی منصوری کے

مکان پر میری ان سے پہلی ملاقات ہوئی تھی، حضرت مولانا عیسی صاحب نے میرا تعارف کرایا تو اس پر حضرت مولانا سجاد صاحب نے فرمایا تھا کہ آپ کے والد صاحب کے متعلق تو ہم نے ہمارے والد صاحب اور مولانا علی میاں صاحب ندویؒ سے بہت کچھ سنا ہے اور مولانا علی میاں بار بار یہ فرماتے تھے کہ مجھے گجرات کے ایک شخص سے بہت امیدیں ہیں، اور پھر انہوں نے والد صاحب کا نام لیا تھا۔

مسیح الامت کی خصوصی شفقت

جب ہم جلال آباد جاتے تھے حضرت مولانا مسیح اللہ خاں صاحبؒ کی خدمت میں تو حضرت ہم سے بہت شفقت ومحبت فرماتے تھے صرف والد صاحب کی وجہ سے، میرے بڑے بھائی مولانا محمد صاحب بھی جلال آباد پڑھنے گئے تھے ان کے ساتھ بھی بہت شفقت کا معاملہ فرمایا، جب میں دو تین مرتبہ رمضان المبارک میں حضرت کے پاس گیا اور اہلیہ کے ساتھ بھی گیا تو حضرت نے بہت شفقت کا معاملہ فرمایا تھا، حضرت نے اپنے گھر کے پڑوس میں مجھے تین دن تک رکھا تھا، حضرت خود فرماتے تھے کہ تم ایک وقت کا کھانا میرے ساتھ کھاؤ گے، اور ایک وقت کا کھانا آپ اپنی اہلیہ کے ساتھ کھالینا، تاکہ آپ کچھ بات کرنا چاہو تو بات بھی کرسکو، خیر، اللہ تعالی ان تمام بزرگوں کو جزائے خیر عطا فرمائے، ان کی مغفرت فرمائے اور ان کے درجات کو بلند فرمائے۔آمین۔

اپنے مقامی علماء کی قدر کرو

والد صاحب کی ایک اور خوبی نوجوان علماء کو آگے بڑھانا ہے، والد

صاحب کو میں اکثر دیکھتا تھا کہ اگر کوئی ڈابھیل کے اطراف سے یا راندیر کے اطراف سے یا کنتھاریہ کے اطراف سے یا جو بھی دارالعلوم ہو اس کے اطراف کے گاؤں سے کوئی والد صاحب کو بیان کی دعوت دینے کے لئے آتا تو والد صاحب فوراً فرماتے کہ آپ اپنے قریب کے دارالعلوم کے علماء کو چھوڑ کر یہاں تک آئے آپ انہی سے بیان کراؤ اور انہی سے فائدہ اٹھاؤ۔

آپ بھی بڑے اچھے مقرر ہے

مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ دمن کے مدرسہ میں ایک نئی بلڈنگ کی تعمیر مکمل ہوئی تھی شاید یہ ۱۹۷۹ء کی بات ہے اور اس کے افتتاح کے موقعہ پر ایک جلسہ ہوا تھا اس وقت ڈابھیل راندیر اور ترکیسر کے علماء کے بیان اس جلسہ میں ہوئے تھے اس جلسہ کی صدارت والد صاحب فرمارہے تھے، والد صاحب نے اس موقعہ پر حضرت مفتی احمد صاحب خانپوری مدظلہ سے مذاقاً یہ فرمایا تھا کہ جلسہ میں جو صدر ہوتا ہے اس کے لئے بڑی مصیبت ہوتی ہے، کیونکہ وہ جو مضمون سوچتا ہے آگے والا مقرر آکر وہی مضمون بیان کر دیتا ہے، یہ کہکر والد صاحب نے سب کو ہنسایا اور پھر پروگرام کے بعد حضرت مفتی احمد صاحب خانپوری صاحب دامت برکاتہم سے فرمایا تھا کہ ماشاء اللہ آپ بھی بڑے اچھے مقرر ہیں، میں نے تو آج ہی آپ کو بیان کرتے ہوئے سنا اب سے اگر کوئی اس طرف سے بیان کی دعوت دینے کے لئے آئے گا تو میں آپ کا ہی نام پیش کروں گا، اور اس کو آپ کے پاس ہی بھیجوں گا (اور رمضان المبارک میں بھی کوئی والد صاحب کے پاس مشورہ لینے کے لئے آتا کہ مجھے اعتکاف میں بیٹھنا ہے یعنی خانقاہ میں جانا ہے تو والد صاحب ڈابھیل کا ہی مشورہ دیتے) اور اگر

کوئی کنتھاریہ یا دارالعلوم ماٹلی والا کی طرف سے آتا تو ان کو وہاں کے علماء سے فائدہ اٹھانے کا مشورہ دیتے، غرض یہ کہ جس جگہ سے وہ دعوت دینے کے لئے آتے تھے اوراس کے اطراف میں کوئی دارالعلوم ہوتا تو وہاں کے علماء کرام سے فائدہ اٹھانے کی ترغیب دیتے، اگروہ بہت اصرار کرتے تو پھر والد صاحب خود تشریف لے جاتے، ورنہ کوشش یہی رہتی کہ لوگ مقامی علماء سے فائدہ اٹھائیں۔

آپ کے والد صاحب ہماری جماعت کے امیر تھے

والد صاحب کی ایک عادت شریفہ یہ رہی ہے کہ جب مدرسہ کی تعطیلات ہوتی تھیں اور والد صاحب ترکیسر میں ہوں یا کاپودرا میں ہو تو عصر کی نماز کے بعد تعلیم میں ضرور بیٹھتے تھے اور دوسروں کو بیٹھنے کی ترغیب دیتے تھے اور نوجوانوں کو تبلیغ میں جانے کی ترغیب دیتے رہتے ہیں، مولانا اسمعیل صاحب گودھروی ایک مرتبہ مجھ سے فرمانے لگے کہ میرا پہلا چلا (تبلیغی جماعت میں) آپ کے والد صاحب کے ساتھ لگا تھا اور آپ کے والد صاحب ہماری جماعت کے امیر تھے۔

دین کی خاطر آرام دہ سفر کو چھوڑ دیا

یہ ۱۹۶۷ء-۱۹۶۸ء کی بات ہے مولانا ولی صاحب کاوی نے مجھے کہا تھا (موصوف دارالعلوم بڑودہ کے مہتمم ہیں) کہ ہماری جماعت عراق جارہی تھی اور آپ کے والد صاحب دارالعلوم کے لئے کتابیں خریدنے عراق جارہے تھے اور ہمیں ایک اچھی عربی بولنے والے کی ضرورت تھی تو ہم نے

آپ کے والد صاحب سے کہا کہ آپ ہمارے ساتھ چلیں تو مہربانی ہوگی آپ کے والد صاحب ہوائی جہاز سے جارہے تھے اور ہم پانی کے جہاز سے جارہے تھے لیکن والد صاحب نے دین کی خدمت کے خاطر ہوائی جہاز کا آرام دہ سفر چھوڑ کر ہمارے ساتھ پانی کے جہاز میں سفر کیا اور ہم لوگوں کو بھی بہت فائدہ ہوا۔

صل من قطعک واعف عمن ظلمک واحسن الی من اساء الیک کی جیتی جاگتی تصویر

ترکیسر کے زمانہ میں ایک مولوی صاحب نے والد صاحب کو بہت ستایا بہت تکلیفیں پہنچائیں پھر جب والد صاحب ترکیسر چھوڑ کر کاپودرا آ گئے اس کے ایک عرصہ بعد وہ مولانا صاحب دوسرے مولانا کے ساتھ کاپودرا آئے مگر وہ کار میں ہی بیٹھے رہے والد صاحب ان مولوی صاحب کو جو گھر میں آئے تھے ان کو چائے کے لئے اصرار کر رہے تھے، لیکن وہ انکار کرتے رہے آخر میں انہوں نے یہ کہا کہ فلاں مولانا صاحب میرے ساتھ آئے ہیں مگر وہ آپ کے گھر میں نہیں آرہے اگر والد صاحب کی جگہ ہم ہوتے تو شاید یہی کہتے کہ آپ جلدی تشریف لے جائیے وہ گاڑی میں آپ کا انتظار کر رہے ہیں مگر والد صاحب کے اخلاق پر قربان جائیے آپ خود اٹھکر کے گئے اور کار میں سے ان مولوی صاحب کا ہاتھ پکڑ کر اپنے گھر پر لے آئے اور چائے ناشتہ کرا کر رخصت کیا، اسی طرح دوسرے ایک مولانا جو بہت مخالفت کرتے تھے، ان کا بیٹا جب والد صاحب کو کاپودرا ملنے آتا والد صاحب اس کو ہدیہ کے طور پر کبھی

پانچسو روپیہ کبھی ہزار روپیہ دیتے تھے، یہ مجھے میرے ایک دوست نے بتایا،اسی طرح ہمارے گاؤں کا ایک لڑکا والد صاحب کے خلاف بہت بکواس کرتا رہتا تھا جب وہ کینیڈا آگیا تو اس وقت والد صاحب وہیں کینیڈا میں مقیم تھے تو والد صاحب نے اس کی اپنے گھر دعوت کی،اور اس سے اس طرح سے ملے جیسے پہلے کچھ ہوا ہی نہیں ہے، جب مجھے پتہ چلا تو میں سوچنے لگا کہ آپ کا دل (حوصلہ) کتنا بڑا ہے، اللہ تعالی ہمیں بھی ایسے اخلاق سے مالامال فرمائے، آمین۔

جوڑ کو پسند فرماتے ہیں اور توڑ کو ناپسند

والد صاحب کی ایک عادت شریفہ یہ ہے کہ اگر کسی کے ساتھ کسی بات پر اختلاف ہو جائے تو اس کو دل میں رکھ کر نہیں چلتے اور یوں فرماتے ہیں کہ چلو بھائی یہ ان کی ایک رائے ہے، اور ان کے ساتھ اس طرح رہتے ہیں کہ سامنے والے کو پتہ بھی نہیں چلے گا کہ ان کے ساتھ اختلاف ہوا تھا اور اگر علماء میں اختلاف ہو تو بہت ہی تکلیف محسوس کرتے ہیں اور دونوں کے درمیان صلح کرانے کی کوشش کرتے ہیں، جیسے کہ والد صاحب نے رشد و ہدایت کے منار میں لکھا ہے کہ دار العلوم دیوبند کے قضیہ کے وقت وہ قاری طیب صاحبؒ کے پاس گئے تھے اور پھر جب حجۃ الاسلام امام محمد قاسم نانوتویؒ کے عنوان پر جو سیمینار ہوا تھا تو اس وقت والد صاحب نے پیغام بھیجا تھا جو حجۃ الاسلام الامام محمد قاسم نانوتویؒ کی حیات، افکار، خدمات کے نام سے جو کتاب چھپی ہے اس میں موجود ہے، لکھا ہے کہ ابنائے دار العلوم کا فرض ہے کہ موجودہ

خطرناک موڑ پر اختلاف کو ختم کر کے امت اسلامیہ کی صحیح رہنمائی فرمائیں، ابنائے دارالعلوم دیوبند کو تعلیم اور اصلاح معاشرہ کے میدان میں آگے بڑھ کر کام کرنا چاہئے، نیز امت میں اتحاد اور بھائی چارہ پیدا کرنے کی بھی کوشش کرنی چاہئے، چھوٹے چھوٹے مسائل کو اہمیت دے کر اختلاف پیدا کرنا شدید نقصان کا باعث ہے اس لئے اب دارالعلوم ایک دوسرے کو قریب کرنے اور پچھلی تلخیوں کو فراموش کرنے کی مخلصانہ جدو جہد فرماویں تو ان شاء اللہ وہ ایک مضبوط قوت ثابت ہوں گے۔(حجۃ الاسلام الامام محمد قاسم نانوتویؒ حیات ،افکار،خدمات ص۵۳۔۵۲)

اسی طرح جمعیت کے اختلافات کے وقت بھی دونوں حضرات کے پاس خود تشریف لے گئے اور دونوں حضرات سے بات کی تھی اور جب ان کے درمیان صلح کی خبر ملی تو ان کو مبارکبادی کا فون بھی کیا، اسی طرح والد صاحب نے ایک مرتبہ حضرت مولانا سالم صاحب کو ترکیسر سالانہ جلسہ میں مدعو کیا تھا یہ اس وقت کی بات ہے جبکہ دارالعلوم کا اختلاف زوروں پر تھا، اس وقت جمعیت کے احباب والد صاحب سے بہت ناراض بھی ہوئے تھے اور کہتے تھے کہ آپ اختلاف کو بڑھانا چاہتے ہیں، تو اس وقت والد صاحب نے فرمایا تھا کہ میں اختلافات کو بڑھاوا نہیں دے رہا ہوں بلکہ ختم کروانا چاہتا ہوں، یہ جو دراڑیں پڑی ہیں اس کو پر کرنا چاہتا ہوں اور پھر فرمایا کہ بھائی! حضرت مولانا سالم صاحب حضرت نانوتویؒ کی اولاد میں سے ہیں حضرت نانوتویؒ کا ہمارے اوپر کتنا احسان ہیں ہم ان کی بھی عزت کریں گے اور ہم مولانا اسعد مدنیؒ اور مولانا

ارشد صاحب کی بھی عزت کریں گے کیونکہ وہ ہمارے حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ کی اولاد ہیں، ہمیں ان کے اختلاف سے کوئی لینا دینا نہیں ہے

حضرت مولانا مجاہد الاسلامؒ کو دعوت گجرات

حضرت مولانا مجاہد الاسلام قاسمی صاحبؒ کو سب سے پہلے والد صاحب نے گجرات کی دعوت پیش کی تھی اس وقت کچھ علماء نے آپ کی رائے سے اختلاف کیا تھا لیکن والد صاحب نے ان کو بھی بلایا اور لوگوں نے ان سے استفادہ کیا۔

سید حامد حسن کی فلاح دارین میں آمد

اسی طرح سید حامد صاحب جو علی گڈھ یونیورسٹی کے وائس چانسلر تھے ان کو بھی ترکیسر بلایا ایسے بہت سارے روشن خیال حضرات کو بلاتے تھے۔

اہل فن کی قدر

ترکیسر گاؤں میں پروفیسر مرحوم حنیف بناء صاحب تھے ان کی گجراتی بہت اچھی تھی تو ان کو بلوا کر گجراتی میں لیکچر کرواتے تھے تاکہ طلباء اچھی گجراتی سیکھیں۔

الحکمة ضالة المومن

جیسا کہ حضرت ابو ہریرۃؓ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حکمت ودانائی مومن کی گم شدہ متاع ہے لہذا جہاں بھی اس کو پائے وہ اس کا زیادہ حقدار ہے، تو والد صاحب کا مزاج جو میں نے محسوس کیا وہ یہ ہے کہ سامنے والا چاہے کسی اور مسلک کا ہو اگر اس کی کوئی اچھی بات ہو اور

ہمارے عقیدہ کے ساتھ ٹکراتی نہ ہوتو اس کو قبول کرنے میں عار محسوس نہیں کرنی چاہئے۔

ایک خواہش کا اظہار

البتہ والد صاحب کی نظر اس پر بھی خوب رہتی ہے کہ عقیدہ پر زد نہیں آنا چاہئے اور مسلمان بچوں کے عقیدہ سے متعلق آپ بہت فکر مند رہتے ہیں انگلینڈ کے ۲۰۱۴ء کے سفر میں مفتی ابراہیم صاحب بڑودوی جو کہ برطانیہ میں لیٹن اسٹون مسجد کے امام وخطیب ہیں ان کے گھر پر ناشتہ کی دعوت تھی تو وہاں میز پر ''عقیدہ الطحاوی،، دیکھی تو فرمایا کہ اس کتاب کو بار بار پڑھنا چاہئے اور ہمارے بچوں کو عقیدے کے بارے میں سمجھانا چاہئے کہ ہمارا عقیدہ کیا ہونا چاہئے؟ اور پھر مجھ سے فرمانے لگے کہ میرا جی چاہتا ہے کہ میں کسی جگہ بیٹھ کر اس کتاب کو بچوں کو پڑھاؤں اور پھر مفتی ابراہیم صاحب سے وہ کتاب مطالعہ کرنے کے لئے مانگی کہ میں کچھ دن یہاں ٹھہرنے والا ہوں تو میں ذرا اس کو پھر دیکھ لوں، چنانچہ حضرت مفتی ابراہیم صاحب نے وہ کتاب حضرت والد صاحب کو ہدیہ کے طور پر دیدی۔

علم کا سرچشمہ اللہ تعالی کی ذات ہے

اسی طرح ہندوستان میں ۱۹۹۹ء۔ یا ۱۹۹۸ء میں ایک مسئلہ گورمنٹ کی طرف سے اٹھایا گیا تھا کہ جو بچے اسکول میں آئیں گے وہ پہلے سرسوتی دیوی کے سامنے ہاتھ اٹھا کر اس کے سامنے کھڑے رہیں گے اور اس کی پوجا کریں گے تاکہ علم میں بڑھوتری ہو اس وقت گجرات کے اکثر سالانہ جلسہ پر

والد صاحب نے بیان دیا اور مسلمانوں سے کہا کہ ہم اپنے بچوں کو گھر پر تعلیم دیں گے لیکن انہیں اسکول بھیج کران سے شرک نہیں کروائیں گے، اور فارغ ہونے والے طالب علموں سے کہا کہ ہر ایک طالب علم دس دس گاؤں کا انتخاب کرلیں کہ میں ان شاء اللہ دس گاؤں میں جا کر یہ آواز لگاؤں گا کہ اپنی توحید کو برقرار رکھو، اور یہ جو طاقتیں کام کررہی ہیں اس سے چوکنا رہو ان شاء اللہ گجرات میں کسی بھی گاؤں میں شرک کی محنت کامیاب نہیں ہوگی، اور پھر فرمایا کہ حضرت علیؓ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں تشریف لائے اور پوچھا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) میرا اور آپ کا ایک ہی خاندان ہے میرا جس قریش قبیلہ سے تعلق ہے آپ کا بھی اسی قریش قبیلہ سے تعلق ہے، لیکن آپ کی زبان اور آپ کی گفتگو سن کر ہم تو حیران رہ جاتے ہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ”علمنی ربی فاحسن تعلیمی،، ادبنی ربی فاحسن تادیبی،، مجھے تو میرے رب نے تعلیم دی ہے اور بہترین تعلیم دی ہے مجھے تو میرے رب نے ادب سکھایا ہے اور بہترین ادب سکھایا ہے، علم کی دیوی کوئی نہیں ہے ہمارے سامنے علم کا سرچشمہ اللہ تعالی کی ذات ہے، علم اللہ تعالی عطا فرماتے ہیں۔

اساتذۂ مکاتب ان باتوں کی طرف خصوصی توجہ دیں

اسی طرح آج جب میں یہ سطریں لکھ رہا تھا تو کسی نے مجھے واٹس اپ کیا کہ آج آپ کے والد صاحب کا بیان جامعہ علوم القرآن جمبوسر میں ہوا تھا اس میں پانچ چیزوں پر خاص توجہ دلائی:

.......☆(۱) بچوں کو تجوید کے ساتھ عربی لہجہ میں قرآن پاک سکھایا جائے۔

.......☆(۲) موجودہ حالات میں عقائد کی طرف زیادہ توجہ دی جائے۔

.......☆(۳) سرکاری اسکولوں میں جو کتابیں پڑھائی جاتی ہیں اساتذہ اس کا بھی مطالعہ کریں اور اس میں جو شرکیہ عقائد ہیں اس کے مقابلے کا عقیدہ بچوں کو سمجھایا جائے۔

.......☆(۴) بہشتی ثمر اور دیگر کتب کے مسائل صرف پڑھنے پڑھانے پر اکتفاء نہ کریں بلکہ اس کی عملی مشق کرائیں۔

.......☆(۵) بچوں کو اسلامی اخلاق کی طرف توجہ دلائی جائے۔

اسکول جانے والے مسلم بچوں کے ایمان وعقائد کی خصوصی فکر

نقشوں کو تم نہ جانچو لوگوں سے مل کے دیکھو
کیا چیز جی رہی ہے کیا چیز مر رہی ہے

والد صاحب کو مدارس کے ساتھ ساتھ جو مسلم بچے اسکولوں میں جاتے ہیں ان کے ایمان وعقیدے کی بہت فکر رہتی ہے، اور جب صحت اچھی تھی تو اسکولوں میں بھی جاتے تھے اور خاص کر اسلامی اسکولوں میں جا کر دیکھتے تھے کہ بچوں کے اخلاق کیسے ہیں وہ کھڑے کھڑے تو پیشاب نہیں کرتے، اور کپڑے وغیرہ دیکھتے تھے کیونکہ ہندوستان میں اسکولوں میں ہاف پینٹ پہننے کا رواج ہے تو بعض مسلم اسکولوں میں بھی والد صاحب نے ایسے کپڑے پہنتے ہوئے دیکھا تو بہت افسوس ظاہر کیا اور سب ٹیچروں کو جمع کیا اور اسلام کے بارے میں موٹی موٹی باتیں پوچھیں لیکن کوئی اچھی طرح جواب نہ دے سکا تو

والد صاحب کو بہت دکھ ہوا اور کہا کہ ہماری قوم اسلامی اسکولوں کے نام پر پیسہ دیتی ہے اور ٹیچروں کو ہی اسلام کے بارے میں کچھ پتہ نہیں ہے تو وہ کیا اسلام سکھائیں گے، خیر، اس کے بعد والد صاحب نے وہورا ویلفیر سوسائٹی کا جو پچاس سالہ اجلاس ہوا تھا اس میں سولہ صفحات کا ایک چھوٹا سا رسالہ تیار کر کے سب کو تقسیم کیا اس کا نام تھا مسلم معاشرہ کا تعلیمی نظام (مسلم سماج نی سکسڑک ویبوستھا) تو بعض لوگوں کو اچھا نہیں لگا اور کہنے لگے کہ مولانا تو ہماری اسکولوں کو بھی مدرسہ بنا دینا چاہتے ہیں، لیکن پھر والد صاحب نے ہمارے گاؤں کے احباب کے ساتھ ملکر ایک مثالی اسکول قائم کر کے دکھایا اور الحمد للہ وہ بہت کامیاب جا رہا ہے۔

اللہ تبارک وتعالی سے اخیر میں دعا گو ہوں کہ وہ والد محترم کا سایہ عاطفت عافیت کے ساتھ تا دیر ہم پر قائم رکھے اور آپ کی دینی وملی خدمات کو قبول ومنظور فرمائے، آمین۔

(حافظ) ابراہیم بن مولانا عبداللہ کاپودروی

خادم دارالعلوم لندن

۹ شعبان المعظم ۱۴۳۸ھ مطابق ۵ مئی ۲۰۱۷ء

باسمہ تعالیٰ

حضرت مولانا عبداللہ کاپودروی صاحب دامت برکاتہم

از: حضرت مولانا عبدالحئی سیدات صاحب مدظلہ، باٹلی، یوکے،

نادرؔ لاجپوری

بلا شکّ و شُبہ ذی مرتبہ، ذی شان بھی تم ہو
ہمارا قلب بھی تم ہو، ہماری جان بھی تم ہو

چہیتے قوم کے ہو، لاڈلے محبوب بھی ہو تم
دلوں کی آرزو بھی، آس بھی، ارمان بھی تم ہو

ہمارے واسطے ہو بالیقیں تم نعمت عظمیٰ
ہمارے حق میں پھر اِک تحفۂ رحمان بھی تم ہو

تمہارے نام سے روشن ہمارا نام دنیا میں
جہاں میں مسلمِ گجرات کی پہچان بھی تم ہو

وطن کی بات ہو تو ایک مشفق رہنما ہو تم
دیارِ غیر ہو تو درد کا دَرمان بھی تم ہو

پڑی بنیاد ترکیسر میں جب دینی اِدارے کی
اُسی کے پھر رہے برسوں تلک نگران بھی تم ہو

رسول اللہ کی تم سنتوں پر ہو عمل پیرا
بڑے پرہیزگار و عامل قرآن بھی تم ہو

بڑے خوددار بھی ہو اور پابند شریعت بھی
طہارت اور تقویٰ کا جلی عنوان بھی تم ہو

فراست اور دانائی عیاں ہیں آپ کے رُخ سے
نمایاں خوبیوں والے بھلے انسان بھی تم ہو

بڑے ہی دوراندیش و مفکر اور غیرت مند
علومِ ذی شرف اسلاف کا فیضان بھی تم ہو

بڑے اچھے مقرر بھی، بڑے اہل قلم بھی ہو
بڑے زاہد، بڑے ہی صاحب عرفان بھی تم ہو

بڑے ذی فہم بھی ہو تم ، بڑے اہل تدبّر بھی
جہاں ہو مجلس علمی وہاں کی جان بھی تم ہو

جہاں دیدہ، بڑے ذی تجربہ، اہل نظر بھی ہو
علوم دین کے ہیرے بھرے اِک کان بھی تم ہو

دُعا کرتے ہیں اب اللہ سے ناؔدر یہی دائم
ہمارے سر پہ سایہ دیر تک اُن کا رہے قائم

کہتے ہیں ترا علم سمندر کی طرح ہے

آثر صدیقی صاحب

فیضان ترا شاخ گل تر کی طرح ہے
کہتے ہیں ترا علم سمندر کی طرح ہے
بٹتی ہے ترے کوچے میں انوار کی سوغات
تو شہر میں خورشیدِ منور کی طرح ہے
مستوں کو پلا دیتا ہے عرفان کی صہبا
کردار ترا شیوۂ ساغر کی طرح ہے
ہر لفظ ترا گوہرِ نایاب کے جیسا
ہر حرف ترا حرفِ معطّر کی طرح ہے
آداب تجھے کہتی ہے ہر رفعتِ افلاک
ہر فکر تری دولتِ شہ پر کی طرح ہے
تجسیم ہوئے سنگ ترے دستِ ہنر سے
ہر درس ترا تیشۂ آزر کی طرح ہے
تہذیب تری ایک دبستانِ مکرّم
توفیق تری مسلکِ عنبر کی طرح ہے
تو خطّۂ ساحل پہ ہے اک نور کا مینار
گہرائی دریا میں شناور کی طرح ہے
قرطاسِ عقیدت پہ آثر دے دے گواہی
اس عہد میں وہ شانِ قلندر کی طرح ہے